
نوائے
افغان جہاد
محرم ۱۴۴۰ھ
ستمبر ۲۰۱۸ء
خدائی دعوے جو کر رہے تھے
اُنہی کو درسِ فنا دیا ہے!

امیر المومنین حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کا بیان

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا:

''امابعد! دنیا نے پشت پھیر لی ہے اور جدائی کا اعلان کر دیا ہے اور آخرت سامنے آرہی ہے اور بلندی سے جھانک رہی ہے...... آج گھوڑے دوڑانے کا یعنی عمل کا میدان ہے کل تو ایک دوسرے سے آگے نکلنا ہوگا...... غور سے سنو! تم آج کل دنیاوی امیدوں کے دنوں میں ہو لیکن ان کے پیچھے موت آرہی ہے اور جس نے امید کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے نیک اعمال میں کوتاہی کی وہ ناکام و نامراد ہوگیا...... توجہ سے سنو! جیسے تم خوف کے وقت عمل کرتے ہو ایسے ہی دوسرے اوقات میں بھی شوق اور رغبت سے عمل کیا کرو...... غور سے سنو! میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جو جنت جیسی ہو اور پھر بھی اس کا طالب سویا ہوا ہو اور نہ ہی ایسی کوئی چیز دیکھی ہے جو جہنّم جیسی ہو اور پھر بھی اس سے بھاگنے والا سوتا رہے...... غور سے سنو! جو حق سے نفع نہیں اٹھاتا اسے باطل ضرور نقصان پہنچاتا ہے...... جسے ہدایت سیدھے راستے پر نہ چلا سکی، اسے گمراہی سیدھے راستے سے ہٹا دے گی...... غور سے سنو! آپ لوگوں کو یہاں سے کوچ کرنے کا اور سفر آخرت کا حکم مل چکا ہے اور اس سفر کا توشہ بھی آپ لوگوں کو بتا دیا گیا ہے...... اے لوگو! غور سے سنو! یہ دنیا تو ایسا سامان ہے جو سامنے موجود ہے اور اس میں سے اچھا برا ہر ایک کھا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ آخرت کا جو وعدہ فرما رکھا ہے وہ بالکل سچّا ہے اور وہاں وہ بادشاہ فیصلہ کرے گا جو بڑی قدرت والا ہے...... غور سے سنو! شیطان تمہیں فقیر اور محتاج ہونے سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ بہت وسعت والے اور خوب جاننے والے ہیں...... اے لوگو! اپنی موجودہ زندگی میں اچھے عمل کر لو انجام کار محفوظ رہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرماں بردار سے جنت اور نافرمان سے جہنّم کا وعدہ فرما رکھا ہے...... جہنّم کی آگ میں جہنمیوں کا چیخنا کبھی ختم نہ ہوگا، اس کے قیدی کو کبھی چھڑایا نہیں جا سکے گا اور اس میں جس کی ہڈی ٹوٹے گی تو کبھی جڑ نہ سکے گی، اس کی گرمی بہت سخت ہے، وہ بہت گہری ہے اور اس کا پانی خون اور پیپ ہے...... اور مجھے تم پر سب سے زیادہ خطرہ دو باتوں کا ہے، ایک خواہشات کے پیچھے چلنے کا، دوسرے امیدیں لمبی رکھنے کا...... خواہشات کے پیچھے چلنے سے انسان حق سے ہٹ جاتا ہے اور لمبی امیدوں کی وجہ سے آخرت بھول جاتا ہے''۔

(الدینوری وابن عساکر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے افغان جہاد

جلد نمبر ۱۱، شمارہ نمبر ۹

محرم الحرام ۱۴۴۰ھ ستمبر 2018ء

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”جب کہ لوگ حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی گردن پر تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے، جن سے خون ٹپک رہا ہو گا... یہ لوگ جنت کے دروازے پر جمع ہو جائیں گے، لوگ دریافت کریں گے کہ: یہ کون لوگ ہیں (جن کا حساب کتاب بھی نہیں ہوا، سیدھے جنت میں آگئے)؟ انہیں بتایا جائے گا کہ یہ شہید ہیں جو زندہ تھے، جنہیں رزق ملتا تھا“۔



اس شمارے میں

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔

nawai.afghan@tutanota.com

انٹرنیٹ پر استفادہ کے لیے:

Nawai-afghan.blogspot.com

Nawaiafghan.blogspot.com

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع نظامِ کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا مؤقف مخلصین اور محبین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے ....

اِسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے

اب بھی جہاد ہی سے "اقبال" ہو گا حاصل!

انیسویں صدی عیسوی میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بُنی جانے والی صلیبی صیہونی سازشوں کے نتائج بیسویں صدی عیسوی میں نکلنا شروع ہوئے اور خلافتِ عثمانیہ کے سقوط، مسلم سرزمینوں کی بندربانٹ اوراس کے دواڑھائی دہائیوں بعد امت کے قلب 'ارضِ مقدس فلسطین' میں اسرائیل کو زہر آلود خنجر کی مانند گھونپ دیا گیا، 'القدس' اس صیہونی ریاست کا دارالحکومت قرار پایا...یوں سرزمینِ قبلۂ اول 'امت مسلمہ کے ہاتھ سے نکل کر یہودِ بے بہبود کے ہاتھ میں چلی گئی...یکم اگست ۱۹۶۷ء کو قبلۂ اول یہودی قبضہ میں چلا گیا، قبلۂ اول پر قبضے کے بعد صلیبی صیہونی فساد کا اگلا ہدف حرمین شریفین پر قبضہ کرنا تھا...لیکن اس دوران میں اللہ تعالیٰ کی مشیت نے سقوطِ خلافت کے ٹھیک نصف صدی بعد ہی امت میں بیداری کا ایک زریں موقع عطا فرمایا...یہ موقع 'الحاد اور کمیونزم کے سردار سوویت یونین کے افغانستان کی سرزمین پر قبضہ کی صورت میں امت کو میسر آیا...ابنائے امت اور مجاہدینِ اسلام نے اس موقع کو ضائع نہیں کیا بلکہ پوری ایمانی قوت، دینی حمیت اور صبر واستقلال سے اس مبارک موقع کو 'امت میں زندگی کی لہر دوڑانے یعنی جہاد وقتال کے نظریہ کے احیا اور کفر کے خلاف عملی میادین سجانے میں تبدیل کر دیا...وہ وقت تھا جب روسی استبداد کا سکہ پوری دنیا میں چلتا تھا... کمیونزم کا دیو' پورے مشرقی یورپ کو نگل کر مغربی جرمنی سے ہوتا ہوا البقیہ ماندہ یورپ کو بھی ہڑپ کرنے کے قریب تھا...اس وقت امریکہ جیسی "سپر پاور" بھی سوویت یونین کے مقابلے میں گرم محاذ برپا کرنے کا سوچ کر ہی چکرا جاتی تھی اور 'سرد جنگ' کے عنوان سے سرخ ریچھ کا سیاسی وسفارتی محاذ پر مقابلہ کرنے ہی میں عافیت سمجھتی تھی! ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے افغانستان میں اپنے کمزور، بے سروسامان اور تہی دامن بندوں کو اٹھایا...یہ تھے تو مفلس اور غریب مجاہدین ہی، لیکن اپنے ایمان وایقان، توکل واستغنا اور صبر وثبات کے سبب ہمالیہ وہندوکش کے بلند وبالا پہاڑوں سے بھی کہیں زیادہ مضبوط، اٹل، ثابت قدم اور قوی تھے!

اِنہوں نے اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کی بدولت لازوال قربانیوں کے ذریعے سرخ آندھی کا رُخ ایسا موڑا کہ وہ اپنے ہی Union of Soviet Socialist Republics(USSR) کے حصے بخرے کرکے ہمیشہ کے لیے فنا کے گھاٹ اتر گئی...یہ اللہ تعالیٰ کی امت مسلمہ کے لیے خاص کرم نوازی اور تائید غیبی تھی، جس کے ذریعے مجاہدین نے بالکل بے سروسامانی کی حالت میں ایک زبردست دنیاوی "سپر پاور" کو نا صرف ڈھول چٹا دی بلکہ اُسے مٹی میں ملا کر رکھ دیا![1]

یہی وقت تھا جب صلیبی اور صیہونی گماشتے اپنی خفیہ سازشوں اور مکروفریب کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور سرزمینِ حرمین شریفین میں اُن کے ناپاک قدم پڑے۔ لیکن ان کفار سے اس بار سنگین غلطی یہ ہوئی کہ وہ اس حقیقت کو بالکل ہی فراموش کر بیٹھے کہ یہ نہ اکتوبر ۱۹۲۳ء کا زمانہ ہے کہ جب خلافت کا سقوط ہوا اور مسلمانوں کی درماندگی اس حد تک تھی کہ وہ امت کی مرکزیت کی اس نشانی کو نہ بچا سکے، نہ ہی یہ مئی ۱۹۴۸ء ہے کہ

---

[1] اسی جہاد میں مجاہدین کی قیادت کرنے والے ایک جلیل القدر کمان دان مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ اپنی زندگی 'مستعار کی گھڑیاں' مالک وخالق کی رضامندی کی تلاش میں گزارتے ہوئے وفات پا گئے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کی جہادی سیرت وکردار اور کارناموں کو امت مسلمہ کی نسلِ نو کے سامنے پوری طرح بیان کرنے کا حق ادا کرنا ہو تو اس کے لیے کئی ضخیم جلدوں پر مبنی کتب درکار ہوں گی۔ ادارہ نوائے افغان جہاد نے اس شمارہ میں اپنی حقیر سی کوشش کی ہے کہ آپ کی عظمتِ کردار کا کچھ نہ کچھ ذکر کیا جائے اور آپ رحمہ اللہ کے کارہائے نمایاں کو تھوڑا بہت ہی سہی، بیان کیا جائے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ امت مسلمہ اور جہادی تحریک کے اس عظیم محسن کا اتنا تذکرہ ناکافی ہے اور جہادی تاریخ مرتب کرنے والے اہل قلم اور اہل درد مجاہدین پر اپنے قائد کا حق ہے کہ وہ اُن کی سیرت کو کھول کھول کر بیان کریں اور امت کے شیر ' کہ جس کی ہیبت سے ماسکو اور واشنگٹن میں بیٹھے ائمۃ الکفر کانپ کانپ جاتے ہیں' کے تذکروں کو زیادہ سے زیادہ عام کریں۔

جب اسرائیل کی صورت میں امت کے جسم پر گہرا گھاؤ لگایا گیا اور ضعف ولاچارگی کے ہاتھوں مجبور امت کچھ بھی نہ کر سکی، اور نہ ہی یہ اگست ۱۹۶۷ء ہے کہ ملعون یہود' قبلہ اول پر پوری طرح قابض ہو جائیں اور امت کے حکام و عوام سوائے احتجاج و مظاہروں کے کچھ بھی نہ کر سکیں!!!

یہ ۹۰ء کی دہائی تھی اور اب تعداد میں قلیل ہی سہی لیکن امت کے بیٹے جاگ رہے تھے، کہ جنہوں نے اسی قلتِ تعداد کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بھروسہ اور مدد کے بل بوتے پر کچھ ہی سال پہلے سوویت یونین کا خاتمہ کیا تھا... مسلمانوں کی مقدسات' کفار کے ہاتھوں اور قبضہ میں چلی جائیں اور یہ ابنائے امت اسے ٹھنڈے پٹوں برداشت کر لیں' ایسا بھلا کیونکر ممکن تھا؟! لہٰذا جیسے ہی صلیبی امریکی افواج جزیرۃ العرب میں اُتریں' محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے فوری طور پر امریکہ کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا... اس پر مجاہدین کے لیے صعوبتوں، آزمائشوں اور تنگیوں کا ایک طویل دور شروع ہوا لیکن مجاہدین خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ انما النصرمع الصبر "فتح تو صبر ہی کے نتیجے میں ملتی ہے"! سو مجاہدین نے صبر اور عزیمت کا راستہ اختیار کیا، اللہ تعالیٰ' علام الغیوب تو اپنے بندوں کے ہر حال سے پوری طرح واقف تھے، لیکن یہ بھی بندگی کے لوازم میں سے ہے کہ اُس کے سامنے اپنی ساری حالتِ زار رکھی جائے... انابت الی اللہ اور تعلق باللہ کو ہی اِن مجاہدین نے اپنے لیے زادِ راہ بنایا، اپنی کمزوری وناتوانی کو مالک الملک کے سامنے رکھ دیا، راتوں کی تنہائیوں میں اُس پروردگار سے توفیق وہمت طلب کی اور نصرت وتائید مانگی... پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کی دستگیری فرمائی اور اُن کی ہمت وڈھارس بندھانے کے لیے اپنے کرم سے جزیرۃ العرب کے سمندروں سے لے کر کینیا، تنزانیہ اور صومالیہ میں ایسی عسکری کارروائیاں کرنے کی توفیق سے نوازا، جن کی بدولت امریکی کافروں کی غرور سے اکڑی ہوئی گردنوں کا سریا پگھلنے لگا!

پھر اسی دور میں اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ میں ایسے ابطال کو اٹھایا جنہوں نے کفر کے سردار امریکہ کے عین قلب میں حملہ آور ہو کر اُس کی قوت و طاقت، شوکت وہیبت اور دنیا بھر پر بٹھائی جانے والی عسکری برتری کی دھاک کو خاک میں ملا دیا... یہ ابطالِ امت تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے چنیدہ بندوں میں شامل فرما کر گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے مبارک معرکوں کی صورت میں کفر کے امام کی ناک زمین پر لگوانے کے لیے منتخب فرمایا... یہ اللہ کے ۱۹ شیر تھے' جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہبلِ عصر کے معاشی اور عسکری قلعوں کو مسمار کروایا... گیارہ ستمبر کی مبارک عملیات نے تمام دنیائے کفر اور اُس کے سرداروں کو مبہوت اور ششدر کر کے رکھ دیا اور اُن پر اللہ کے عذاب کا کوڑا' وہاں سے برسا جہاں سے اُنہیں گمان تک نہیں تھا! اور یہ کوڑا اُن پر گزشتہ سترہ سالوں سے مسلسل برس رہا ہے... اگرچہ ان سترہ سالوں میں امت پر بھی مصائب وآلام کا ایک طویل دور گزرا (تاحال گزر رہا ہے) لیکن یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ مجاہدین نے امتِ مسلمہ کو جس غلامی اور درماندگی سے نکالنے کے لیے جُہد کا آغاز کیا، وہ کوئی دو چار سال کی غلامی نہیں ہے بلکہ ایک صدی قبل اقبال مرحوم نے فرمایا تھا

دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی

دارُو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

گویا یہ تین صدیوں پر محیط ذہنی، جسمانی، معاشی، معاشرتی، سیاسی، عسکری اور تہذیبی غلامی ہے، امت کو جس سے نکالنے کے لیے مجاہدین نے میادینِ جہاد سجائے ہیں... اس لیے غلامی میں جس قدر طویل خاموشی اور نصرتِ دین سے ہاتھ جھاڑ کر بیٹھ رہنے کی روش اپنائی گئی، امت کو قربانیوں، شہادتوں، بمباریوں، ہجرتوں، فرقتوں، مصیبتوں، رنج والم، اسارت اور قید بند کی صعوبتوں، تکالیف وصدمات اور حزن وملال سے بھی اُسی قدر سابقہ پیش آئے گا! فتح اور آبرومندی کے لیے یہ تمام گھاٹیاں صبر اور پیہم صبر سے عبور کرنا ہی ہوں گی! اور ایسا بھی نہیں ہے کہ صرف آزمائشیں اور تکلیفیں ہی اس راستے میں جھیلنی پڑیں گی بلکہ قربانیوں کا سلسلہ جتنا طویل ہو گا فتح اور خوش خبریوں کا دور اُتنا ہی قریب آتا چلا جائے گا۔ اب دیکھئے! کہ گیارہ ستمبر کی مبارک عملیات سرانجام دینے والے ۱۹ ابطالِ امت نے اپنا سب کچھ تج دیا اور کفر کے امام کا سر کچلنے کے لیے اُس کے گھر تک جا پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی سعی کو قبولیت عطا فرما کر کفر پر ایسی چوٹ لگوائی کہ آج پوری دنیا میں قائم سرمایہ دارانہ شرکیہ جمہوری نظام اپنی بقا کے لیے کسی باؤلے کی طرح ہاتھ

پاؤں مار رہا ہے لیکن اب یہ ممکن ہی نہیں کہ دنیا گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء سے پہلے والی پوزیشن پر جا کھڑی ہو کہ جہاں معاشی، عسکری، سیاسی اور فکری طور پر صرف اور صرف امریکہ کا ڈنکا بجتا تھا! اب یہ نظام زوال پذیر ہے! اس کی بیّن دلیل یہی ہے کہ یہ ظالم سرمایہ دارانہ نظام' امریکہ اور یورپ کی مضبوط معیشت کے بل بوتے پر کھڑا تھا... اور اس معیشت کی عمارت کو ایک عظیم دھچکا تو معرکہ گیارہ ستمبر کے فدائیوں نے لگایا تھا، اس کے بعد یہ پورا معاشی نظام مسلسل گراوٹ اور زوال کا شکار ہے اور روزانہ اسے مختلف انداز میں جھٹکے لگ رہے ہیں... محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کی مومنانہ بصیرت نے اُنہیں یہ طریقہ سُجھایا کہ بڑے اور مضبوط دشمن کو معاشی طور پر جس قدر کمزور کرو گے اُس کی عسکری قوت اُسی قدر روبہ زوال ہو گی، جس کا حتمی نتیجہ میں دشمن کے طاقت ور نظام کی عمارت اپنا ہی بوجھ سہارنے سے عاجز آ جائے گی اور اُسے زمین بوس ہونے سے کوئی نہ روک سکے گا، باذن اللہ۔ مجاہدین اس طریقہ پر عمل پیرا ہو کر عالمی کفریہ نظام کو روزانہ کی بنیاد پر مضمحل اور کمزور کر رہے ہیں... وائس آف امریکہ کے مطابق صرف افغانستان کی جنگ میں امریکہ پانچ کھرب ڈالر جھونک چکا ہے! دیگر محاذوں پر ہونے والے کھربوں ڈالرز کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں... آج بھی صلیبی ممالک کے دیگر تمام تر اخراجات کی نسبت' اِن کے اپنے ممالک میں سیکورٹی کی مد میں اٹھنے والے اخراجات کی شرح کہیں زیادہ ہے... اِنہی بڑھتے ہوئے جنگی اخراجات کے حتمی نتیجے کی ایک جھلک ۲۰۰۹ء میں دنیا بھر میں آنے والے معاشی بحران کی صورت میں سامنے آئی تھی... اُس معاشی بحران کو دنیا کی بڑی معاشی طاقتوں نے مل بانٹ کر کسی نہ کسی طرح عارضی طور پر دبا دیا تھا لیکن وہ صرف ایک عارضی انتظام ہی تھا... ۱۴ ستمبر ۲۰۱۸ء کو برطانوی اخبار ''دی گارڈین'' نے سابق برطانوی وزیر اعظم گورڈن براؤن کا ایک طویل تجزیہ The world is sleepwalking into a financial crisis how the problems of 2009 remain unresolved کے عنوان سے شائع کیا... جس میں براؤن یہی رونا روتے پایا گیا کہ ''۲۰۰۹ء میں سامنے آنے والے مسائل کیونکر لاینحل ہیں''...

دنیا بھر کے صلیبی وصیہونی' اسلام کے ساتھ موجودہ صلیبی جنگ کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر تمام تر مذہبی عصبیتوں کے ساتھ لڑ رہے ہیں، اسی لیے وہ عظیم معاشی و عسکری خسائر برداشت کر رہے ہیں، حتیٰ کہ اپنے عالمی استبدادی نظام تک کو داؤ پر لگائے بیٹھے ہیں... اہلِ صلیب اس جنگ کا ایندھن بن رہے ہیں جب کہ صیہونیوں نے اپنی تدبیریں، مکر و فریب، سازشیں اور معاشی وسائل اس کے لیے وقف کر رکھے ہیں... قبلہ اول پر قبضہ کے بعد جب امتِ مسلمہ کی طرف سے اُنہیں کسی قسم کا جان دار ردعمل اور مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تو وہ مزید جری ہو گئے اور حرمین تک اپنے پنجے پھیلا دیے... اس وقت محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن نے اہلِ ایمان کو پکار لگائی اور اس صلیبی جنگ کی جانب متوجہ کیا' جو اُن کے دروازوں پر کھڑی تھی لیکن امت اُس سے بالکل بے خبر اپنے حال میں مست تھی... پھر شیخ رحمہ اللہ نے اس جنگ کو امریکہ اور مغربی ممالک کے اندر منتقل کیا... اس مبارک معرکہ کو سترہ سال بیت چکے ہیں اور اب گزشتہ چند سالوں سے صلیبی مغرب اپنی فطری روش کی طرف آ رہا ہے... وہی روش جو سابقہ صلیبی جنگوں میں اہلِ صلیب نے اُس وقت اپنائی جب اُنہیں مسلمان لشکروں کے ہاتھوں پے در پے شکستوں اور ہزیمتوں سے دوچار ہونا پڑا... تب اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کی شانِ اقدس میں گستاخیوں اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتضحیک کا منحوس سلسلہ شروع کیا، جس کی نحوست نے بالآخر اِن صلیبیوں کو بھی آن لیا اور انہیں صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں مکمل شکست ہوئی، یوں سابقہ صلیبی جنگوں کا خاتمہ مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی ذلت آمیز مات پر ہوا۔

آج کے متعصب صلیبی بھی اپنے تمام تر وسائل جھونک کر، ہر طرح کی جنگی ٹیکنالوجی استعمال کر کے، ظلم وستم کے سارے ہی وار آزما کر اور آتش وآہن اور گولہ بارود کی بارشیں برسا کر بھی مجاہدینِ اسلام کے سامنے عملی طور پر بے بس اور شکست خوردہ ہوئے ہیں تو یہ اپنے اُنہی ناپاک اور منحوس ہتھکنڈوں پر اُتر آئے ہیں... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہی کی بدولت اہلِ ایمان کے دلوں کی آباد ہے، ہمارے جسم وجان، مال ومنال، سیم وزر، آل اولاد، عزت وآبرو، عہدے ومناصب، دنیا کی ہر طرح کی عزیز سے عزیز ترین متاع بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر قربان! آج اہلِ

صلیب وصیہون، وقفہ وقفہ سے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہستی کا تمسخر اور مذاق بنانے کی مہمیں چلاتے ہیں...حالیہ دنوں میں ہالینڈ کے ملعون اور بدبخت سیاست دان 'گیرٹ ولڈرز' نے ایسی ہی ناپاک جسارت کرنے کی کوشش کی...اُس نے ایک مقابلے کا اعلان کیا جس میں تمام دنیا کے کافروں کو دعوت دی گئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے بنائیں اور بہترین خاکہ بنانے والے کو ۱۰ ہزار ڈالر انعام دیا جائے گا... یہ ایسی قبیح حرکت تھی کہ پوری دنیا کے مسلمان مشتعل ہوئے، سڑکوں پر آئے، احتجاج ہوئے، مظاہرے اور جلسے جلوس ہوئے، ہالینڈ کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہمیں چلائی گئیں لیکن ہالینڈ کی حکومت نے صاف کہہ دیا کہ ہم اس (ملعون) کو نہیں روک سکتے...ایسے میں فرانس میں مقیم ایک غیرت مند پاکستانی عاشقِ رسول نوجوان جنید لطیف گجر اُٹھا اور ہالینڈ پہنچ گیا...وہاں ہوٹل میں ٹھہرا اور ویڈیو بنا پر انٹرنیٹ پر جاری کر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کو قتل کرنے آیا ہوں۔ جنید لطیف کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و وفا بیان کرتے الفاظ تو سنیں، بار بار کہتا ہے:

''میں گناہ گار ہوں، سیاہ کار ہوں لیکن بے وفا نہیں ہوں۔ میں نے اپنے ماں باپ سمیت سب کو ناراض کیا لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی نہیں کر سکتا''۔

اسی دوران میں جیسے ہی امارتِ اسلامی افغانستان تک یہ خبر پہنچی تو امارت نے ۳۰/ اگست کو فوری طور پر اعلامیہ جاری کیا، جس میں افغان فوجیوں کو غیرت و حمیت کا احساس دلایا گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے رزیل دشمنوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہیں، اب یا تو اپنی بندوقوں کا رُخ افغانستان میں موجود ہالینڈ کے فوجیوں کی طرف کر لیں یا پھر مجاہدین کے لیے راستہ چھوڑ دیں اور ان ملعون فوجیوں کے ساتھ مجاہدین کو نمٹنے دیں! اس اعلان کے جاری ہونے کے چند ہی گھنٹوں کے اندر اندر ملعون گیرٹ ولڈرز نے اپنی جان کے خوف اور افغانستان میں ڈچ فوجیوں کی جانوں کو لاحق خطرات کے باعث یہ مقابلہ منسوخ کرنے کا اعلان کیا۔ یہ نیویارک ٹائمز کا تجزیہ اور خبر ہے کہ مجاہدین کے خوف اور ڈچ فوجیوں کی حفاظت کے پیش نظر یہ مقابلہ منسوخ کیا گیا۔ اس مردود نے ۲ ستمبر کو بیلجیئم کی ایک قوم پرست جماعت کی دعوت پر فلینڈرز شہر کا دورہ کرتے ہوئے بھی کہا کہ ''ایک پاکستانی مجھے قتل کرنے کے الزام میں گرفتار ہو چکا ہے۔ میرے خلاف فتوے جاری ہو چکے ہیں۔ مقابلے کو منسوخی افغانستان میں تعینات ڈچ فوجیوں کی جان بچانے کے لیے منسوخ کیا''... حقیقت ہے کہ شیطان کو گرانے کے لیے مومن کی ضربِ کاری ہی فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے!

یہ کفار پر مجاہدین کے رعب اور ہیبت کی نشانی ہے لیکن یاد رہے کہ اس ملعون نے اجتماعی مقابلہ منسوخ کیا ہے لیکن اپنی شیطانی حرکت سے باز نہیں آیا بلکہ یہ کہا کہ ''میں ذاتی طور پر اس مشن کو آگے بڑھاتا رہوں گا''۔ خبروں کے مطابق نومبر میں ہونے والے منسوخ شدہ مقابلے کے لیے بڑی تعداد میں خاکے موصول ہونا شروع ہو گئے تھے، جو کہ اب بھی اس خبیث کے پاس موجود ہیں۔ اسی لیے مجاہدینِ افغانستان نے صاف طور پر اعلان کیا ہے کہ ''ڈچ فوجیوں کے حوالے سے جاری کردہ اعلان واپس نہیں لیا گیا، ہالینڈ کی حکومت اور عوام براہ راست اس جرم میں شریک ہیں، کیونکہ اُنہوں نے اس شیطانی حرکت کے خلاف کوئی رد عمل نہیں دکھایا بلکہ اظہار رائے کی آزادی کا نام دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی کھلی اجازت دی، جس کی قیمت افغانستان میں موجود ڈچ فوجیوں کو ادا کرنا ہو گی!''

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان، جسے ''اسلام کا قلعہ'' کہلوایا جاتا ہے اور اس کی فوج کو ''ایمان تقویٰ جہاد'' والی فوج باور کروایا جاتا ہے...اس کی حقیقت بھی ہم بار بار اور تواتر سے آپ کے سامنے رکھتے رہیں گے تاکہ حجت بھی تمام ہو، اللہ کے سامنے پیش کرنے کو کوئی عذر بھی نہ رہے اور اس نظام اور فوج کے کریہہ چہروں کی پہچان بھی ہوتی رہے! اگست ۲۰۱۸ء کا آخری عشرہ ہی تھا جب روس میں چین، بھارت اور پاکستان کی ہونے والی مشترکہ فوجی مشقوں میں پاکستانی فوجی، ہندو فوجیوں کے ساتھ ناچ گا رہے تھے، اپنے ماتھوں پر تلک لگوا رہے تھے، آرتی اتروا رہے تھے اور پرساد کھا رہے تھے!

اسی طرح امریکی سینیٹر جان مکین اور سابق امریکی صدارتی امیدوار جان مکین، ۲۵/ اگست ۲۰۱۸ء کو کینسر کی بیماری کے سبب جہنم واصل ہوا تو پاکستانی آرمی چیف قمر باجوہ نے اس کے مردار ہونے پر افسوس کا اظہار کیا۔ ڈی جی آئی ایس پی آر میجر جنرل آصف غفور کے مطابق ''جنرل باجوہ نے امریکی

سینیٹر جان مکین کے انتقال اظہار افسوس کرتے ہوئے غمزدہ خاندان سے افسوس کا اظہار کیا ہے"۔ جنرل باجوہ نے کہا کہ "سینیٹر جان مکین نامور جنگی ہیرو اور اپنے ملک کے کامیاب نمائندے تھے، وہ پاکستان کے اچھے دوست تھے اور پاک امریکہ کے اچھے تعلقات پر یقین رکھتے تھے"۔ لیکن یہی پاکستانی فوج ہے اور یہی پاکستانی فوج کا چیف ہے کہ جس کی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ پر رکیک حملے کرنے والے صلیبی کافروں کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں نکلا! صلیبی چاکری کرتے کرتے خباثت اور شیطنت ان کی رگوں میں اس طرح سرایت کر گئی ہے کہ ان کے پاس ہندوؤں کے ساتھ ناچنے گانے اور ہندوانہ رسوم عبادت کرنے کا وقت ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے والے کافروں کے بارے میں سوچنے کی فرصت نہیں ہے! ایک ملعون کافر کی موت تو اِن کے ہاں افسوس اور تاسف کا سبب بن جاتی ہے لیکن فخر موجودات اور حبیبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات' ان کے لیے کسی شمار میں ہی نہیں آتی!!! یہی فوج ہے جس کے جنگی جہاز ۲۷ اگست کو پولینڈ میں کرتب بازی کا مظاہرہ کر رہے تھے، جب کہ اِنہی دنوں میں ہالینڈ کا ملعون سیاست دان' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے کے اعلانات کر رہا تھا... پولینڈ سے ہالینڈ کا فضائی فاصلہ ۹۴۸ کلومیٹر بنتا ہے، کوئی بھی جنگی جہاز ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں اڑان بھر کر یہ فاصلہ طے کر سکتا ہے... غیرتِ ایمانی اور حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ دلوں میں باقی ہوتا تو یہ چند سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے ہالینڈ پر بم باری کرنا کیا مشکل تھا؟ لیکن پاکستانی فوج کے جنگی طیاروں سے صرف دو ہی کام لیے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اہلِ ایمان کی بستیوں، مساجد، مدارس، بازاروں اور شہروں کو بم باریاں کر کے کھنڈر بنایا جائے۔ دوسرا یہ کہ کبھی دبئی، کبھی پولینڈ، کبھی لندن اور کبھی میلبورن میں منعقد ہونے والے ایئر شوز میں کرتب بازی اور تماشے دکھائے جائیں! رہی حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم' تو اُس کے لیے خالد لطیف جیسا نہتا اور بے سروسامان عاشق رسول تو دشمنِ رسول پر گھات لگانے کے ارادے پہنچ سکتا ہے لیکن یہ فوجی جہاز کبھی نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ نہتا عاشق اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی نہیں کر سکتا... اور یہ توپ و تفنگ اور جنگی طیاروں والے اپنے کافر آقاؤں سے بے وفائی نہیں کر سکتے!!! اِنہوں نے یا تو اپنے ملک میں بسنے والے اہلِ ایمان پر بم برسا کر زمین کو اُن کے خون سے رنگین کرنا ہوتا ہے یا پھر کافروں کے سامنے جہازوں سے رنگین دھویں چھوڑ کر اور سرکس نما تماشے کر کے کفار سے داد سمیٹنی ہوتی ہے!!!

اب ہمیں کوئی یہ سبق نہ پڑھائے کہ "پاکستانی فوج ایک ذمہ دار اور عالمی قوانین کی پابند فوج ہے، وہ بھلا کسی ملک پر یوں بم باری کیسے کر سکتی ہے؟"۔ ہم کہتے ہیں کہ جہنم میں جائے ایسی ذمہ دار فوج اور آگ لگے ان عالمی قوانین کو! ہمارے ملجیٰ وماویٰ، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ کے اذن اور رحمت سے جن کی شفاعت کی امید اور بھروسہ ہی روزِ حشر ہماری پہلی اور آخری امید ہوگا' جب یہ ناپاک اور رزیل کفار' اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حرمت اور تقدس پر کا ہی پاس نہیں رکھتے تو کوئی عالمی قانون معتبر نہیں رہتا اور ایسے میں ہم کسی گستاخ کافر ملک اور اُس کے باسیوں کے لیے کسی قسم کی کوئی رُو رعایت دینے کے قائل نہیں... جن دھرتی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر پر کیچڑ اچھالا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے بنائے جائیں، اُس پوری کی پوری سرزمین کو جلا کر بھسم کر دینا ہی ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے! ایمان کے یہ تقاضے' ایمان والے ہی پورے کریں گے!

اس لیے اے اہلِ ایمان! یہ زمانہ صفیں پہچاننے اور خیمے تلاش کرنے کا ہے! ایمان والوں کی صفیں پہچانئے! اہلِ عزیمت کے خیموں کو تلاش کیجیے! اسی طرح اعداء اللہ کی صفیں بھی دیکھ لیجیے اور کفر و نفاق کے خیموں پر بھی نظر رکھیے! ایمان و کفر کی اس جنگ میں جو بھی ایمان والوں کے ساتھ مخلص ہو گا اُسے اِس پہچان اور تلاش کے لیے زیادہ تگ و دو نہیں کرنا پڑے گی، ان شاء اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق' میدانِ جہاد و قتال میں سرگرم نظر آئیں گے، ایسی صورت میں اُن کے ساتھ ہو لیں، اُن کی نصرت و حمایت اور پشتی بانی کریں، اُن کے جہادی قافلے میں شامل ہو جائیں اور جو کوئی بھی اُن کے درپے دکھائی دے، بس فوراً پہچان لیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا دشمن ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا حمایتی اور ساتھی ہے! لہٰذا پھر بغیر کسی تردد کے فوری طور پر اُسے اپنے نشانے پر رکھیں، صلیبی جنگ میں اہلِ ایمان کے خلاف برسرِپیکار کفار اور اُن کے حامی و مددگاروں کو ایک ہی نظر سے دیکھیں اور ایک سا سلوک دونوں کے ساتھ رکھیں!

☆☆☆☆☆☆☆

نیت کی فضیلت اور حقیقت

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

نیت کی لغوی وشرعی تعریفیں:

اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ لفظ ''نیت'' کے معنی کیا ہیں؟ نیت کے معنی لغت میں قصد کرنے اور ارادہ کرنے کے ہیں، مگر حقیقت اس کی قصد اور ارادہ کے سوا کچھ اور ہے۔ یوں سمجھیے کہ نیت کی حقیقت یہ ہے کہ نیت ایک قلبی صفت اور کیفیت کا نام ہے، جو علم اور عمل کے درمیان میں ہے۔ اس کو مثال سے سمجھیے کہ مثلاً پہلے تو انسان کو علم حاصل ہوتا ہے کہ فلاں کام میں نفع ہے یا نقصان ہے، جیسے تجارت میں نفع ہونے کا کسی کو علم ہوا کہ اگر تجارت کی جائے تو نفع ہوتا ہے یا کھیتی کرنے سے غلہ پیدا ہوگا۔ یہ تو سب سے پہلا درجہ ہے، جو علم کا درجہ کہلاتا ہے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان عمل ترویج کر دے، جیسے تجارت کا مال خرید کر دکان میں لگا کر بیٹھ جائے یا کھیتی کرنے کے لیے ہل وغیرہ چلانا شروع کر دے، یہ عمل کا درجہ ہے اور ان دونوں کے درمیان جو چیز ہے وہ نیت ہے، جس سے عمل اور کام کرنے کی ایک آمادگی پیدا ہوئی، بس یہی نیت کا درجہ ہے۔

امام غزالیؒ نے اس کی تعریف اور حقیقت کو دو لفظوں میں بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

> انبعاث القلب إلى مايراه موافقا بغرضه من جلب منفعة أو دفع مضرة، حالا أومآلا
>
> ''کسی کام کے لیے دل کا کھڑا ہو جانا اور آمادہ ہو جانا کہ جس کو دل اپنی غرض کے موافق پاتا ہو، خواہ وہ غرض جلب منفعت ہو یا دفع مضرت ہو، عام ہے، اس سے کہ وہ غرض فی الحال ہو یا فی المال ہو''۔

اسی لیے فرماتے ہیں کہ

> ''اعمال کا دار و مدار دل کے کھڑے ہو جانے پر ہے۔ اگر دل خدا کے لیے کھڑا ہو گیا تو وہی حکم ہوگا اور اگر دنیا کے لیے کھڑا ہوگا تو وہی حکم ہوگا۔ غرض اعمال کی روح نیت ہے، اگر نیت اچھی ہے تو عمل بھی مقبول ہے ورنہ مردود''۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اعمال کی تین قسمیں ہیں: قسم اول تو وہ اعمال ہیں جو طاعت کہلاتے ہیں، مثلاً نماز، روزہ، صدقہ، خیرات وغیرہ اور دوسری قسم وہ کہ جو مباحات کہلاتے ہیں، یعنی جن کے نہ تو کرنے سے کوئی گناہ ہے اور نہ ان کو ترک کرنے سے کوئی گناہ، جیسے کپڑا پہننا، کھانا کھانا، خوش بو لگانا وغیرہ اور تیسری قسم اعمال کی معاصی ہیں، یعنی وہ اعمال جن کے کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے اور ان کے کرنے میں گناہ ہے۔

کن اعمال کا مدار نیت پر ہے؟

اب اس حدیث میں جن اعمال کا ذکر ہے اس سے اعمال طاعت اور اعمال مباح مراد ہیں۔ معاصی یعنی اعمال معصیت اس سے مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر طاعات اور مباحات میں نیت اچھی ہوئی تو نیت کے مطابق ان کی فضیلت بڑھ جائے گی، مگر گناہوں میں نیت خواہ کتنی بھی اچھی ہو وہ گناہ، گناہ ہی رہے گا۔ مثلاً کوئی شخص چوری اس نیت سے کرے کہ میں اس سے غریبوں کو کھانا کھلاؤں گا یا کوئی رشوت اس نیت سے لے کہ میں مسجد بنواؤں گا تو یہ چوری اور رشوت گناہ ہیں، رہیں گے اور اس پر کوئی ثواب مرتب نہ ہوگا۔ اس لیے معصیت میں حسن نیت کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ عمل معصیت کی بنا پر وہ اچھی نیت بھی فاسد ہو جائے گی۔

طاعت میں نیت خالص اللہ کے لیے کرنی چاہیے اور اس میں کوئی پابندی نہیں، ایک عمل میں جتنی نیتیں کر لو گے اتنا ہی ثواب ملتا چلا جائے گا، مثلاً مسجد میں حاضر ہونا عبادت ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے ساتھ یہ نیت بھی کر لے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہو رہا ہوں تو اس کو دو ثواب ملیں گے اور اگر کسی نے اس کے ساتھ یہ نیت بھی کر لی کہ مسجد اللہ کا گھر ہے، میں اس میں جا رہا ہوں اور جو کوئی کسی کے گھر جاتا ہے وہ اس کی زیارت کرنے کو جاتا ہے اس لیے میں اللہ کی زیارت کرنے کے لیے جا رہا ہوں تو ایک اجر اور مل جائے گا اور اگر کسی نے اس کے ساتھ یہ نیت بھی کر لی کہ کسی کے گھر جانے سے انسان اس کا مہمان ہوتا ہے تو میں خدا کا مہمان بننے کے لیے اور اس کی مہمانی کے مزے لوٹنے کو مسجد میں جا رہا ہوں تو ایک اجر اور بڑھ گیا اور اگر کسی نے یہ نیت بھی کر لی کہ مسجد میں نیک لوگ اور فرشتے ہوتے ہیں، لہٰذا ان سے برکت بھی حاصل ہوگی تو اس صورت میں ایک اجر اور بڑھ جائے گا اور اگر کسی نے یہ بھی نیت کر لی کہ میں تو روسیاہ اور گنہگار ہوں اور وہاں پر اللہ کے مقبول اور برگزیدہ بندے بھی ہوں گے اس لیے میری روسیاہی اور گنہگاری ان کی برکت سے دھل جائے گی تو اس نیت کا ثواب بھی بڑھ جائے گا اور اگر یہ نیت بھی ساتھ ملالے کہ جتنی دیر مسجد میں بیٹھوں گا، گناہوں سے محفوظ رہوں گا تو ایک اور اجر بڑھ جائے گا۔ نیز فقہاء نے لکھا کہ اعتکاف نفل چند گھنٹوں بلکہ چند منٹ کا بھی ہو سکتا ہے تو اگر مسجد میں آتے وقت اعتکاف کی بھی نیت کر لی تو اعتکاف کا ثواب بھی ملا۔

غرض اپنی عقل سے سوچ کر جتنی چیزوں کی نیت کرتے جاؤ گے اتنا ہی اجر بڑھتا جائے گا۔ آخرت کی تجارت میں انسان کو اپنی عقل خرچ کرنی چاہیے۔ غرض خدا تعالیٰ کا خزانہ کھلا ہوا ہے، وہاں ایک ہی نیت نہ کرو، بلکہ ایک ایک کام کی نیت کرو، تاکہ اجر بڑھتا چلا جائے، وہاں کوئی کمی نہیں اور نہ ہی دینے میں ان کو کوئی مشقت ہوتی ہے، جیسے صدقہ وخیرات کرنا ثواب کا کام ہے، مگر فقہا نے لکھا ہے صدقہ کے مستحق سب سے زیادہ اپنے قریبی عزیز ہیں، تو اگر کوئی صدقہ کرتے وقت اپنے عزیزوں کو دے اور نیت کرے کہ چونکہ یہ ضرورت مند ہیں، اس لیے ان کو اپنی حاجت رفع کرنے کے لیے دے رہا ہوں، تو دگنا ثواب ملے گا۔

صدقہ دینے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اصول:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اعزہ کو صدقہ دینے کے بارے میں ایک اصول اور ضابطہ بنا رکھا تھا، وہ یہ کہ بعض رشتہ دار تو انسان سے کسی وجہ سے ناخوش رہتے ہیں اور بعض خوش اور راضی ہوتے ہیں تو آپ ان رشتہ داروں کو دینا زیادہ پسند کرتے تھے، جو ناخوش رہتے ہیں اور قرآن مجید میں عباد مخلصین کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کا مسلک یہ ہے

لانرید منکم جزاء ولا شکورا

"ہم (صدقہ دے کر) تم سے بدلہ اور شکر گزاری کے طلب گار نہیں ہیں"۔

تو چونکہ شکریہ کا طلب کرنا بھی ایک طرح کا بدلہ چاہنا ہے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ روٹھے ہوئے رشتہ داروں سے شکر گزاری کی توقع نہیں ہوتی، اس لیے میں ان کو دینا پسند کرتا ہوں، یا مثلاً کوئی شخص بے نمازی ہے، اس کو اس نیت سے صدقہ دیا کہ جب میں اس کو دوں گا تو یہ مجھ سے مانوس ہو جائے گا اور پھر اس کو نماز کے لیے ترغیب دے دوں گا تو اس کا اجر بھی بڑھ جائے گا۔ اسی طرح دکان کھولنا، خوشبو لگانا، مکان بنانا وغیرہ، یہ سب کام مباح ہیں ۔ نہ ان کے کرنے میں کچھ گناہ ہے، نہ ثواب۔

مثلاً دکان اس نیت سے کھولی کہ اس کے ذریعے سے روپیہ کماؤں گا اور غربا اور مساکین کی مدد کروں گا اور مسلمانوں کو ضروریات مہیا کروں گا، تاکہ ان کو سہولت ہو اور کافروں سے خریدنے کی مسلمانوں کو ضرورت نہ رہے اور اس کی وجہ سے مجھے دنیا والوں سے استغنا ہو جائے گا اور روپیہ خدا کی راہ میں اور جہاد میں خرچ کروں گا، تو اب دکان تجارت گاہ نہیں، بلکہ عبادت گاہ بن گئی۔

تو دیکھیے کہ نیت کی برکت سے تجارت بھی عبادت بن گئی۔ اب اس کا ہر لمحہ گویا عبادت میں گزر رہا ہے۔ پھر اگر خدا کسی کو تجارت میں نفع دے اور خدانخواستہ اس کے دل میں تکبر اور علو پیدا ہو جائے تو یہ وبال ہے۔ مثلاً آپ اپنی دکان پر بیٹھے ہیں، سامنے میز بچھی ہے، بجلی کا پنکھا چل رہا ہے، سامنے ٹیلی فون رکھا ہے اور سامنے سڑک پر کوئی گدا گر فقیر خستہ حال گزرا تو اس کو دیکھ کر اپنی حالت پر ناز نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس کا لاکھ لاکھ احسان اور کرم ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے مجھے اتنا دے رکھا ہے وہ اگر چاہتا تو اس کا برعکس بھی کر سکتا تھا۔ ایسے وقت میں بجائے تکبر اور فخر کے، شکر کرنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ میرا فرض ہے کہ ایسے ناداروں کی خبر گیری کروں اور مجھ پر جو خدا کی نعمتیں مبذول ہیں ان کا شکر کروں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ "قیامت کے بعد جہنمی جہنم میں اور جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، جس کی کوئی مدت متعین نہیں"۔

حالانکہ جن لوگوں کو جہنم میں بھیجا جائے گا ان کے اعمالِ کفر محدود ہیں اور جن کو جنت میں بھیجا جائے گا ان کے اعمالِ صالح بھی محدود ہیں تو اس محدود کی جزا لامحدود کیوں مقرر کی گئی؟ حضرت حسن بصریؒ نے اس اشکال کا بھی جواب دیا ہے

"چونکہ عمل کرنے والے کی نیت دوام کی تھی، اس لیے جزا بھی دائمی مقرر ہوئی، کافر کی نیت یہ تھی کہ اگر ایک کروڑ سال کے عمر ملے تو کفر ہی پر قائم رہوں گا، اسی طرح مومن کی بھی یہی نیت ہے کہ کتنی ہی عمر دراز کیوں نہ ہو ایمان پر قائم رہوں گا، نیت چوں کہ دوام کی ہے، اس لیے جزا بھی دائمی ہے"۔

آج کل زمانہ ایسا ہے کہ لوگ دین اور عمل کے نام سے گھبرانے لگے ہیں، کہتے ہیں کہ نیت خالص کیسے ہو سکتی ہے؟ سو انسان کو گھبرانا نہیں چاہیے، بلکہ عمل شروع کرنے سے قبل ایک دفعہ اپنی نیت درست کرے، پھر بار بار نیت کرنے کی ضرورت نہیں۔

شیخ الہندؒ کا ارشاد:

حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسن دیوبندیؒ) فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کو چاہیے کہ عمل شروع کرنے سے قبل اپنی نیت درست کر لے، بعد میں اگر نیت میں کچھ خلل آئے تو پروا نہ کرے۔ شیطان اگر وسوسہ ڈالے تو التفات نہ کرے، جواب جاہلان باشد خموشی۔ ایک بزرگ تھے، انہوں نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ حضرت! عجیب کش مکش میں مبتلا ہوں، نفلیں پڑھنے کو دل چاہتا ہے مگر جب پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو ریا ہوتی ہے اور اگر ریا کی وجہ سے نہ پڑھوں تو نفلوں سے محروم رہتا ہوں، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ شیخ نے کہا کہ نفلیں تو ریا سے پڑھ لیا کرو اور بعد میں ریا سے توبہ کر لیا کرو۔ سو اس حکایت سے معلوم ہوا کہ انسان کو جو نیک کام کرنا ہو کر گزرے اور اگر بعد میں محسوس ہو کہ اس میں ریا و نمود کا شائبہ ہے، تو اس سے استغفار کر لے۔

شیطان سے بچنے کا راستہ:

نیت کی ایک عجیب فضیلت قرآن مجید سے سمجھ میں آئی ہے، وہ یہ کہ قرآن مجید میں ہے کہ جب شیطان مردود ہوا اور وہاں سے نکالا گیا تو اس نے کہا:

فبعزتك لاغوینهم اجمعین الاعبادك منهم المخلصین

"قسم ہے تیری عزت و جلال کی! میں یقیناً ضرور ان کو (یعنی اولاد آدم کو) گم راہ کروں گا، مگر جو ان میں سے تیرے مخلص بندے ہیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان سے بچنے کا راستہ سوائے حسن نیت اور اخلاص کے اور کوئی نہیں ہے اور اس میں کوئی مشقت نہیں کہ نیت کو کام کرنے کے وقت خالص کر لیا جائے اور اگر اس کے بعد بھی کسی کے دل کو تسلی نہ ہو اور دل اس سے راضی نہ ہو تو سمجھ لے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے، جو اس طرح مجھے نیک کام کرنے سے روک رہا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه وذريته اجمعين ،اما بعد:

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيًّا دَخَلَ النَّارَ

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو کوئی اس حال میں مرا، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو ،تو وہ جہنم میں داخل ہوا"...(یہ صحیح ابن حزیمہؒ کی روایت ہے)

ہم نے اسی مفہوم کی احادیث پہلے بھی دیکھی گذشتہ نشستوں کے اندر...ایک حدیث ہم نے یہ دیکھی کہ جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں داخل ہوا...یہاں اُس کے برعکس حدیث اسی کا دوسرا پہلو بیان کر رہی ہے کہ جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو، تو وہ جہنم میں داخل ہوا...حدیث مبارکہ کے ذیل میں چند باتیں عرض کرنا مطلوب ہیں...

شرک کی علمائے کرام نے مختلف اقسام بیان کی ہیں...مختلف اہل علم نے مختلف انداز میں بیان کیا ہے...مفہوم سب کا ہی ایک ہے...لیکن عنوان یا ترتیب بیان کرنے کی کچھ فرق ہو سکتی ہے...

جو معروف چار انواع اہل علم نے ذکر کیں، پہلے اس کے اوپر بات کر لیتے ہیں کہ شرک کی چار جو بڑی انواع ہیں:

شرک فی الذات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا...جیسا کہ نصاریٰ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں شریک کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہیں...یا ایک ہی وقت تثلیث کا، تین خداؤں کا عقیدہ رکھتے ہیں...یا جیسے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا...یا جیسے بعض لوگ خیر اور شر کے علیحدہ علیحدہ خداؤں کا تصور یا اس کا عقیدہ اختیار کیا، اُس باطل عقیدے پر ایمان لے کر آئے...جو کوئی بھی اس نوعیت کا عقیدہ رکھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک کرے، ایک سے زیادہ خداؤں کا قائل ہو تو اسی کو "شرک فی الذات" کہا جاتا ہے...

شرک فی الصفات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا...مثلاً وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا (ہمارے معاشروں میں جو لوگ موجود ہیں) کسی اور کی طرف اولاد ملنے کو منسوب کریں اور اُن کو اولاد ملے تو وہ وہاں جا کر چڑھاوا چڑھائیں...شکریہ ادا کریں یا شکرانہ دیں...اس طرح وہ لوگ جو یہ عقیدہ رکھیں کہ نفع اور نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے...اور بلائیں ٹالنے کے لیے بھی وہ کسی زندہ یا مُردہ انسان کی طرف رجوع کریں...اور اُس سے مانگیں اور اُس سے طلب کریں...اس طرح کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ بارش جو ہے وہ کسی اور کے قبضے میں ہے...اور کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ روزی کا ملنا اور برکت آنا فصلوں کے اندر، یہ کسی اور کی طرف سے ہے...

جو بھی اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں...اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے میں کسی کو شریک کرتا ہے...اس طرح اللہ تعالیٰ کے النافع اور الضار ہونے میں کسی اور کو شریک کرتا ہے...اللہ تعالیٰ کے المعز اور المذل ہونے میں کسی کو شریک کرتا ہے...تو یہ شرک فی الصفات کا مرتکب ہوتا ہے...

شرک کی یہ تمام صورتیں ہمارے معاشروں میں مروج ہیں اور لوگ خود کو مسلمان کہنے کے باوجود جاتے ہیں اور جا کر غیر اللہ کی طرف یہ ساری صفات منسوب کر دیتے ہیں...اور آپ ہی کے اوپر اور ہمارے اوپر مسلط جو روشن خیال جہلاء ہیں، وہ بھی آپ کو نظر آتے ہیں کہ شرک ہی کی اور انواع کے اندر ملوث ہیں...وہ حکمران طبقہ کہ جو امریکہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ نفع اور نقصان کا مالک ہے...اور جو آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے بارے میں عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ روزی کا مالک ہے اور جو روٹی پانی ہمیں ملتا ہے وہ اُس کے کرم اور اُس کی برکت سے ملتا ہے...اس کی مخالفت کی تو ہم بھوکے مر جائیں گے...یہ عقیدے آپ کو عام ملتے ہیں...

عزت کی تلاش میں ہمارے حکمران بھاگے بھاگے جاتے ہیں اور غیروں کے قدموں میں جا کر بیٹھتے ہیں...اور کفار سے عزت طلب کرتے ہیں...تو وہ وہاں پر اسی لیے جاتے ہیں کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عزت وہاں سے ملتی ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے...تو جس کا یہی عقیدہ ہو کہ

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

”عزت اللہ تعالیٰ کی ہے بالاصل اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر اہل ایمان کو معزز ٹھہرایا“...

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں جو عزت کا عقیدہ رکھے وہ اُسی کی طرف جائے گا اور اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرے گا...تو یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں...اسی طرح ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ قادر اور مقتدر اللہ تعالیٰ ہیں...جو لوگ یہ عقیدہ رکھیں جو مغرب میں آپ کو آج ملتا ہے اور مغرب کی طرف دیکھا دیکھی آج اس نے ہمارے ہاں بھی جگہ بنالی ہے...کہ نہیں پارلیمان مقتدرِ اعلیٰ ہے، Parliament Sovereign ہے...تو جو یہ عقیدہ رکھے کہ اقتدار اعلیٰ کا مالک جو ہے وہ عوام ہیں...اقتدارِ اعلیٰ کا جو مالک ہے وہ پارلیمان ہے...وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی غیر کو شریک ٹھہرا رہا ہے...اسی طرح پہلے بھی یہ مثال ذکر کی کہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے...جس کے سامنے، جس کے ارادے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا!

”فَعَّالٌ لِمَا يَشَاءُ“ ہے اور ”لاَ مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ“ ہے...لیکن امریکہ خود یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نہیں وہ اس مقام پر فائز ہے کہ وہ جو چاہتا ہے دنیا کے اندر کر لیتا ہے...جیسا کہ امریکہ کے صدر نے شیخ اسامہؒ کی شہادت کے موقع پر بیان دیا...تو یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک کی صورتیں ہیں...اسی طرح کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ امریکہ کو علم ہر چیز پے محیط ہے اور CIA کی نگاہوں سے کچھ مخفی نہیں ہے...یہ عقیدہ رکھنا بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک ٹھہرانے کے مترادف ہے...

ہم کسی شرعی اعتبار سے یا فتویٰ لگانے کے اعتبار سے بات نہیں کر رہے بلکہ ہم اس اعتبار سے بات کر رہے ہیں کہ ہر صاحبِ ایمان کو ہر مسلمان ہونے کے دعوے دار کو یہ سوچنا چاہیے کہ کتنے خطرناک اُمور ہیں...اور مقصود اس صریح غلطی کی طرف اور اس خطرناک جرم کی طرف توجہ دلانا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان کا حق ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات دونوں میں کسی کو شریک نہ کریں...

شرک فی العبادات:

اس طرح شرک کی اگلی صفت ہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا ...شرک فی العبادات ہے... عبادات میں کسی اور کو شریک کرنا...پہلے بھی ذکر آیا کہ طواف جو ہے وہ ایک عبادت ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہونی چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا طریقہ بھی ہمیں بتلا دیا...اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھلا دیا اور بتا دیا:

خذواعني مناسككم

”مجھ سے مناسک حج سیکھو“

مجھ سے سیکھو کہ کہاں اور کیسے اور کب یہ کام کرتے ہیں...لیکن پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اُمت ہونے کے دعوے دار قبروں کے گرد سیکڑوں میں نہیں ہزاروں میں نہیں لاکھوں کی تعداد میں طواف کرتے نظر آئیں اور اُس کو عبادت سمجھیں اور اُس کو کعبہ کے طواف کا متبادل سمجھے...تو یہ عبادات میں شرک ہے جو آپ کو کھلی آنکھوں سے اپنے معاشروں میں، افسوس کے ساتھ رائج نظر آتا ہے...

اسی طرح سجدہ ایسی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے سامنے کرنا زیبا نہیں... انسان کی تکریم کے خلاف ہے...اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت بخشی اور وہ اپنی پیشانی کو اپنے مالک اور خالق کے سوا کسی اور کے سامنے زمین پر ٹیک دے...لیکن یہ آپ کو نظر آتا ہے، ابھی کل ہی کی بات ہے کہ راجہ پرویز اشرف، خبروں کے مطابق بھارت گیا اور اُس نے وہاں پر جا کر اجمیر شریف کے اندر ماتھا ٹیکا! تو ماتھا ٹیکنے کا کیا مطلب؟ مطلب تو یہی ہوا کہ اس نے غیر اللہ کے سامنے سجدہ کیا، وہاں پر سر جھکایا...اس سے پہلے زرداری وہاں کا چکر لگا کے آیا ہے...تو یہ شرک کے کھلے مظاہر ہیں اور اس قسم کے بدعقیدہ لوگ آپ کی گردنوں پے مسلط ہیں...بہت ہی قابل تشویش صورت حال ہے...

اس طرح قربانی اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہے لیکن کوئی قربانی غیر اللہ کے نام پر کرے اور کسی دربار کے نام پر کرے اور کسی پیر کے نام پر قربانی کرے...اُس کی رضا حاصل کرنے کے لیے قربانی کرے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادات میں شرک کے مترادف ہے...

اس طرح کوئی صدقے اور خیرات غیر اللہ کے لیے کرے، کوئی سبیلیں غیر اللہ کے نام پر لگاتا ہے تو اس قسم کی جتنی بھی چیزیں ہمارے معاشرے میں مروج ہیں وہ سب کی سب شرکیات میں شمار ہوتی ہیں...اور آپ کو رافضی شیعوں کے بارے میں یہی چیز نظر آتی ہے کہ وہ جاتے ہیں اور وہ بھی قبروں کے اوپر سجدے کر رہے ہوتے ہیں...اور اپنے معاشرے کے اندر خود کو اہلسنت کہلانے والے بھی، جہاں پہ جہل عام ہو، وہاں بھی نظر آتا ہے کہ وہ بھی یہی سب کام کر رہے ہوتے ہیں...کہ عبادتیں غیر اللہ کے لیے ادا کی جارہی ہوتی ہیں...

اور اُس کو اللہ تعالیٰ ہی کے قرب کا ذریعہ سمجھا جا رہا ہوتا ہے... یعنی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے شرک کے ذریعے بھی کوئی راستہ موجود ہے نعوذ باللہ... تو پیارے بھائیو یہ شرک فی العبادات ہے...

شرک فی العادات:

اپنی عادات کے اندر یا اپنے اعمال کے اندر کسی ایسے عمل کو مرتکب جس کو احادیث نے کفر و شرک قرار دیا ہے... خصوصاً اگر عقیدۂ کفر و شرک اُس کے ساتھ شامل ہو، یا نیتِ کفر و شرک اس کے ساتھ شامل ہو... مثلاً نجومی کے پاس جانا اور اس سے غیب کا حال معلوم کرنا... تو حدیث میں آتا ہے کہ جو کوئی بھی نجومیوں کے پاس گیا:

فقد کفر بما انزل اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

''پس اس نے کفر کیا اس دین سے، اس شریعت سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی''...

نجومیوں کے پاس، کاہنوں کے پاس جانا، اُن سے اپنے مستقبل کے اُمور معلوم کرنا اور ان لوگوں کے پاس جا کر اپنے ہاتھ دِکھانا، جو اپنے آپ کو ہاتھوں کا ماہر (Palmist) کہتے ہیں... اور اُن سے اپنے مستقبل کے بارے میں پوچھنا... اُن سے پوچھنا کہ مجھے کتنی اولاد ملے گی؟ اور میں کہاں کہاں سفر کروں گا؟ اور مجھے کیا آئندہ کرنا چاہیے؟ اور کیا نہیں کرنا چاہیے؟ اور بلاؤں اور شر سے کیسے بچ سکتا ہوں؟ تو یہ عادات میں شرک ہے...

غیر اللہ کی قسم کھانا:

اس کو بھی علما نے اسی کے ذیل میں ذکر کیا ہے...

یہ وہ اُمور ہیں کہ شرک کی چار معروف صورتیں، جو افسوس کے ساتھ ہمارے معاشرے کے اندر بھی رائج ہیں اور ابھی بھی عام ہیں... ابھی بھی ان سب چیزوں کے اوپر دعوت دینے کی، بات کیے جانے کی اور قوت اور زور کے ساتھ بات کیے جانے کی اور اس کو موضوع بنانے کی ضرورت باقی ہے... تاکہ یہ اُمت جو اپنے رب سے محبت کرتی ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہے، وہ رب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ' ان دونوں کا مقام بھی پہچانے اور ان کے حقوق بھی پہچانے... جو تعلیمات اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بھیجی ہیں، وہ ان کا کم از کم ان کا خلاصہ یا مغز ہے جو اس کے اساس ہے توحید ' اُس کی حقیقت سمجھے... وہ رسالت اور اس کا مقام سمجھے... اور وہ آخرت اور اس کے حقائق سمجھے اور کم از کم وہ دین کی ان بنیادوں کے اوپر قائم ہونے والے بن جائیں... جب یہ عقیدہ دل میں راسخ ہو جائے تو اعمال خود بخود درست ہونا شروع ہو جاتے ہیں...

لیکن جب اِسی میں ٹیڑھ آ جائے اور جب یوں شرکیات اور بدعات عام ہوں... حکومتی سطح سے لے کر آپ کو ایک عام ریڑھی لگانے والے کے اندر، قدم قدم پر اس قسم کی چیزیں مل جائیں تو یقیناً تشویش کی صورت حال ہے اور اگر اس اُمت نے بطورِ اُمت، اس عزت کے راستے پہ چلنا ہے تو اُس کے لیے اس دین سے چمٹنا ہو گا... دین سے چمٹنا ہے تو اس میں اپنے ایمانیات کو اپنے عقائد کو ترجیحاً درست کرنا ہو گا... اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ایمان پر قائم رکھے... ہر قسم کے شرک اور ہر قسم کی بدعت سے ہمارے عقائد کو پاک فرمائے... اللہ تعالیٰ سچے ایمان کے اوپر ہمارا حشر فرمائے... آمین

سبحانك اللهم وبحمدك نشهد ان لا اله الا انت نستغفرك ونتوب اليك

وصلى الله على محمد وآله وصحبه اجمعين... برحمتك يا ارحم الراحمين

☆☆☆☆☆

''آج الحمد للہ! امارتِ اسلامیہ افغانستان کا یہ قافلہ کامیابی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ امریکی اتحاد کا حملہ ہوئے ۱۷ برس بیت گئے، اس عرصے میں وقت کے اس فرعون نے ہر قوت آزمائی، ایٹم بم کے علاوہ اس کے ترکش میں جو کچھ بھی تھا اس نے یہاں خالی کر دیا۔ ڈالر بھی خوب پھینکے گئے اور ضمیروں کی دکانیں بھی خوب سجائی گئیں۔ جو کچھ بھی اس کے بس میں تھا سب اس نے آزمایا مگر الحمد للہ! یہ سب بے سود ثابت ہوا۔ اللہ نے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کا اپنے رب پر وہ گمان سچا کر دکھایا، جب آپ نے فرمایا کہ: ''بش ہمارے ساتھ شکست کا وعدہ کرتا ہے جب کہ اللہ ہم سے فتح کا وعدہ کرتے ہیں، دیکھتے ہیں کس کا وعدہ سچا ہے''۔ الحمد للہ! امریکہ کا وعدہ جھوٹا تھا اور اللہ کا وعدہ سچا تھا اور سچا ہے! بس اللہ ہمیں اپنے رب کے ساتھ اپنے وعدوں کو سچا کر دکھائے اور اللہ ہمیں جہاد کے اس راستے پر استقامت دیں۔ امارتِ اسلامیہ کے قافلے کو امتِ مسلمہ کے مجاہدین اور مسلمانوں کو اللہ نے فتح دے دی، امریکہ کو شکست ہوئی اور اس شکست کو آج پوری دنیا دیکھ رہی ہے''۔

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

توہین رسالت کی سزا: احادیث کی روشنی میں

مولوی غیاث الدین

ان دنوں گستاخیِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دنیا بھر میں ایک ہنگامہ برپا ہے، اور عالم کفر اظہارِ رائے کی آزادی کے نام پر ناپاک جسارت کرنے پر تُلا بیٹھا ہے کہ وہ دنیا کی مقدس و متبرک ترین شخصیت کی من مانی توہین کی اجازت حاصل کرے۔ اس مسئلہ کی دیگر تفصیلات سے قطع نظر ذیل میں ان احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے جن میں دورِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں توہین رسالت کرنے والوں کے واقعات درج ہیں کہ رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسے گستاخان کے ساتھ خود کیا سلوک روا رکھا؟

یہ احادیث جہاں ایک مسلمان کے ایمان وایقان کو تازہ کرتی ہیں، وہاں اسلام کے اہانت انبیاپر غیر متزلزل موقف کی بھی عکاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اپنے نبی کے حقوق پورے کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالی عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

مَنْ سَبَّ نَبِیًا قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابَهُ جُلِدَ(الصارم المسلول، ص ۹۲)

"جس نے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے کسی صحابی کو گالی دی، اسے کوڑے مارے جائیں گے۔" (احکام اہل الذمہ لابن قیم ۱/۲۷۵)

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"اگر اس حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ نبی کریم کو گالی دینے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کئے بغیر قتل کیا جائے گا، نیز یہ کہ قتل اس کے لئے حدِ شرعی ہے"۔

اس سلسلے میں مختلف صحابہ کرام (رضی اللہ تعالی عنہما) کے فرامین حسبِ ذیل ہیں:

حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فرمان ہے:

لا واالله ما كانت لِبَشر بعد محمد (صلى الله عليه وسلم) (سنن ابوداؤد: ۴۳۶۳"صحیح')

"اپنی توہین کرنیوالے کو قتل کروادینا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ کسی کے لئے روا نہیں ہے"۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس ایک آدمی لایا گیا کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو برا بھلا کہتا تھا تو فرمایا:

من سبَّ اااللهِ أو سبَّ أحدا من الأنبياء فاقتلوه (الصارم المسلول: ص۴۱۹)

"جس نے اللہ کو یا انبیائے کرام (علیہم السلام) میں سے کسی کو گالی دی تو اسے قتل کر دیا جائے"۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حکم دیا کہ

"جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کی، اس کی گردن مار دی جائے"۔ (مصنف عبد الرزاق: ج۵/ص۳۰۸)

حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا فرمان ہے:

أَيُّمَا مُسْلِمٍ سَبَّ االلهِ وَرَسُولَهُ أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الأَنْبِيَاءِ فَقَدْ كَذَبَ بِرَسُولِ االلهِ (صلى الله عليه وسلم) وَہِیَ رِدَّةٌ يُسْتَتَابُ فَإِنْ رَجَعَ وَإِلاَّ قُتِلَ وَأَيُّمَا مُعَاہِدٍ عَانَدَ فَسَبَّ االله أَوْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الأَنْبِيَاءِ أَوْ جَہَرَ بِهِ فَقَدْ نَقَضَ الْعَہْدَ فَاقْتُلُوهُ(زاد المعاد ۶۰/۵)

"جس مسلمان نے اللہ یا اس کے رسول یا انبیا میں سے کسی کو گالی دی، اس نے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کی، وہ مرتد سمجھا جائے گا اور اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر وہ رجوع کرلے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا اور جو معاہدہ کرنے والا شخص خفیہ یا اعلانیہ، اللہ یا کسی نبی کو بُرا کہے تو اس نے وعدے کو توڑ دیا، اس لئے اسے قتل کر دو"۔

اسی حوالے سے دورِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واقعات اور ان پر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ردّ عمل ملاحظہ فرمائیں:

واقعہ کعب بن اشرف:

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بیان ہے کہ

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہاں! محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے میں اس سے کچھ بات کروں (یعنی میں اس سے مصلحت کے مطابق باتیں کروں، جن سے آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی برائی تو ہوگی، لیکن اس سے وہ میرا اعتبار کر لے گا) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہہ! (جو مصلحت ہو)۔ وہ کعب کے پاس آئے، اس سے باتیں کیں، اپنا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بیان کیا اور کہا کہ اس شخص (یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)) نے صدقہ لینے کا ارادہ کیا ہے اور ہمیں تکلیف میں ڈال دیا ہے۔ جب کعب نے یہ سنا تو کہنے لگا: بخدا ابھی تم کو اور تکلیف ہوگی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: اب تو ہم نے اس کی اتباع کرلی ہے اور اس کو اس وقت تک چھوڑنا بُرا معلوم ہوتا ہے، جب تک اس کا انجام نہ دیکھ لیں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے ایک وسق یا دو وسق قرض دے دو۔ کعب نے کہا: تم کیا چیز گروی رکھو گے؟ محمد بن مسلمہ نے پوچھا: تو کیا چاہتا ہے؟ کعب نے کہا: تم اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: تم تو عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت ہو، ہم اپنی عورتیں کیونکر تیرے پاس گروی رکھ دیں؟ کعب نے کہا: اچھا! اپنی اولاد گروی رکھ دو۔ محمد نے کہا: ہمارے بیٹے کو لوگ طعنہ دیں گے کہ کھجور کے ایک وسق کے لئے گروی رکھا گیا تھا۔ البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس گروی رکھ دیں گے۔ کعب نے کہا: ٹھیک ہے! پھر محمد بن مسلمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ میں حارث (بن اوس)، ابوعبس بن حبیب اور عباد بن بشر کو لے کر آؤں گا۔ یہ آئے اور رات کو اسے بلایا۔ جب وہ ان کی طرف جانے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: مجھے ایسے لگتا ہے جیسے اس آواز سے خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے کہا واہ! یہ تو محمد بن مسلمہ اور اس کا رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں اور باہمت مرد کا کام یہ ہے کہ اگر رات کو بھی اسے لڑائی کے لئے بلایا جائے تو چلا آئے۔ محمد (بن مسلمہ) نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ جب کعب آئے گا تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا اور جب وہ میری گرفت میں آجائے تو تم اپنا کام کر جانا۔ پھر کعب خوشبو لگائے ہوئے آیا تو اُنہوں نے کہا: تم سے کتنی عمدہ خوشبو آرہی ہے۔ کعب نے کہا: ہاں! میرے ہاں فلاں عورت ہے جو عرب کی سب عورتوں سے زیادہ معطر رہتی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اگر تم اجازت دو تو میں تمہارا سر سونگھ لوں۔ کعب نے کہا: ہاں اجازت ہے! محمد نے اس کا سر سونگھا، پھر پکڑا پھر سونگھا پھر کہا: اگر اجازت دو تو دوبارہ سونگھ لوں؟ اور اسے اچھی طرح تھام لیا پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: اس کا کام تمام کر دو! اُنہوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر دی"۔

(صحیح مسلم ۱۸۰۱، بخاری ۴۰۳۷)

نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کا اپنی گستاخ لونڈی کو قتل کرنا:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ایک نابینا شخص تھا، اس کی ایک (امّ ولد) لونڈی تھی جس سے اس کے دو بچے تھے، وہ اکثر اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بُرا بھلا کہتی۔ نابینا اسے ڈانٹتا لیکن وہ نہ مانتی، منع کرتا تو وہ باز نہ آتی۔ ایک رات اس نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کرتے ہوئے بُرا بھلا کہا، وہ شخص کہتا ہے: مجھ سے صبر نہ ہو سکا، میں نے خنجر اٹھایا اور اس کے پیٹ میں دھنسا دیا، وہ مر گئی۔ صبح جب وہ مردہ پائی گئی تو لوگوں نے اس کا تذکرہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں اسے خدا کی قسم دیتا ہوں جس پر میرا حق ہے (کہ وہ میری اطاعت کرے) جس نے یہ کام کیا ہے وہ اٹھ کھڑا ہو، یہ سن کر وہ نابینا گرتا پڑتا آگے بڑھا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ میرا کام ہے، یہ عورت میری لونڈی تھی اور مجھ پر بہت مہربان اور میری رفیق تھی۔ اس کے بطن سے میرے دو ہیرے جیسے بچے ہیں، لیکن وہ اکثر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بُرا کہتی تھی، میں منع کرتا تو نہ مانتی، جھڑکتا تو بھی نہ سنتی، آخر گزشتہ رات اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تذکرہ کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گستاخی کی، میں نے خنجر اٹھایا اور اس کے پیٹ میں مارا، یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: سب لوگو گواہ رہو، اس لونڈی کا خون رائیگاں ہے"۔ (صحیح سنن نسائی: ۳۷۹۴، سنن ابو داود: ۴۳۶۱ 'صحیح')

عمیر بن اُمیہ کا اپنی گستاخ بہن کو قتل کرنا:

حضرت عمیر بن اُمیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ایک بہن تھی۔ جب یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانے کے لئے نکلتے تو یہ اُنہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں اذیت دیتی اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالی دیتی، وہ مشرک تھی۔ ایک دن عمیر نے اس کے لئے تلوار لپیٹ کر ساتھ اٹھالی اور اس کے پاس آئے اور اس سے قتل کر دیا۔ اس عورت کے بیٹے کھڑے ہو گئے اور چیخنے لگے اور کہنے لگے: ہمیں معلوم ہے،

اسے کس نے قتل کیا؟ یہ کیسے ہوا کہ ہماری ماں قتل کر دی گئی جبکہ ان لوگوں کے ماں باپ بھی مشرک ہیں؟ جب عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خطرہ لاحق ہوا کہ وہ کہیں اس کے قاتل کی بجائے کسی دوسرے کو قتل نہ کر دیں تو وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور سارے معاملے کی خبر دی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کیا تو نے اپنی بہن کو قتل کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: تو نے اسے کیوں قتل کیا ہے؟ عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا: وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بُرا بھلا کہہ کر مجھے تکلیف دیتی تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس عورت کے بیٹوں کی طرف پیغام بھیج کر، ان سے قاتلوں کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کسی اور کا نام لیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں صحیح قاتل کے بارے میں بتایا اور اس عورت کا خون رائیگاں قرار دیا۔ (مجمع الزوائد ۶ / ۲۶۰)

بنو خطمہ کی گستاخ عورت کا قتل:

"حضرت عبد اللہ بن حارث بن فضل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

"عصما بنتِ مروان جو بنو اُمیہ بن زید خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور یزید بن زید بن حصین خطمی کی بیوی تھی۔ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا پہنچاتی، اسلام پر عیب جوئی کرتی اور لوگوں کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف اُبھارتی تھی اور اکثر یہ اشعار پڑھا کرتی تھی: "بنو مالک، نبیب اور عوف کی سرین اور بنو خزرج کی سرین کی تم پیروی کرتے ہو۔ کیا وہ تمہیں دوسرے سے پناہ دیتی ہے، جبکہ نہ اس سے مراد پوری ہوتی ہے اور نہ بچہ جنم لیتا ہے۔ تم سروں کے کٹنے کے بعد اس سے ایسے ہی امید کرتے ہو جیسے گوشت بھننے کے لئے لگائی گئی سلاخ سے شوربے کی اُمید کی جائے"۔

عمیر بن عدی خطمی کہتے ہیں:

"جب اس عورت کے یہ اشعار اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ترغیب مجھ تک پہنچی تو میں نے نذر مان لی کہ اے اللہ! اگر تو نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ لوٹا دیا تو میں اس عورت کو ضرور قتل کروں گا۔ اس روز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بدر میں تھے۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس آئے تو عمیر بن عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رات کی تاریکی میں اس کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس وقت اس کے ارد گرد اس کے بچے سوئے ہوئے تھے جن میں سے ایک کو وہ اپنا دودھ پلا رہی تھی۔ جب اس نے اپنے ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو اس کو لگا کہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ عمیر نے بچہ اس سے علیحدہ کیا اور اپنی تلوار اس کے سینے پر رکھی اور اس کے پیٹ کے پار اُتار دی۔ پھر وہ وہاں سے نکلے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب نماز سے فارغ ہوئے اور عمیر کی طرف دیکھا تو فرمایا: کیا تو نے مروان کی بیٹی کو قتل کر دیا ہے؟ عمیر نے جواب دیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان ہوں۔ عمیر کو ڈر محسوس ہوا کہ کہیں اس کے قتل کی وجہ سے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ناراض نہ ہوں۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اس کا مجھ پر کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اس بارے میں کوئی دو رائے نہیں۔ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے یہ محاورہ پہلی مرتبہ سنا تھا۔ عمیر کہتے ہیں! پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اگر تم کسی ایسے آدمی کو دیکھنا پسند کرو جس نے غیب میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصرت کی ہے تو عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عدی کو دیکھ لو۔ عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ اس نابینے کی طرف دیکھو جو کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت میں چلتا ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اسے نابینا مت کہو یہ تو بینا ہے۔ عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت سے واپس لوٹے تو اپنے بیٹوں کو لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر اسے دفن کرتے ہوئے پایا، جب ان لوگوں نے انہیں مدینہ کی جانب سے آتے ہوئے دیکھا تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: اے عمیر! کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟ عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا: ہاں! چاہو تو تم سب میرے خلاف تدبیر کر لو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم سب بھی وہی بات کہو جو اس نے کہی تھی تو میں تم سب کو اپنی تلوار سے قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا۔ یہی وہ دن تھا کہ بنو خطمہ قبیلے میں اسلام غالب ہوا اور نہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنی قوم کے ڈر سے اسلام کو حقیر سمجھتے تھے"۔

(المغازی للواقدی ۱ / ۱۷۳، ۶۴؛ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ۹۴، ۹۵، مجمع الزوائد: ۶ / ۲۶۰)

عبد اللہ بن خطل اور عبد اللہ بن ابی سرح کا واقعہ:

یہ شخص پہلے مسلمان ہو گیا تھا، آپ نے اسے عاملِ زکوۃ بنا کر بھیجا تو صدقات وصول کرنے کے بعد راستے میں اپنے غلام سے ناراض ہو کر اسے قتل کر دیا اور خود مرتد ہو گیا۔ صدقات کے اونٹ ساتھ لے گیا اور جا کر مشرکین مکہ سے مل گیا۔ یہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں ہجو گوئی کیا کرتا اور اپنی دو لونڈیوں کو کہتا کہ ان اشعار کو گا کر لوگوں کو سناؤ۔ قرتنی اور قریبہ اس کی لونڈیوں کے نام تھے۔ جن میں سے ایک ماری گئی اور دوسری نے امان کی درخواست کی جسے امان دے دی گئی۔ (الصارم المسلول: ۱۳۲، زرقانی شرح موطا: ۲/ ۳۱۵، ۳۱۴، المغازی: ۲/ ۸۶۰، ۸۵۹)

جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چار اشخاص اور دو عورتوں کے ماسوا سب کو امان دے دی۔ مُصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

"ان افراد کو جہاں بھی پاؤ حتیٰ کہ کعبہ کے پردوں سے لٹکے ہوئے بھی ملیں تو ان کو قتل کر دو: عکرمہ، عبد اللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح"۔

چنانچہ سعید بن حریث اور عمار بن یاسر نے عبد اللہ بن خطل کو (بیت اللہ کے پردوں پر لٹکا) پالیا تو سعید نے زیادہ جوان ہونے کی وجہ سے عمار پر سبقت کر کے اسے قتل کر دیا... جبکہ عبد اللہ بن سرح نے حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس پناہ لے لی۔ پھر جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا تو حضرت عثمان نے عبد اللہ کو وہاں پیش کر دیا اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سفارش کی کہ اس سے بیعت فرمالیجئے۔ آپ نے تین بار سر اُٹھا کر عبد اللہ بن سرح کو دیکھا لیکن اس کا اسلام قبول نہ کیا، آخر کار تیسری بار اس سے بیعت کر لی۔ پھر اپنے صحابہ سے گویا ہوئے: کیا تم میں کوئی سمجھ دار شخص نہیں تھا کہ جب میں عبد اللہ کی بیعت قبول کرنے سے انکار کر رہا تھا تو وہ عبد اللہ کو قتل کر دیتا؟ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے جواب دیا: ہمیں کیسے اس بات کا پتہ چلتا (کہ اس کو قتل کر دیا جائے)؟ آپ ہمیں آنکھ سے ہی اشارہ فرما دیتے تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب دیا کہ "کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آنکھوں سے اشارے کرے۔" فتح الباری میں عبد اللہ بن ابی سرح کا جرم ارتداد ذکر کیا گیا ہے۔ (۱۲/ ۹۵) جبکہ بعض دیگر کتبِ سیرت میں اس کو توہین رسالت کا مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔

(سنن نسائی: ۴۰۷۲، بخاری: ۱۸۴۶)

☆☆☆☆☆

بقیہ: نیت کی فضیلت

ایسے وقت میں اس سے کہہ دے کہ مجھے تیری کچھ پروا نہیں تو کتنا ہی مجھے بہکا اور میرے پیچھے پڑ، میں یہ کام کر کے چھوڑوں گا اور اگر پھر بھی دل میں کچھ خلش رہ جائے تو خدا سے دعا کرے کہ اے اللہ! میں کمزور ہوں، میری دست گیری فرما۔

ایک بزرگ کا واقعہ یاد آیا کہ ان کو حکومت وقت نے جیل میں بند کر دیا تو جیل میں ان کا معمول تھا کہ جب جمعہ کا دن آتا تو غسل کرتے، کپڑے بدلتے اور جب اذان کی آواز آتی تو جیل خانے کے دروازے تک تشریف لے جاتے، پھر لوٹ آتے، لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے:

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ

"جب جمعہ کے دن اذان ہو جائے تو تم اللہ کی یاد کی طرف دوڑو"۔

سو میں اس حکم کی تعمیل کرنے کے لیے تیاری کرتا ہوں اور جہاں تک جا سکتا ہوں چلا جاتا ہوں۔ تو اس طرح ان بزرگ کو جمعہ کی نماز پڑھنے کا ثواب مل جاتا تھا۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ شیطانی وساوس کی پروانہ کریں اور کہہ دیں کہ میں تو اللہ کی لیے اس کام کو ضرور کروں گا، تو بلا سے راضی ہو یا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہماری نیتوں کو درست فرمائے اور حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یا رب العالمین وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

"اے مجاہدین! رومی ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے لڑنے کے لیے آج صلیب تلے جمع ہوئے ہیں چنانچہ تم بھی جہاد ہی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھو، آج تم پر ایک بھاری زمہ داری آن پڑی ہے۔ اس کی ادائیگی میں اللہ کو نہ بھولنا!، اللہ کے بعد تم سے ہی کچھ توقعات وابستہ کی گئیں ہیں ان توقعات کو بھی یاد رکھنا اور مسلمانوں کی رسوائی کا باعث نہ بننا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (النساء: ۱۰۴)

"اِس گروہ کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو تمہاری طرح وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں اور تم اللہ سے اُس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں اللہ سب کچھ جانتا ہے اور وہ حکیم و دانا ہے"۔

محسن امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ

یہ غبار نہ چھٹنے پائے گا!

شیخ انور العولقی رحمہ اللہ
ترجمہ: ام ہمام

پھر ایک اور شاعر کا واقعہ ہے جس کا تعلق بنو بکر کے قبیلے سے تھا۔ بنو بکر قریش کے حلیف تھے اور ان کا یہ شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار کہتا تھا۔ ایک دوسرا قبیلہ بنو خزاعہ کا تھا۔ یہ بھی مشرکین تھے لیکن صلح حدیبیہ کی رو سے یہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ قبیلہ خزاعہ کے ایک نوجوان نے اس شاعر کے سر پر حملہ کر دیا جس سے وہ مرا تو نہیں البتہ زخمی ہو گیا۔ پھر وہ لوگ ایک وفد کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال سے آگاہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس کا خون بہہ گیا ہے، اسے قتل کر دو"۔

بعد ازاں جب مکہ فتح ہوا تو بنو بکر مسلمان ہو گئے اور نوفل بن معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شاعر کی بابت گفتگو کے لیے آیا۔ یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے خیانت کا مرتکب ہوا تھا۔ اس نے خزاعہ کے لوگوں کو مسجد حرام میں قتل کیا اور جب اس کے ساتھیوں نے جو کافر تھے اس سے کہا کہ اللہ سے ڈرو، تم مسجد حرام میں لوگوں کو قتل کر رہے ہو! تو اس نے جواب دیا تھا:

"آج کوئی خدا نہیں، اپنا بدلہ لے لو، اللہ کو بھول جاؤ، اپنا بدلہ لے لو!"

کس کا جرم زیادہ بڑا ہے نوفل کا یا اس شاعر کا؟ نوفل نے جو کام کیا تھا وہ آفت انگیز تھا لیکن پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ اور پھر یہ شخص اس شاعر کی سفارش کرنے کے لیے آیا اور کہنے لگا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اب توبہ کر کے مسلمان ہونا چاہتا ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توبہ قبول کر لی۔ میں نے آپ کے سامنے اسلام کے اولین دور سے چند واقعات رکھے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ علما اس مسئلے کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ البتہ اس مسئلے پر دو کتابیں تفصیل سے موجود ہیں، اگر کوئی مزید پڑھنا چاہے وہ ان کتب سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔ ایک کتاب کا تذکرہ میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول (شاتم رسول کے خلاف ننگی تلوار)۔ یہ پوری کتاب توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی ہے۔ دوسری کتاب فقہ مالکی کے عالم قاضی عیاضؒ کی "الشفاء فی احوال المصطفیٰ" ہے۔ یہ کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مشتمل ہے اور آخر میں توہین رسالت پر ایک باب موجود ہے۔ ابن تیمیہؒ کے قول سے ابتدا کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"جو کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے چاہے وہ مسلمان ہو یا وہ غیر مسلم ہو وہ واجب القتل ہے اور یہی تمام علما کی رائے ہے"۔

ابن المنذرؒ لکھتے ہیں:

"ہمارے علما کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا واجب القتل ہے"۔

امام مالکؒ، اللیثؒ، امام احمدؒ، اسحاقؒ، امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

الشفاء میں قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں:

"امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اسے بغیر کسی تنبیہ کے قتل کر دینا چاہیے"۔

ابن عتابؒ کہتے ہیں:

"قرآن اور سنت کا یہ تقاضہ ہے کہ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانا چاہے یا ان کی توہین کرے اسے قتل کر دینا چاہیے، چاہے کتنی چھوٹی بات ہو۔ امام مالک کا قول ہے: اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بٹن گندا ہے تو اسے بھی مار دینا چاہیے!"

سبحان اللہ! یعنی اتنی سی بات سے بھی اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے تو اسے بھی مار دینا چاہیے!

اس کے بعد قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں:

"اس کے علاوہ کوئی اختلافی رائے ہمارے علم میں نہیں، اس پر تمام علما کا اجماع ہے"۔

میرے بھائیو اور بہنو اگر آپ میں سے کسی نے اصول الفقہ پڑھے ہوں تو اسے معلوم ہو گا کہ اجماع 'حجت' ہے۔ اگر علما کا کسی بات پر اتفاق ہو جائے تو وہ قرآن اور سنت کے بعد حجت ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا تجتمع امتی علی ضلالة

"میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو گی"۔ (احمد)

الواقدی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے امام مالکؒ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبان استعمال کی تھی۔ ہارون رشید نے امام مالکؒ سے کہا کہ عراق کے فقہا نے اس شخص کو کوڑے مارنے کا فتویٰ دیا ہے۔ اس پر امام مالکؒ غصہ ہوئے اور کہا:

"اے امیر المومنین! امت زندہ کیسے رہ سکتی ہے جب کہ اس کے نبی کی توہین کی جا رہی ہو! جو کوئی انبیا کی توہین کرے وہ واجب القتل ہے"۔

میرے بھائیو اور بہنو! اس خطبے کے لیے تحقیق کرتے ہوئے مجھے بہت سے عجیب و غریب فتاویٰ ملے۔ اور یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ لوگ اللہ کے دشمنوں کو راضی کرنے کی کوشش میں کس قدر گر جاتے ہیں! ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ (المائدہ: ۵۲)

"آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے"۔

یہ منافقین ہیں اور ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے۔ ان کو ڈر لگتا ہے کہ اگر ہم نے حق بات کہہ دی تو کہیں ہم پر کوئی مصیبت نہ آ جائے۔ یہ لوگ اللہ سے زیادہ اللہ کے دشمنوں سے ڈرتے ہیں۔

اسلامی معاشروں کے لوگ فطری ردعمل کی وجہ سے سڑکوں پر نکل آئے کیونکہ جو کچھ انہوں نے سنا اس پر وہ غم و غصے سے بھر گئے تھے۔ ان سادہ مسلمانوں کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہیں۔ یہ محبت ان کی فطرت کا حصہ ہے! وہ کوئی عالم نہیں ہیں بلکہ بس سادہ سے مسلمان ہیں جنہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور یہی محبت انہیں احتجاج کے لیے کھینچ لائی۔ ممکن ہے ہم ان جلوسوں سے اتفاق کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں، اس کے فوائد اور نقصانات پر بات ایک الگ بحث ہے۔ لیکن اصل چیز جو دیکھنی چاہیے وہ جذبہ ہے جس کے تحت یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ یہ ان مسلمانوں کی فطری محبت کا تقاضہ ہے، اسی لیے انہوں نے پرچم وغیرہ نذر آتش کیے۔ ان حالات میں علما نے عوام کے سامنے ان کی اصل ذمہ داری اور شرعی حکم واضح نہیں کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے کہ:

لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ

علما کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے احکام چھپانے کے بجائے ان کو کھول کر بیان کریں۔ اس کے برعکس انہوں نے لوگوں کو مزید الجھن میں ڈال دیا اور بجائے اس کے کہ وہ عوام کو اللہ کے حکم سے آگاہ کرتے انہوں نے جلسے جلوسوں کی مذمت شروع کر دی، جھنڈے جلانے پر ان کی مذمت کی، سڑکوں پر نکل آنے پر ان کی مذمت کی اور کچھ علما تو اس حد تک بھی بڑھ گئے کہ ڈینش مصنوعات کے بائیکاٹ کی بھی مذمت کر دی اور کہنے لگے کہ

"یہ ہمارے اور ان کے درمیان اچھے تعلقات قائم کرنے میں مزاحم ہے اور ہمیں چاہیے کہ اپنے اختلافات مٹا کر ایک دوسرے کے قریب آ جائیں"۔

ان سارے بیانات میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا کیا بنا؟! آخر اس کے حوالے سے بات کیوں نہیں کی گئی اور اس کو کیوں نہیں واضح کیا گیا؟ اگر آپ حق بات نہیں کر سکتے تو کم از کم خاموش رہنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

من كان يومن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا او ليصمت

"جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے"۔ (صحیح بخاری، مسلم)

آج یہ لوگ علم کی دستار پہن کر لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور ان کے افعال کی مذمت کر رہے ہیں کہ ایسا مت کرو۔ لوگوں نے بھی کیا کیا؟ گھروں سے احتجاج کے لیے نکلے اور ڈینش مصنوعات کا بائیکاٹ کیا۔ حالانکہ یہ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کے بجائے گاندھی کے پیروکاروں کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں جنہوں نے فرمایا تھا:

انا نبی المرحمة وانا نبی الملحمة

"میں رحمت کا نبی ہوں اور میں جنگ کا نبی ہوں"۔ (بیہقی، ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا:

بعثت بالسيف بين يدى الساعةحتى يعبد الله وحده

"مجھے قیامت کے دن تک کے لیے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے یہاں تک کہ اللہ وحدہ، لاشریک کی عبادت کی جائے"۔ (مسند احمد)

اور فرمایا:

امرت ان اقاتل الناس

"مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

اور ایک مرتبہ قریش کے لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

جئتكم بذبح

"میں تمہارے پاس ذبح کا حکم لے کر آیا ہوں"۔ (مسند احمد)

ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار اور امتی ہیں گاندھی کے نہیں!! ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم کون ہیں اور ہم کس کی بات کر رہے ہیں۔ یہاں معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ یہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا معاملہ ہے!

اس کے بعد بات حد سے بڑھ گئی جب ایک سویڈش لارس ولز (Larce Wills) نے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے بنائے۔ نعوذ باللہ یہ الفاظ منہ سے نکالنا بھی مشکل لگتا ہے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ناپاک جانور کی شکل میں دکھایا (لعنۃ اللہ علیہ)۔ اور اس پر یہ بدمعاش آ کر ان لوگوں کے خلاف فتوے جاری کرتے ہیں جنہوں نے اس کو دھمکایا تھا! اس کفر کے خلاف آواز اٹھانے اور لوگوں کے سامنے حکم شرعی رکھنے

کے بجائے اگر زبان کھولی تو صرف مسلمانوں کی مذمت کے لیے! علم کے اس منصب کا تقاضا کہاں پورا ہو رہا ہے؟

اس کردار کا حق ادا کرنا چاہیے، حق کو صاف صاف کھول کر بیان کریں اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو علم کی یہ دستار اتار کر گھر بیٹھ جائیں۔ یہاں بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے! محمد بن مسلمہ نے کہا تھا: "جب تم دیکھو کہ میں نے اس کا سر تھام لیا ہے تو اس پر اپنی تلواروں سے حملہ کر دینا"۔ یہ تھے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار کرنے والے! افسوس آج ہم میں کوئی محمد بن مسلمہ نہیں! ہمیں اپنی جان، مال اور ہر ہر چیز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنا ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے۔ ہم ان علما کے بارے میں وہی بات کہہ سکتے ہیں جو قاضی عیاض نے کہی تھی کہ:

> "ہو سکتا ہے یہ وہ علما ہوں جن کا علم معتبر نہ ہو یا جن کے فتاویٰ قابل اعتماد نہ ہوں یا یہ وہ لوگ ہوں جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں"۔

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔ اگر سیرت میں اس کے برعکس ہمیں کوئی واقعات ملتے ہیں تو اس لیے کہ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر توبہ کر لی اور مسلمان ہو گئے تھے، اور اگر توبہ نہیں کی تھی تو ان کے لیے حکم شرعی یہی تھا۔
> آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا سب سے بڑا جرم ہے، اسی لیے اس کی سزا بھی دوسرے جرائم سے بڑھ کر ہے اور اگر ایسا کرنے والا حربی کافر ہو تو ہم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرنا واجب ہو جاتی ہے۔ اس کا خون بہانا بہت افضل اعمال میں سے ہے اور ایک ایسا عمل ہے جس کا وجوب بھی بہت زیادہ ہے۔ اس عمل میں جلدی کرنی چاہیے۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ کی اعلیٰ ترین صورتوں میں سے ایک ہے"۔

یہ تھے ابن تیمیہؒ کے الفاظ! ہمارے حق گو علما کے الفاظ!

اب ہم چند اعتراضات کی بات کرتے ہیں جو اس ضمن میں پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ واقعہ ہے جب کچھ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملاقات کے لیے آئے تو انہوں نے السلام علیکم کے بجائے 'السام علیکم' کہا جس کے معنی ہیں تم پر موت ہو۔ جب عائشہؓ نے ان کو برا بھلا کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہر چیز میں نرمی کو پسند کرتا ہے"۔ (بخاری)

لہٰذا ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمیں توہین رسالت کرنے والوں سے اسی طرح نرمی سے پیش آنا چاہیے۔ ابن تیمیہؒ اور قاضی عیاض نے یہاں بھی ہمیں خالی نہیں چھوڑا بلکہ اس اعتراض کا بھی جواب دیا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں:

> "یہ حدیث اور اس طرح کی دیگر احادیث اسلام کے اوائل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے بعد شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو معاف نہیں کرنا چاہیے"۔

یعنی ان کا کہنا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

> "پہلی بات یہ کہ اس میں بالکل واضح طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں کی گئی تھی کیونکہ یہ ایسے الفاظ تھے جنہیں سب نہیں سمجھ سکتے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو معاف کر سکتے تھے لیکن ہم نہیں کر سکتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔ ان کی مرضی ہے وہ معاف کریں یا نہ کریں کیونکہ ان کی توہین کی گئی ہے لیکن ہمیں معاف کرنے کا کوئی حق نہیں۔ مثلاً اگر کوئی مجھ سے پیسے چوری کرے اور آپ جا کر اسے معاف کر دیں! ایسا ہو سکتا ہے؟ آپ کیسے اسے معاف کریں گے؟ میں کروں تو کروں آپ کون ہوتے ہیں؟ اسی طرح یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اختیار ہے کہ وہ معاف کر دیں لیکن ہمارے پاس نہیں۔

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب ہم کسی کو معاف کرنے کے مجاز نہیں۔ جب لوگ ہمیں نقصان پہنچائیں تب تو ان سے درگزر کر سکتے ہیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائیں تب نہیں!"

ایک اور اعتراض جو پیش کیا جاتا ہے وہ یہ کہ کفار اللہ تعالیٰ کی توہین کرتے ہیں اور عیسیٰؑ کی بات کرتے ہوئے نعوذ باللہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہے۔ یہ توہین رسالت سے بھی زیادہ بڑی بات ہے۔

اس پر ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

> "جب وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسے کلمات کہتے ہیں ان کا مقصد اللہ کی توہین کرنا نہیں ہوتا بلکہ یہ ان کا ایمان ہے اور وہ اس پر سچے دل سے یقین کرتے ہیں۔ ان کی نیت توہین کی نہیں ہوتی البتہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بات کرتے ہیں تو ان کی نیت مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کی ہوتی ہے اور وہ اسلام کو نشانہ تضحیک بنانا چاہ رہے ہوتے ہیں۔ اسی لیے ان دونوں باتوں میں بہت فرق ہے"۔

خلاصہ کلام:

پہلی بات یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے میں کوئی فرق آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔ ان کا نام ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی وہ جس کی تعریف کی جائے۔ دن کے ہر لمحے میں دنیا کے مختلف حصوں میں، مختلف

اوقات میں کوئی نہ کوئی مینار ایسا ضرور ہوتا ہے جہاں اشھد ان محمدا لرسول اللّٰہ کی پکار بلند کی جارہی ہوتی ہے۔ اور کوئی ایسا لمحہ نہیں ہوتا جب فرشتے صلی اللہ علی سیدنا محمد نہ کہہ رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتیں نازل فرمارہے ہوتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وملائکتہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں"۔

دنیا کے ہر کونے میں مومنین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے ہوتے ہیں۔ اب یہ خبثا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ کہتے رہیں آپ کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ ہاں! لیکن ہمیں ضرور نقصان پہنچتا ہے! اگر ہم اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتے رہنے دیں تو ہمارے لیے یہ باعث گناہ ہوگا۔

دوسری بات، اگرچہ اس توہین سے ہمارے دل بہت مغموم ہو جاتے ہیں لیکن یہ اس بات کی نشانی ہے کہ کفار کی شکست اب قریب ہی ہے۔ ان شاء اللہ! کیونکہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:

"بہت سے قابل اعتماد، تجربہ کار اور فقہی علم رکھنے والے مسلمان شام کے شہروں اور قلعوں کے محاصرے کے تجربات بیان کرتے ہیں جہاں انہوں نے عیسائیوں کا محاصرہ کیا تھا۔ ہم کسی قلعے یا شہر کو ایک مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک کے لیے گھیرے رکھتے اور ہمارے محاصرے سے ان کو کچھ فرق نہیں پڑرہا ہوتا تھا، بس ہم ہمت ہار کر ہٹنے ہی والے ہوتے۔ لیکن پھر جب اس جگہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے تو ایک دن کے اندر اندر ہی قلعہ فتح ہو جاتا تھا۔ اسی لیے جب کبھی ہم سنتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کررہے ہیں ہم اسے فتح کی نوید سمجھتے۔ اگرچہ ہمارے دل نفرت سے بھرے ہوتے تھے لیکن ہم اسے بشارت کے طور پر لیتے تھے کہ یہ ہماری فتح کی نشانی ہے۔ سورہ کوثر کی آیت کا بھی یہی مطلب ہے:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَالْاَبْتَرُ (الکوثر)

"بے شک آپ کا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے"۔

یعنی اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو رسوا کردے گا"۔

توہین رسالت کے حوالے سے آج کا دور ہماری تاریخ کا بدترین دور ہے۔ توہین رسالت کا یہ سلسلہ ڈنمارک کے ایک اخبار سے شروع ہوا اور پھر بہت سی حکومتوں اور اخبارات نے آزادی رائے کے نعرے کے تحت ان سے اظہار یکجہتی کی۔ یوں یہ خاکے ساری دنیا میں پھیل گئے۔ اس کے بعد سویڈن میں بننے والے خاکے ہیں جن کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت میں دکھایا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر توہین آمیز کوئی چیز نہیں ہو سکتی!

اس کے علاوہ اللہ کی کتاب کے ساتھ جو سلوک کیا جارہا ہے وہ ناقابل بیان ہے! اسے ٹائلٹ پیپر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس پر نشانہ بازی کی مشق کی جاتی ہے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جس حد تک ہو رہا ہے، اگرچہ مسلمانوں کے دل اس پر رنجیدہ ہوتے ہیں لیکن یہ اس بات کی بھی علامت ہے کہ ان کفار کا انجام نزدیک ہے۔

آخری بات میرے عزیز بھائیو اور بہنو! جو ہمیں بحیثیت امت، بحیثیت مسلمان یاد رہنی چاہیے کہ چھٹی صلیبی جنگ کے دوران جب صلیبیوں نے مصر کے شہر دمیاط پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا اس وقت ایوبی امیر محمد کامل منصورہ میں ان سے جنگ کررہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ صلیبیوں میں سے ایک شخص تھا جو روزانہ باہر نکلتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتا تھا۔ مسلمانوں کے امیر محمد کامل کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح اس پر قابو پا کر اسے ختم کردے۔ انہوں نے اس کا چہرہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔

دس سال بعد صلیبی ہار کر لوٹ گئے لیکن وہ شخص مزید جنگ کے لیے شام کی طرف گیا جہاں وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ امیر کامل کو دس سال بعد بھی وہ شخص یاد تھا۔ انہوں نے اسے مدینہ بھیج دیا اور وہاں کے امیر کو حکم دیا کہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے سامنے جمعہ کے دن ذبح کیا جائے۔ دس سال تک انہوں نے اس شاتم رسول کو اپنے ہدف پر رکھا ہوا تھا!

میرے بھائیو اور بہنو! ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے درمیان ایسے مرد اور خواتین پیدا کرے جن کی تعریف اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (المائدہ:۵۴)

"وہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے"۔

ایسے لوگ جو کفار کو یہ باور کراسکیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرکے دراصل انہوں نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا ہے اور یہ غبار اب کبھی نہیں چھٹے گا!!! باذن اللہ

☆☆☆☆☆

"آج کی قیادت کے منصب پر براجمان ان سب لوگوں نے عوام کو دھوکہ دینے، انہیں ان منافق حکمرانوں کے گرد اکٹھا کرنے اور انہیں جہاد سے روکنے کا ذمہ اٹھا رکھا ہے۔ آخر کیا مشکل ہے ہمارے لیے کہ ہم ان کے سامنے کھڑے ہو کر ان منافقین سے بھی وہی کہہ دیں جو عبد اللہ بن ابی بن سلول سے کہا گیا کہ: 'بیٹھ جا اے اللہ کے دشمن، تو ہر گز اس کا اہل نہیں، تونے جو کرنا تھا وہ کر دکھایا'۔"

محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ

جمہوریت کا کارنامہ........ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جانا

مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ

قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ معروف مجاہد عالمِ دین اور جماعۃ قاعدۃ الجہاد برِّ صغیر کے امیر حضرت مولانا عاصم عمر صاحب حفظہ اللہ نے جمہوریت کے موضوع پر لکھی اپنی معتدل تصنیف "ادیان کی جنگ دینِ اسلام یا دینِ جمہوریت" میں قرآن وسنت کے نصوص، قدیم ومتاخرین فقہائے کرام اور برصغیر کے ماضی قریب کے علمائے حق کی عبارات کی روشنی میں اس سوال کو حل کیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں اہلِ جہاد کی جانب سے شروع کی گئی مبارک جہادی تحریکیں اور علمائے جہاد کی تحریرات امتِ مسلمہ کے لیے نعمتِ عظمیٰ ہیں کیونکہ غالب وغاصب جمہوری ظلم وجبر کے شکار ہونے کے نتیجہ میں بہت سے دینی معاملات پر دین کی حقیقی تشریحات کو بیان کرنے سے سرمو انحراف کیا گیا تو اس جبری ماحول میں انہی مجاہدین کے علمائے کرام نے اپنے سابقہ اسلاف کی اقتداء میں دین کو اپنی اصل شکل میں باقی رکھا اور اس کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دینے میں تمام مادی منافع پر اپنی آخرت ہی کو مقدم رکھا۔ فللّٰہ الحمد! (ادارہ)

جو لوگ جمہوریت کے ذریعے اسلامی نظام لانے کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہم نے اس نظام میں شامل ہو کر قادیانیوں کو کافر قرار دلوایا ہے۔ اسی طرح ایک دن ہم اسلامی شریعت بھی نافذ کرلیں گے۔ قادیانیوں کو کافر قرار دیے جانے کو مذہبی سیاسی قوتوں کا بہت بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے اور اس کو جمہوریت کے ذریعہ اسلام لانے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانیوں کے خلاف چلنے والی اس تحریک میں جن حضرات نے بھی حصہ لیا، ان کی نیت اچھی تھی اور ان کا مقصد قادیانی فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا، لیکن اس نظام کو چلانے والے مکار کارندوں نے یہاں بھی علما کو دھوکہ دینے کی کوشش کی اور قادیانیوں کو بچانے کے لیے اپنے شیطانی ذہن کو کام میں لائے۔

اس سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قادیانی، اسلام کی رو سے کافر اصلی ہیں، مرتد یا پھر زندیق؟ اہلِ علم حضرات جانتے ہیں کہ اسلام میں یہ تینوں اصطلاحاً الگ الگ مفہوم کے لیے استعمال کی جاتی ہیں اور ان کا حکم بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

قادیانی کافر اصلی تو ہیں ہی نہیں کیونکہ وہ پہلے سے خود کو مسلمان کہتے تھے۔ مرتد اس لیے نہیں ہیں کہ انہوں نے کفر کا ارتکاب کرنے کے باوجود خود کو کافر نہیں کہا تھا، بلکہ اپنے باطل نظریات کے ہوتے ہوئے خود کو مسلمان ثابت کرنے پر مُصر تھے۔ چنانچہ ان پر زندیق کی تعریف ہی صادق آتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں زندیق کا کیا حکم ہے؟ تمام اہلِ علم کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے توبہ کرلے تو توبہ قبول ہے، ورنہ گرفتاری کے بعد اس کو صرف قتل کیا جائے گا، توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

لیکن یہاں تو قادیانیوں کو کافر قرار دے کر ان کو ذمی سے مشابہ حیثیت دی گئی اور ان کی جان و مال کو ریاستی تحفظ فراہم کر دیا گیا۔ حالانکہ شرعی حکم یہ تھا کہ پہلے ان کو قادیانی عقیدے سے توبہ کا حکم دیا جاتا، توبہ کر کے صحیح مسلمان ہو جاتے تو ٹھیک تھا ورنہ ان کو قتل کیا جاتا۔ ان کو قادیانیت پر باقی رکھنا اور پھر ان کو ریاستی اور قانونی تحفظ فراہم کرنا گویا ان کے الحاد پر راضی ہونا اور بحیثیتِ جماعت ان کی حفاظت پر ریاست کو مامور کرنا ہے۔ حالانکہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ واجب القتل ہے۔ اگر اس کو کوئی اسلامی ریاست کی اجازت کے بغیر بھی قتل کر دے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔

اب آپ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ جس طبقے کا شریعت میں یہ حکم تھا کہ اس کی جان و مال مسلمانوں کے لیے مباح ہے اور کوئی بھی مسلمان ان کو بغیر ریاست کی اجازت کے قتل کر دیتا یا ان کا مال لوٹ لیتا تو شرعاً اس پر کوئی جرم نہیں تھا، اب اس طبقے کی جان و مال کو محترم قرار دے کر ان کی حفاظت کو ریاست کے لیے فرض قرار دے دیا گیا، حالانکہ قادیانی ابھی تک اسی زندیقیت والحاد پر قائم ہیں جس پر وہ اس سے پہلے قائم تھے۔ ان کے عبادت خانے پہلے سے زیادہ ہو چکے ہیں، ان کی تبلیغ پہلے کھل کر ہو رہی ہے۔ تو سوچئے کہ قادیانیوں کے ساتھ برا ہوا یا اچھا ہوا؟ یہ تو آپ نے ایک ایسی جماعت کو ریاست کا تحفظ فراہم کر دیا جس کو کسی بھی حال میں ملک میں رہنے کی اجازت ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو کافر اصلی سے بھی بدتر ہیں کیونکہ کافر اصلی پھر بھی ذمی بن کر کسی مسلم ملک میں رہ سکتا ہے، لیکن زندیق اور مرتد نہیں رہ سکتے۔ اس کے باوجود یہ یہاں ریاست کے امور میں اسی طرح دخیل ہیں جس طرح اور سب۔ اگر یہ کہا جائے کہ پہلے قادیانی مرتد تھے اور ان کی اولادیں کافر اصلی کے حکم میں ہیں، تو یہ خیال بالکل غلط ہے۔ قادیانی نہ پہلے مرتد تھے اور نہ اب کافرِ اصلی ہیں۔ شریعت کی نظر میں وہ کل بھی زندیق تھے اور آج بھی زندیق ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار مجاہدین نے لاہور میں قادیانیوں کے مرکز پر حملہ کیا تو بعض لوگوں نے یہ کہہ کر اس حملے کی مذمت کی کہ چونکہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جا چکا ہے لہٰذا اب وہ ذمی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض علم کا بوجھ لادنے والوں نے یہاں تک کہا کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 'قادیانیوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے (العیاذ باللہ۔ نقلِ کفر کفر نہ باشد)۔ حالانکہ تمام اہلِ علم کو معلوم ہے کہ قادیانی زندیق ہیں اور زندیق ذمی نہیں بن سکتا۔ لہٰذا جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا بڑا بہتان باندھا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اس ملعون طبقے کے ساتھ کھڑے ہوں گے جس نے ختمِ نبوت کے عقیدے کو لہولہو کرنے کی کوشش کی ہے، اور جو فرقہ براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ اور دشمن ہے... سو ایسا بھاری جملہ کہنے والوں کو توبہ کرنی چاہیے ورنہ اندیشہ ہے کہ قادیانیوں کی محبت کے جرم میں ان کو قادیانیوں ہی کے ساتھ اٹھایا جائے!

☆☆☆☆☆

علاج اس کا بھی کچھ غمِ جاناں ہے کہ نہیں!

مولانا حافظ ناصر مصطفیٰ حفظہ اللہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!

سب قسم کی تعریفیں اللہ ربّ العزت کے لیے ہیں۔ درود و سلام ہو ہمارے جانوں سے عزیز تر خاتم النبیین نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم پر جنھوں نے دینِ متین کی بالادستی اور اپنی امت کی دنیوی و اخروی کامیابی کے لیے پاؤں کی سُوجن سے دندانِ مبارک تک شہید کروائے۔ کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اصحابِ رسول (رضی اللہ عنہم) کی ارواح پر جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت فرماجانے کے بعد معاشرے میں پھیلنے والے تمام تر فتنوں کی سرکوبی کے لیے جہاد و قتال کا مبارک راستہ اختیار فرمایا۔ اللہ پاک راضی ہو جائے بعد میں آنے والے فقہائے عظام سے جنھوں نے احوالِ عالَم کا حقیقی ادراک کرتے ہوئے ایک ایک حادثہ وواقعہ کا شرعی حکم متعین کرنے میں کسی قسم کے جبر و اکراہ کی قطعی پروا نہیں فرمائی۔

''فتنۂ قادیانیت'' کا پس منظر اور پیش منظر:

برِّ صغیر کی آج سے لے کر پچھلے دو صدیوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو مسلمانانِ برِّ صغیر کہیں تو بلاواسطہ کفر و الحاد کے زیرِ تسلط ہیں، کہیں بالواسطہ مقامی طاغوتی آلہ کار جرنیلوں اور حکمرانوں کے ظلم و جبر میں زندگی کی سانسیں لے رہے ہیں۔ اس نفاقی و کفری بالادستی میں اسلامی اقدار کو معاشرے سے کلی مٹا کر اس کی جگہ مغربی و انگلستانی اقدار کو فروغ دینے میں ان شیطانی ٹولوں نے ہر ہر سطح پر اسلامی تعلیمات سے بے زار لبرل و سیکولر طبقوں کی سرپرستی کر رکھی ہے۔ آج اگر کوئی مسلمان کسی بھی معاملہ میں' چاہے وہ تعلیم و تعلم کا میدان ہو، چاہے وہ معاشرت و معاملات کا میدان ہو' حقیقی دین کی بالادستی کی کسی بھی سطح پر کوشش کرے تو اس کو حکومتِ وقت کی جانب سے شدید پریشانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس برِّ صغیر میں بسنے والی جتنی بھی اقلیات ہیں، اگر وہ اپنے مذہب کے تقاضوں اور تہواروں کو کسی بھی سطح پر منانا چاہیں تو ان کو یہ شیطانی ٹولہ تمام تر مراعات اور پروٹوکولز سے نوازتے نہیں تھکتا۔

یہ تو منظر نامے کے ایک رُخ کی تصویر کشی ہے، جس سے تمام اہلیانِ دین عوام و خواص متفق ہیں۔ منظر نامے کا دوسرا رُخ کچھ اس طرح ہے کہ برِّ صغیر میں ہمارے حکمران اور جرنیل اور ان کے آقاؤں کی سرپرستی میں دینی مسلّمات اور شعائرِ دین کی تضحیک و توہین کے لیے بھی باقاعدہ تنظیمات تشکیل دی گئیں، جن میں سرِ فہرست 'فتنۂ قادیانیت' ہے۔ مسلمانانِ ہند کے مابین یہ فتنہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزی سامراج کی باقاعدہ سرپرستی میں پھیلایا گیا۔ اس فتنہ کا بانی کون ہے اور تاحال یہ فتنہ کن لوگوں کے ہاتھوں پھیل رہا ہے؟ اس فتنہ کے تاسیسی مقاصد کیا تھے یا ہیں؟ اس فتنہ نے اپنے تاسیسی مقاصد کے حصول کے لیے کن کن دینی مسلّمات کا سہارا لے کر معاشرہ میں ارتداد کو فروغ دیا؟ ان سوالات کا مختصر مگر انتہائی جامع جواب 'امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے خادمِ خاص مرزا جانبازؒ کی تصنیف ''مسیلمہ کذاب سے دجالِ قادیان تک'' میں کافی و شافی ملے گا۔

بانی فتنۂ قادیانیت، مرزا غلام احمد قادیانی ملعون ہمارے معاشرے میں مدعیٔ نبوت کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ ملعون دینی مسلمہ حقیقت 'ختمِ نبوت' کا منکر ہو کر گستاخِ رسول بھی کہلایا جاتا ہے۔ اس ملعون مدعیٔ نبوت نے اپنی جاہلی و دجالی تعلیمات کی ترویج بھرپور طور پر کی، جس کے نتیجہ میں مسلم معاشرے کے اندر ارتداد کا کینسر نما مرض کثرت سے پھیلتا چلا گیا۔ اس متعدی وائرس نے تقسیمِ ہند سے پہلے اور بعد برِّ صغیر سمیت پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ انگریز نے ہندوستان پر قابض ہونے کے بعد حکومتی اور عوامی سطح پر کچھ فتنوں کی کامل افادیت محسوس کرتے ہوئے اُن کو پاک و ہند کی تقسیم کے بعد بھی بعینہٖ جاری وساری رکھا۔ مثلاً انگریزوں نے برِّ صغیر میں 'رائل انڈین آرمی' کے نام سے ایک افرادی عسکری قوت تیار کی، جنھوں نے فلسطین تک انگریزی ایما پر مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جو بالآخر قیامِ اسرائیل کا سبب بنا۔ یہود و نصاریٰ نے بھانپ لیا کہ ان کا مشکل ترین ہدف یعنی قیامِ اسرائیل اسی آرمی کی افرادی قوت سے ممکن بنا... تو کیوں نہ مستقبل میں ان سے داعیانِ دین سے نمٹنے کے لیے کام لیا جائے؟ چنانچہ تقسیم ہند کے بعد اس کرائے کے قاتلین ٹولے کو اپنی اصل صورت میں برقرار رکھا۔ بس 'رائل انڈین آرمی' ایک طرف انڈین افواج تو دوسری جانب پاکستانی افواج میں تبدیل ہو گئی۔ آج بھی جہاں دینِ متین کی حقیقی بالادستی قائم ہوئی اُس کو کچلنے یا جہاد و قتال کے ذریعے دین کی حقیقی بالادستی چاہنے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے ان دونوں ممالک کی یہ افواج ہر دم اپنے آقا امریکہ کے حکم کی منتظر رہتی ہے۔

اسی طرح 'فتنۂ قادیانیت' کا فائدہ آج تک مغربی قوتوں کو ملا ہے کہ جہاد و قتال کو دلائل کی دنیا میں عوام کے اذہان میں مشکوک کر دیا جائے۔ یوں دونوں فتنوں 'رائل انڈین آرمی' اور 'فتنۂ قادیانیت' کا مقصد انگریزی نظام کی بالادستی رہا ہے۔ فتنۂ قادیانیت اور رائل انڈین آرمی کا تاسیسی مقصد ہی جہاد و قتال کی عبادت کو مشکوک بنا کر مسلمانوں کو انگریز سامراج کے خلاف مزاحمت سے روکنا اور ان گوروں کی غلامی کو دوام دینا ہے۔ اس لیے آج قادیانیوں کا افواجِ پاکستان میں بآسانی بھرتی ہونا اور اہم حکومتی عہدوں پر فائز ہونا کوئی قابلِ تعجب بات نہیں ہے۔

''فتنۂ قادیانیت'' یا ''گستاخیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کا حقیقی حل:

''مسیلمہ کذاب سے دجالِ قادیان تک'' کے مصنف مجلس احرار کے مجاہد کبیر مرزا جانبازؒ نے اپنی اسی تصنیف میں فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کا حقیقی حل بتلاتے ہوئے فرمایا:

> ''اسلام کا یہ بنیادی مسئلہ تھا جسے علمائے دین باحسن طریق سمجھ سکتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ

بَعْدِی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تائید میں خالق کائنات نے فرمایا؛مَاكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اس شرعی حجت کے بعد علما کا یہ حق تھا کہ اول تو دجالِ قادیان اسی سلوک کا حق دار تھا جو سلوک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے کیا تھا... لیکن اُلٹا یہ دجالِ قادیان سے اس کے نبی ہونے کی دلیلیں مانگنے لگے۔ حالانکہ امام ابو حنیفہؒ نے صاف طور پر کہا کہ **"کسی مدعی نبوت سے اس کے سچا ہونے کی دلیل مانگنا بھی عقیدۂ ختم نبوت سے انکار کے مترادف ہے"۔**

مرتد اور اس کی سزا کے عنوان سے مرزا جانبازؒ فرماتے ہیں:

"دجالِ قادیان مرزا غلام احمد مدعی نبوت ہونے کے باعث شرعی اعتبار سے مرتد ہو چکا تھا لہٰذا شریعت نے مرتد کی کیا سزا مقرر کی، اس پر مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے رسالہ "الشہاب" میں لکھتے ہیں کہ "یوں تو قرآن کریم کی بہت سی آیات ہیں جو مرتد کے قتل پر دلالت کرتی ہیں لیکن ایک واقعہ جماعت مرتدین کے بحکم خدا قتل کیے جانے کا ایسی تصریح اور ایضاح کے ساتھ قرآن میں مذکور ہے کہ خدا سے ڈرنے والوں کے لیے اس میں تاویل کی ذرا گنجائش نہیں۔ نہ وہ محاربہ ہے، نہ قطع طریق، نہ کوئی دوسرا جُرم۔ صرف ارتداد اور تنہا ارتداد ہی وہ جرم ہے جس پر حق تعالیٰ نے اُن کے بے دریغ قتل کا حکم دیا ہے۔"

مرزا جانبازؒ کی تصنیف کا اقتباس ختم ہوا۔

"امت کے پہلے لوگوں کا راستہ اپنائے بغیر یہ امت ہر گز فلاح و کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتی":

فتنۂ قادیانیت اور حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کی سرکوبی میں دو باتوں کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے:

1. دورِ جدید کے جدید اسلوب میں کی جانے والی گستاخی سے امت کو دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں آگاہی دینا۔

- ہمارے معاشرے میں سیکولر اور لبرل طبقہ ' دین کی مسلّم تعبیرات کو عقل کے پیرائے میں ڈھال کر اسلاف کی قدیم تشریحات کو یکسر ٹھکرا دیتا ہے۔ دینِ متین کی وہ تعبیر و تشریح جو چودہ صدیوں سے تواتر کے ساتھ منقول چلی آرہی ہے، اُس کو یہ کہہ کر پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے کہ یہ مولویوں اور ملاؤں کا اپنا بنایا ہوا دین ہے۔ ایک سیکولر بد دین آدمی نے یہاں تک کہہ دیا کہ "میں قرآن کو مانتا ہوں، کون قرآن کی تعلیمات کا منکر ہو سکتا ہے؟ لیکن قرآن کی وہ تفسیر جو علما بیان کرتے ہیں، اُس کو قطعی نہیں مانوں گا"۔ جدید عقل پرست طبقہ کی من گھڑت دینی تشریحات اور ائمہ و فقہائے عظام کی مقبول تعبیرات سے متصادم خیالات کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے کے بعد ان کی دجالیت کو امتِ مسلمہ پر واضح کرنا یقیناً علمائے دین کا مذہبی فریضہ ہے۔ الحمدللہ ہر دور میں امت کے علمائے کرام نے اس فریضہ کو بخوبی انجام دیا ہے۔ دورِ حاضر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا مرتکب یہ لادین اور سیکولر طبقہ بھی ہے۔ پوری دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکوں کا شائع کرنا اور سوشل میڈیا پر حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جملہ بازی ان بدبختوں کا معمول بن چکا ہے۔ اس صورتِ حال میں جہاں علمائے کرام اور دینی طبقات کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کے کفریہ اقوال و افعال کا شرعی جائزہ لیں، وہیں ان سب کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ ایسے گستاخوں کی مکمل نشان دہی بھی کی جائے اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار عوامی طبقات میں یہ شعور اُجاگر کیا جائے کہ ان گستاخوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا شرعی راستہ کیا ہے۔ عوام کو یہ بتلایا جائے کہ مظاہروں، جلسے اور جلوسوں جیسے غیر منتج جمہوری جاہلی راستوں کو چھوڑ کر صحابیِ رسول محمد بن مسلمہؓ، غازی علم الدین شہیدؒ، عامر چیمہ شہیدؒ، فرانس میں چارلی ایبڈو پر حملہ آور شہدا کواشی برادرانؒ اور ممتاز قادری شہیدؒ کے مبارک راستہ کو مشعلِ راہ بنائیں۔ عوامی مجالس اور منبر و محراب میں ان شہدائے عظام کے عمل کی تحسین کی جائے۔ علمائے کرام اور مذہبی و دینی شخصیات اپنی تقاریر و تحاریر میں امت کو بتلائیں کہ گستاخِ رسول کو قتل کرنا ہی حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل ضامن ہے۔ عوام و خواص کو اس بات کی تحریض دِلانا انتہائی ضروری ہے کہ ان گستاخوں کے تعاقب میں چاہے جتنا بھی جانی و مالی نقصان اُٹھانا پڑے، اُس کی بالکل پرواہ نہ کریں کیونکہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر بسنے والی سب سے افضل ترین جماعت سیکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدعیٔ نبوت اور گستاخِ رسول مسیلمہ کذاب اور اس کے لشکر کے تعاقب میں اپنی مبارک جانیں رب تعالیٰ کے حضور پیش کر کے شہادت کی نعمتِ عظمیٰ پائی۔ ان مبارک ہستیوں کو مکمل استحضار تھا کہ جس معاشرے میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت محفوظ نہیں، اُس معاشرے میں چند فانی

مادی منافع کے حصول کی خاطر زندگی گزارنا کسی غیرت مند مسلمان کی شایانِ شان نہیں ہے۔

2. گستاخی کے مرتکب مرزائی یا سیکولر و لبرل طبقہ کو کعب بن اشرف اور مسیلمہ کذاب کی طرح انجام تک پہنچانا ہی حقیقی راستہ ہے۔

- ڈیڑھ صدی بیتنے کو ہے، فتنۂ قادیانیت دنیا میں اپنی جڑیں آج تک مضبوط کیے ہوئے ہے۔ سادہ لوح مسلم عوام ان کی دجالی تعبیرات اور مادی منافع کے جھانسے میں آکر اپنی قیمتی متاعِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ علما نے اُس طریق کو چھوڑ دیا جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے اپنایا تھا۔ مذہبی تنظیمات کے رہنماؤں نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے مسیلمہ کے خلاف طریقِ جہاد کو چھوڑ کر مناظروں کی مجالس اور کانفرنسوں پر زور رکھا۔ مرزا جانبازؒ کے مذکورہ اقتباس کی تائید امام مالکؒ کے مشہور قول "امت کے پہلے لوگوں کا راستہ اپنائے بغیر یہ امت ہرگز فلاح و کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی' سے بھی ہوتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کے تناظر میں اُٹھنے والے سوالات

- کن اقوال و افعال کی بنا پر گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم لاگو ہوگا؟
- گستاخی کے مرتکب شخص مسلم و غیر مسلم کی شرعی سزا کیا ہوگی؟
- آیا گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا حق صرف موجودہ زمانہ کی غالب غاصب حکومتوں کو ہے؟
- مسلمانوں میں سے کوئی مسلمان غیرتِ ایمانی کی وجہ سے انفرادی طور پر کسی گستاخ کا قتل کر دے تو دیگر عوام و خواص کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟
- پاکستان کے "آئین و قانون" میں مرزائیت کو کافر قرار دینے کو مسلم امہ کی حقیقی فتح سمجھنا درست ہے؟
- علمائے کرام کا اپنی تقاریر و تحاریر میں بار بار مرزائیت کو کفر کہنے میں آئین و قانون کا حوالہ دینا درست ہے؟
- علمائے کرام کا اپنی تقاریر و تحاریر میں بار بار مرازائیت کو کفر کہنے میں آئین و قانون کا حوالہ دینا موجودہ غالب جاہلی جمہوری نظام کو مضبوط کرنے کے مترادف ہو گا یا نہیں؟

ان سوالات کا تاریخی و شرعی جواب ملاحظہ ہو۔

کن اقوال و افعال کی بنا پر گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم لاگو ہو گا؟

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا یا برا کہنا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، نسب اور دین میں صراحتاً یا اشارتاً عیب اور نقص نکالنا۔
- مذاق اڑانے کے انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز سے مشابہت بیان کرنا۔
- کسی بھی انداز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے لعنت کے الفاظ بولنا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بد دعا کرنا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نقصان پہنچے کی تمنا کرنا۔
- قابلِ مذمت باتوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا اور خسیس قسم کی باتیں کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا۔
- دین کے راستے میں جو تکالیف اور آزمائشیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائیں، ان کے سبب عار دلانا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جائز بشری عوارض کو بنیاد بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کرنا۔ (نعوذ باللہ من ذلك)

گستاخی کے مرتکب شخص مسلم و غیر مسلم کی شرعی سزا کیا ہو گی؟

نبیٔ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کے مرتکب کی شرعی سزا میں امت کے تمام مکاتبِ فکر کا الحمد للہ اتفاق ہے کہ ایسے شخص کا حکم اُس کو قتل کر دینا ہے بالخصوص جب وہ بار بار گستاخی کا مرتکب ہو، اِس پر مُصر ہو اور یہ گستاخی اُس کا مقصدِ زندگی بن چکا ہو۔

مزید تفصیل جاننے کے لیے امت کے قدیم و متاخرین فقہائے کرام کی عبارات اور علمائے حق کے فتاویٰ کی مراجعت کی جا سکتی ہے۔ کراچی کی معروف دینی درس گاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے دارالافتاء سے جاری کردہ فتویٰ بعنوان "اسلام میں شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا" انتہائی قابلِ ذکر ہے۔ یہ مفصل فتویٰ' مدرسہ ہذا کے "فتاویٰ بینات" میں موجود ہے۔

مستفتی نے ملعون سلمان رشدی کی بابت تفصیلی سوال ارسال کیا، جس کے ایک ایک جزیے کا جواب مفتیانِ کرام کی طرف سے قرآن و سنت کے نصوص، فقہائے اربعہ اور دیگر فقہاءؒ کے اقوال کی روشنی میں دیا گیا۔ فتویٰ کے شروع میں ایک فقہی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

> "عام اہلِ علم کا مذہب ہے کہ جو آدمی خواہ مسلمان ہو یا کافر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے اس کا قتل واجب ہے۔ ابن منذرؒ نے فرمایا کہ

عام اہلِ علم کا اجماع ہے کہ جو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا ہے، اس کی حد قتل کرنا ہے"۔

اسی طرح علمائے اہلِ حدیث کے معروف انٹرنیٹ فورم "محدث فورم" پر اس حوالے سے تفصیلی تحریر "گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا اور اس کا انجام" کے نام سے موجود ہے، جس میں بہت ہی خوب صورت انداز میں احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو حل کیا گیا ہے۔ تحریر کی ابتدا یہاں سے ہے کہ

> "قرآنی نصوص، احادیث مبارکہ، عمل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، فتاویٰ ائمہ اور اجماع امت سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے کہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا قتل ہے اس کی معافی کو قبول نہ کیا جائے۔ لہٰذا مسلم ممالک کے حکمرانوں کو چاہیے کہ ان کے اس منافقانہ طرزِ عمل سے متاثر ہونے کی بجائے ایک غیور مسلمان کا موقف اختیار کریں"۔

آیا گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا حق صرف موجودہ زمانہ کی غالب غاصب حکومتوں کو ہے یا کوئی مسلمان انفرادی طور پر اُس کو قتل کر سکتا ہے؟

اس سوال کے جواب کو سمجھنے کا انحصار دورِ حاضر کی غالب وغاصب حکومتوں کی شرعی حیثیت جاننے پر ہے۔ منقسم برِّ صغیر یعنی پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں سے دو ممالک بھارت و بنگلہ دیش کی حکومتوں کا حکم شرعی نصوص اور حالاتِ حاضرہ کے تبصروں کی روشنی میں بالکل واضح ہے۔ جب کہ پاکستانی حکومت کا شرعی حکم سمجھنے میں یہاں کے مسلمانوں کو تھوڑی دشواری ہوتی ہے کیونکہ پاکستان کے بعض اہلِ علم حضرات بھی اس کو "اسلامی ریاست "باور کرواتے ہیں۔ تاریخی و شرعی تناظر میں بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ ایک غیر اسلامی مغربی جمہوریت کی علم بردار حکومت ہے، جس کے عملی نفاذ کی بقا کی خاطر قیامِ پاکستان سے آج تک نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نفاذ کے خواہاں علما اور عوام کو قتل کرنا ان کا بہترین مشغلہ وکاروبار ہے۔ یہ مسئلہ اُس بات سے مزید واضح ہو جاتا ہے جو جماعتِ اسلامی کے سابق امیر سیّد منور حسن صاحب نے اپنے ایک بیان میں فرمائی:

> "لوگ کہتے ہیں کہ ریاست کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں ہوتا... جس ریاست کے خلاف خود جہاد فرض ہو گیا ہو، اُس سے اجازت لینے کا کیا مطلب؟"

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ پاکستان میں عائلی قوانین کی منظوری کے بعد اِس کے دارالحرب ہونے کے متعلق سوچنا ہوگا۔ پاکستانی حکومت نے سود جیسے قطعی حرام کے پیش کردہ بل کو باقاعدہ مسترد کر دیا۔ ۹/۱۱ کے مبارک حملوں کے بعد امریکہ پوری طاقت کے ساتھ ایک ایسی ریاست (امارتِ اسلامیہ) پر حملہ آور ہوا، جس کے دارالاسلام ہونے پر عرب وعجم کے علمائے کرام اور شیوخ کا اتفاق تھا۔ خلافتِ عثمانیہ اور برِّ صغیر میں ۱۸۵۷ء سے پہلے قائم شرعی نظام کے سقوط کے بعد امت کو دو مرتبہ حقیقی شرعی اسلامی نظام میسر ہوا، ایک مرتبہ امام المسلمین سید احمد شہیدؒ کے زمانۂ جہاد میں سرحد کے بیشتر علاقوں میں یہ شرعی نظام قائم ہوا، دوسری مرتبہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہدؒ کی قیادت میں پڑوسی ملک افغانستان میں نظامِ شریعت کی ٹھنڈی چھاؤں میسر ہوئی۔ سید احمد شہیدؒ کے قائم کردہ نظامِ شریعت کو اُس وقت کے داخلی دشمن 'سکھوں نے تاراج کیا۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان میں قائم شرعی نظام پر امریکہ سات سمندر پار کر کے حملہ آور ہوا، جس کا فرنٹ لائن اتحادی نظام پاکستان بنا۔ دنیا جانتی ہے کہ امریکہ کے لیے پاکستان کی لاجسٹک سپورٹ کے بغیر امارتِ اسلامیہ کا سقوط بہت مشکل تھا۔ اس موقع پر نہایت اہم سوال نے جنم لیا کہ "کفر واسلام کے عین معرکہ کے وقت اگر کوئی مسلمان اہلِ کفر کی مکمل حمایت کرے تو آیا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو گا یا نہیں؟"۔ علمائے کرام اور اسلاف کی کتب کی مراجعت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان اپنی اس مذموم حرکت سے دائرۂ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

بچپن سے تعلیمی مکاتب سے لے کر منبر ومحراب تک یہ سننے کو ملا کہ محمد بن قاسمؒ ایک عظیم مجاہد ہوا ہے، جو ایک اسیر خاتون کی صدا پر راجہ داہر کے خلاف سندھ پر حملہ آور ہوا۔ اسلامی تاریخ میں اس مردِ مجاہد کا یہ عظیم کارنامہ آج تک ثبت ہے۔ جہاں محمد بن قاسمؒ کا نام آجائے تو فوراً یہ ذہن میں آتا ہے کہ راجہ داہر ایک مسلم خاتون کو قید کرنے کی بنا پر سفاک وظالم بنا۔

آج اسی سندھ میں غاصب حکومت وفوج، حکومتِ پاکستان وافواجِ پاکستان نے ہماری قوم کی عفت مآب والدہ، بہن اور بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو سرِ عام اغوا کر کے امریکی جابر حکومت کے حوالے کر دیا۔ راجہ داہر کی حکومت اور حکومتِ پاکستان کا جرم تو ایک ہی ہوا، تو پھر "سب سے پہلے پاکستان "کیوں؟ اس کے علاوہ بہت سی اس قوم کی مائیں اور بہنیں اپنے شوہروں سمیت لاپتہ ہیں۔ پاکستانی افواج اور یہاں کے حساس اداروں کی اندھیری کال کوٹھریوں میں اسیری کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ ان داہری جرائم کے بعد آج کا محمد بن قاسم "دہشت گرد" اور کل کا محمد بن قاسم اسلام کا ہیرو؟ مگر کیوں؟ ان تمام تر کفری جرائم کے ارتکاب کے بعد بھی پاکستان 'اسلامی ریاست کیسے ہو سکتی ہے؟ یقیناً ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی سامراج کے قبضہ کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا تاریخی فتویٰ کہ "انگریز کے مکمل قابض ہونے کے بعد ہندوستان دارالحرب بن چکا ہے" ۱۹۴۷ء کے بعد کسی صورت غیر مؤثر نہیں ہوا ہے۔

اب ہم اصل بات کی جانب توجہ کرتے ہیں "آیا گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا حق صرف موجودہ زمانہ کی غالب غاصب

حکومتوں کو ہے"؟ یہ حق تو فقط اسلامی حکومت کو بھی نہیں کہ ان کے ماتحت رہنے والا مسلمان کسی گستاخ کو قتل نہیں کر سکتا۔

اس کی مثال احادیث کی کتب میں ایک نابینا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جنہوں نے اپنی گستاخ لونڈی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر قتل کر دیا تھا۔ البتہ اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ضرور ہے کہ وہ ایسے گستاخوں کا قلع قمع کرے، ان کو قتل کر کے جہنم رسید کرے۔ لیکن غیر اسلامی اور کفریہ سلطنت کو یہ حق دینا مضحکہ خیز بات ہے۔ پاکستان نے گستاخ سلمان تاثیر کو کھلم کھلا گھومنے کی اجازت دے رکھی تھی جیسا کہ برطانیہ میں سلمان رشدی گھومتا ہے بلکہ پاکستان نے تو سلمان تاثیر کو نہایت اہم حکومتی عہدے پر بھی فائز کیا تھا۔ اس کے بر خلاف گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاتل مجاہدِ کبیر ممتاز قادری شہیدؒ کو کئی سال پسِ دیوارِ زنداں رکھا اور عدالت کے ذریعے پھانسی تک دے ڈالی۔

یہاں علمائے کرام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ مستفتی کے اس سوال کی تصحیح کریں کہ "ایک بدبخت شقی ازلی شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دینے والی اور اس کی پشت پناہی کرنے والی حکومت کے ساتھ دوستی یا کسی قسم کے تعلقات قائم رکھنا جائز ہے یا حرام؟" بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر جو حکومت ایسے گستاخوں کو بظاہر گرفتار کرے، پھر بحفاظت ان کو دیگر ممالک کے حوالے کر دے تو ایسی حکومت کا شرعی حکم کیا ہے؟

اس مختصر سی تفصیل کے بعد سوال ہذا کا جواب یہی ہے کہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عام مسلمان شہری بھی قتل کر سکتا ہے۔ چنانچہ پہلے ذکر کردہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فتویٰ میں مستفتی نے ملعون سلمان رشدی کے متعلق خاص استفتاء طلب کیا تو مفتیانِ کرام نے جواب دیا کہ

> "تمام اسلامی حکومتوں کے لیے ضروری ہے کہ اگر کافر، مرتد، زندیق سلمان رشدی ان کی حکومت کے ماتحت ہے تو فوری طور پر قتل کر کے اسے جہنم رسید کریں۔ اگر ان کی حکومت میں نہیں لیکن سفارتی تعلقات کے ذریعہ اس پر دباؤ ڈالنا کسی بھی طریقہ سے ممکن ہے تو اس پر دباؤ ڈال اس کو قتل کر دینا ضروری ہے ورنہ ایک بدبخت شقی ازلی اور شاتم رسول کو پناہ دینے والے یا اس کی پشت پناہی کرنے والے ملک سے تعلق اور دوستی رکھنا جائز نہیں ہو گا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:
>
> يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ
>
> "اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو"۔

آگے اسی فتویٰ میں مذکور ہے کہ

> "اور اگر حکومت اس امر عظیم کو انجام دینے کے لیے تیار نہیں ہے تو ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ طاقتِ بشری کے مطابق کوشش کر کے اللہ کی زمین کو شاتم رسول سے پاک و صاف کر دے کیونکہ یہ اظہارِ دینِ خداوندی کی تکمیل اور اعلائے کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے، جب تک زمین سے شاتم رسول کو ختم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک مکمل دین اللہ کے لیے نہیں ہوتا ہے جو اللہ نے دیا ہے۔
>
> وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ
>
> "اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ کا ہو جائے"۔
>
> اسی لیے صفحہ گیتی میں تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتا تھا اس کو قتل کر دیا جاتا تھا جیسا کہ کعب بن اشرف، یہودیہ عورت اور قبیلہ خطمہ کی عورت کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی وجہ سے اور اسلام کی مخالفت میں سر گرم عمل رہنے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا"۔

مسلمانوں میں سے کوئی مسلمان غیرتِ ایمانی کی وجہ سے انفرادی طور پر کسی گستاخ کا قتل کر دے تو دیگر عوام وخواص کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟

یہ سوال نہایت اہم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مدعیانِ نبوت یا گستاخ رسول کو شرعی حد کے مطابق قتل کیا گیا تو ہمیشہ دو رویے اور دو متضاد تعامل منظرِ عام پر آئے۔ یہاں ان دو رویوں اور متضاد تعامل کو واقعات کے تناظر میں دل کی روحانی آنکھوں سے دیکھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی نازک مسئلہ ہے۔ اس کے بعد خیر القرون کی افضل ترین ہستیوں کے رویہ بھی ذکر ہو گا تاکہ رویوں کے اس اختلاف کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش نظر رہے کہ

> وتفترق أمتي ثَلَاثًا وَسبعين فرقة كلهم فِي النَّار إِلَّا وَاحِدَة فَقيل يَا رَسُول الله من النَّاجِية فَقَالَ مَا أَنا عَلَيْهِ وأصحابي
>
> "میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، سوائے ایک فرقہ و جماعت کے تمام لوگ جہنم میں ہوں گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ فرقہ ناجیہ کون سا ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس (راستہ) پر مَیں اور میرے اصحاب ہیں"۔

یقیناً ان دو رویوں اور متضاد تعامل میں سے وہ رویہ اور تعامل کا راستہ ناجی ہو گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ستاروں کے مانند اصحاب رضی اللہ عنہم کا رویہ و تعامل ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کی بابت مسلم امہ کے خواص علما اور نام نہاد رہنماؤں کا رویہ و تعامل

- جب ممتاز قادری شہیدؒ نے سلمان تاثیر کو قتل کیا تو میڈیا پر لادین طبقہ نے شدید شور کیا اور بھرپور مذمت کی۔ دورِ جدید کا یہ صحافی طبقہ 'اسلام دشمنوں کے مظالم کی منظر کشی نہ الفاظ میں کرتا ہے، نہ ہی ان کے جدید کیمروں کی آنکھ ان کو محفوظ کرپاتی ہے۔ مغربی دنیا جانتی ہے کہ جب فرانس کے چارلی ایبڈو نے اپنے ملک کے صدر کی بیوی کے ایک سکینڈل پر مزاحیہ خاکے شائع کیے تو اس مزاحیہ رسالہ چارلی ایبڈو پر پابندی عائد کردی گئی، لیکن یہی رسالہ دوبارہ بحال ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاحیہ خاکے شائع کردیے... اللہ پاک 'کواشی برادران شہیدؒ' کی ارواح کو درجاتِ بلند عطا فرمائے کہ اُنہوں نے اس رسالہ کی ادارتی ٹیم کو واصلِ جہنم کیا تو پورا فرانس گورنمنٹ سمیت سڑکوں پر اظہارِ یکجہتی کو نکل آیا۔ یہ دو متضاد رویے اور تعامل ''کھرا سچ'' نامی پروگرام تک کو بھی دکھائی نہیں دیے۔ پوری دنیا کا میڈیا منظر نامے کی تصویر کشی یک طرفہ ہی کرتا ہے۔ یہاں بھی سلمان تاثیر کے اس شنیع فعل پر کوئی گفتگو نہ گئی کہ شرعاً ایسا آدمی مباح الدم اور واجب القتل ہے۔ اگر کوئی مسلمان انفرادی طور پر قتل کردے تو وہ قابلِ مواخذہ نہیں ہے۔
- ازلی نا اہل سابق وزیر اعظم نواز شریف نے لاہور میں قادیانیوں کے مراکز پر حملوں کے بعد پوری قوم کے سامنے کہا کہ ''قادیانی ہمارے بھائی ہیں''۔ فقہی جزئیہ واضح ہے کہ ''جو اس (گستاخ رسول) کے کفر میں شک کرتا ہے وہ بھی کافر ہے''۔
- ممتاز قادری شہیدؒ کے مبارک فعل (گستاخِ رسول کا قتل) پر باقاعدہ عدالتوں میں کیس چلایا گیا۔ یہ کیس مختلف مراحل سے گزرا، جس کی مختصر تفصیل وکی پیڈیا پر دیکھی جاسکتی ہے۔ پاکستانی عدالتوں کے جج صاحبان کے ریمارکس پر گہری نظر ڈالیں کہ کس بے باکی سے شریعتِ اسلامی کے ایک محکم حکم پر لب کشائیاں کی گئیں۔ کیس کے بالکل آخری مرحلے میں فوجداری قانون کی دفعہ ۳۰۲ کے تحت اِن کی سزا کو برقرار رکھتے ہوئے بالائی عدالت سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ نے اپنے ریمارکس میں کہا تھا کہ ''توہینِ مذہب کے مرتکب کسی شخص کو اگر لوگ ذاتی حیثیت میں سزائیں دینا شروع کردیں تو اس سے معاشرے میں انتشار پیدا ہوسکتا ہے''۔ یہ کس قدر دجالی تعبیر ہے! اللہ کے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس و عزت سے کھیلا جارہا ہو، یہ باعثِ انتشار نہیں... اگر کوئی صفحۂ ہستی کو گستاخ سے پاک کردے تو باعثِ انتشار؟ انا اللہ وانا الیہ راجعون!
- ابھی چند ایام پہلے حکومتی ایوانوں میں اراکین پارلیمان کے حلف نامہ میں ختم نبوت کی عبارت میں تبدیلی ببانگِ دہل کی گئی اور اس کفریہ فعل میں نام نہاد اسلامی جمہوریت کی علم بردار اور خود کو برِّ صغیر کے علمائے حق کی طرف منسوب کرنے والی ایک مذہبی سیاسی جماعت بھی ملوث ہوگئی، ہمارے اسلاف نے بالکل صحیح لکھا کہ حکمرانوں کی قربت کا ایک نتیجہ ان کے ناجائز و حرام افعال کی تائید کی صورت میں نکلتا ہے!
- مزید ڈھٹائی کا ثبوت دیتے ہوئے وزیرِ قانون پنجاب رانا ثناء اللہ نے جھوٹے مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کی مکمل حمایت کرتے ہوئے کہا کہ ''احمدی خود کو اقلیت ماننے کو تیار نہیں، ختم نبوت کے معاملے پر ان کا ہم سے معمولی اختلاف ہے اور قادیانی بھی مسلمان ہیں''۔ رانا ثناء اللہ کا حکم اس فقہی جزئیہ ''جو اس (گستاخ رسول) کے کفر میں شک کرتا ہے وہ بھی کافر ہے'' کے مطابق بالکل واضح ہوگا۔
- قادیانیت نواز پاکستانی آرمی نے اپنی پیدائش ہی سے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے پاکستان میں سڑکوں پر قتل عام کیا، تاریخی صفحات ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ آگے آنے والے عنوان ''عوام الناس کا رویہ و تعامل'' کے تحت اس امریکی غلام فوج کے کارنامے عوام ہی کی زبانی پڑھیے۔
- لاہور میں گڑھی شاہو اور ماڈل ٹاؤن میں قادیانیوں کے مراکز پر حملے ہوئے تو حکمرانوں سمیت کچھ حکومت نواز علما اور دینی تنظیموں کی شخصیات نے شدید برہمی کا اظہار کیا، انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک عالمِ دین نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہمارے خلاف یہ ایک منظم سازش ہے۔
- کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر مذمت کی کہ چونکہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا جاچکا ہے لہٰذا اب وہ ذمی ہیں۔ حالانکہ زندیق کو ذمی جیسے حقوق دینا، واضح علمی جہالت ہے۔ بعض علم کا بوجھ لادنے والوں نے کہا کہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم قادیانیوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ العیاذ باللہ!
- فرانس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے شائع کرنے والے بدنامِ زمانہ رسالہ چارلی ایبڈو کی ادارتی ٹیم کو جب کواشی برادران شہیدؒ نے قتل کیا تو فرانس کی حکومت نے چارلی ایبڈو سے اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے ملک گیر ریلی نکالی، جس میں نام نہاد اسلامی ملک ترکی کے صدر طیب اردگان نے بھی نپولین کی اولاد اور آئمۃ الصلیب کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر شرکت کرتے ہوئے ''ہم سب چارلی ہیں'' کے نعرے لگائے اور اظہارِ یکجہتی کیا۔
- قیامِ پاکستان کے متصل ہی ایک طرف فتنۂ قادیانیت کے زنادقہ معاشرے میں اپنے باطل نظریات پھیلانے میں سرگرم ہوئے تو دوسری جانب حکومتِ

پاکستان کے شعبۂ آرمی اور دیگر حکمران طبقے نے قادیانیت مخالف تحریکوں کے کارکنوں پر مستقل مظالم ڈھانا شروع کر دیے۔ اس صورتِ حال میں پاکستان کے نامور علمائے کرام نے اپنی کوششوں کا رُخ پارلیمنٹ کی جانب پھیر دیا کہ کسی طرح ان کو پارلیمنٹ کے ذریعے کافر قرار دیا جائے۔ علمائے امت کا یہ رویہ وتعامل شرعی تناظر میں تسامح کا شکار ہو گیا۔ اس لیے کہ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے خاص رفیق کار مرزا جانبازؒ کا یہ تحریری جملہ دوبارہ پڑھ لیں:

"اسلام کا یہ بنیادی مسئلہ تھا جسے علمائے دین باحسن طریق سمجھ سکتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی للہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا؛ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تائید میں خالق کائنات نے فرمایا؛ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اس شرعی حجت کے بعد علما کا یہ حق تھا کہ اول تو دجالِ قادیان اسی سلوک کا حق دار تھا جو سلوک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے کیا تھا... لیکن اُلٹا یہ دجالِ قادیان سے اس کے نبی ہونے کی دلیلیں مانگنے لگے۔ حالانکہ امام ابو حنیفہؒ نے صاف طور پر کہا کہ "کسی مدعی نبوت سے اس کے سچا ہونے کی دلیل مانگنا بھی عقیدہ ختم نبوت سے انکار کے مترادف ہے"۔

پارلیمنٹ میں دینی مسلّمات کی قانون سازی کروانا شرعاً وعقلاً بہر صورت درست نہیں ہے۔ شرعاً اس لیے کہ محکم دین کے احکامات کو پارلیمنٹ سے منظور کروانے کی سعی کرنا ایسا ہے جیسے گویا وحی کے نزول کے بعد رئیسانِ مکہ کے بنائے گئے دارالندوۃ میں جبرائیل امین علیہ السلام کے لائے گئے احکامات کو منظوری کے لیے پیش کیا جائے، تمام مشرکین اراکین مکہ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وبعثت کا مسئلہ پیش ہو، مکہ کے رہائشی مسلمان اور کفار اس پر مباحثہ کریں کہ آیا "محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے پیامبر ہیں یا نہیں؟"

کیا آج کے غیرت مند مسلمان کے خواب وخیال میں یہ منظر تصور میں آسکتا ہے؟ یقیناً ایسا تصور کرنا ہی ناممکن ہے چہ جائیکہ یہ حقیقت کا روپ دھارلے۔ بالکل اسی طرح دورِ جدید کے دارالندوۃ یعنی 'پارلیمنٹ' میں قادیانیوں کو کافر قرار دلوانے کے واسطے بل منظوری کے لیے پیش کرنا ہے۔ کتنی مضحکہ خیز اور قابلِ تعجب بات ہے کہ پارلیمنٹ میں دین سے نابلد اور انگریزی غلامی کے دلدادہ اور علمائے حق کے قتل کے مرتکب اشخاص کا نااہل ٹولہ موجود ہو، اُن کے سامنے گستاخِ رسول اور حرمتِ رسول کے حقیقی پاسبان کھڑے ہوں اور ایک محکم اور قطعی حکم کے متعلق یہ بحث ہو رہی ہو کہ "مرزا غلام احمد نبی ہے یا نہیں؟"

انبیائے کرام کے وارثین کا کام تو یہ تھا کہ ان ظالموں کے رُوبرو اسی طرح کلمہ حق سے گویا ہوتے جس طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وقت کے ظالم تاتاری کو اس کے دربار میں جا کر للکارا اور کلمہ حق کہا یہاں تک کہ اس کی رانوں پر ہاتھ مار مار کر اُس کو جھنجھوڑا۔ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں امتِ مسلمہ کے خواص کا یہ انتہائی افسوس ناک رویہ دیکھنے کو ملا، جو تاریخ کا بدترین سیاہ باب ہو گا۔ ان رویوں کو دیکھ کر، سن کر اور پڑھ کر آخر مسلم عوام کیوں نہ ظالم حکمرانوں کی فریب کاریوں کا شکار ہو جاتی ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ ہمارے معاشرے کی مذہبی اور دینی شخصیات کا نبوی رویہ وتعامل کو چھوڑ دینا ہے۔

معاشرے میں موجود امت کے علمائے کرام اور دینی شخصیات کو چاہیے کہ وہ عوام الناس کو بتلائیں کہ اس وقت حکومتِ پاکستان کی ستر سالہ تاریخ کا مطالعہ کریں جس میں انہوں نے دین دشمنی میں تمام حدیں پار کر دیں۔ بالخصوص فتنۂ قادیانیت کے حوالے سے واقعات کا جائزہ لیں تو ان مدعیانِ نبوت کے خلاف عوامی ردِ عمل پر یہاں کی افواج، عدالتوں اور حکومتی کارندوں نے ایک مرتبہ نہیں کئی بار عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل عام کیا، انھیں گرفتار کرکے لاپتہ کی فہرست میں ڈال دیا اور بہت سوں کو جیلوں سے نکال کر جعلی پولیس اور رینجر مقابلوں میں بے دردی سے شہید کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

ہمارے فقہائے کرام نے احادیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ جو اپنی گستاخی پر اصرار کرے تو اس کی توبہ بھی قابلِ قبول نہیں، اسے بہر صورت قتل کیا جائے گا۔ اس حکم کی عملی تنفیذ کے بجائے ہمارے علمائے کرام نے امت کو پارلیمنٹ کے عیاروں کی قدم بوسی کا راستہ دکھلایا۔

حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس داری کا معاملہ ہو یا دین کے دیگر شعبہ جات کی عملی تنفیذ کا مسئلہ، ان کے عملی نفاذ کا راستہ پارلیمنٹ، عدالتوں اور ایوانوں میں بیٹھے بدکار، خائن اور دین دشمنوں کے سامنے بھیک مانگنا اور معذرت خواہانہ لہجہ اپنانا ہرگز نہیں! کیا اللہ پاک نے اپنی حجت تمام نہیں کر دی کہ ممتاز قادری شہیدؒ کو پھانسی دینے کے بعد "پارلیمنٹ میں قادیانیوں کو کافر قرار دیا جانا" رسالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھلا مذاق ہے؟

کل تک ان کے آباؤ اجداد قرار دادِ مقاصد میں ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مذاق کر چکے ہیں کہ "حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے"۔ سن ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کے کافر ہونے کا قانون پاس کیا گیا... اس سے پہلے سن ۱۹۵۳ء میں پاکستانی افواج نے حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالوں کا بے دریغ قتل عام کیا، یعنی قانون میں گستاخ رسول کی سزائے موت کی شق بننے سے پہلے اور بعد کوئی قتل ہوا تو گستاخِ رسول کے قاتلین یا حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاہد! اس کے برعکس جن کے لیے قانون بنا وہ بحفاظت اپنے تبلیغی کارنامے اور جدوجہد معاشرے میں کھلم کھلا بیان کر رہے ہیں۔ تو پھر یہ قانون جمہوری دجل و فریب نہیں تو اور کیا ہے؟ فیا للعجب! اس کی مثال انتہائی معذرت کے ساتھ "پارلیمنٹ میں شرعی مسلمات کی قانون سازی کروانا بیت الخلاء کی دیواروں پر قرآنی آیات اور مقدس دینی تعبیرات لکھنے کے مترادف ہے"۔

(جاری ہے)

اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف مغرب کی جنگ

شاہنواز فاروقی

اسلام اور عیسائیت کی پندرہ سو سالہ تاریخ میں صلیبی جنگ ایک نہیں دو ہیں۔ ایک وہ جو ۱۰۹۹ء میں شروع ہو کر دو سو سال جاری رہی، اور دوسری وہ جس کا آغاز ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ہوا اور جو مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی تاحال جاری ہے۔ مگر مسلمانوں کا مسئلہ یہ ہے کہ ان کی عظیم اکثریت کا کوئی ''تاریخی شعور'' ہی نہیں۔

چنانچہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ پہلی صلیبی جنگ کے محرکات کیا تھے؟ وہ کیوں اور کیسے شروع ہوئی تھی؟ مسلمانوں کی اکثریت کو اس بات کا علم ہو تا تو وہ نائن الیون کے بعد رونما ہونے والے واقعات کو نہ صرف یہ کہ اچھی طرح سمجھ سکتے تھے بلکہ انہیں ایک تناظر میں بھی دیکھ سکتے تھے۔ انسانی زندگی میں ماضی کی یہی اہمیت ہے۔ ماضی حال اور مستقبل کا آئینہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ ہم ماضی کو سمجھ کر حال اور مستقبل کو سمجھ لیتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہاں سوال یہ ہے کہ پہلی صلیبی جنگ کیوں شروع ہوئی تھی؟

اس سوال کے جواب کا لب لباب یہ ہے کہ اُس وقت کے پوپ اربن دوئم نے ایک تقریر کی جس میں اس نے کہا کہ معاذ اللہ اسلام ایک شیطانی مذہب ہے اور اس کے ماننے والے ایک شیطانی مذہب کے ماننے والے ہیں۔ پوپ اربن نے کہا کہ مجھے گویا الہام ہوا ہے کہ عیسائی اٹھیں اور شیطانی مذہب اور اس کے ماننے والوں کو روئے زمین سے مٹا دیں۔ اسی خیال کے تحت پوپ اربن نے پوری عیسائی دنیا سے کہا کہ وہ ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائے۔ پوپ اربن نے یہ تقریر ۱۰۹۵ء میں کی تھی۔ اس کی تقریر کا اثر یہ ہوا کہ تمام عیسائی دنیا ۱۰۹۹ء میں ایک جھنڈے تلے جمع ہوئی اور اس نے اسلام اور امتِ مسلمہ کے خلاف صلیبی یلغار کی ابتدا کی۔

نائن الیون کے بعد سے اب تک صلیبی ذہنیت کے مظاہر ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔ امریکہ کے سابق صدر جارج بش نے نائن الیون کے بعد اپنی قوم سے خطاب کیا، اور انہوں نے اپنی تقریر میں ''کروسیڈ'' یعنی صلیبی جنگ کی اصطلاح استعمال کی۔ مسلم دنیا میں اس لفظ پر تھوڑا بہت شور مچا تو وائٹ ہاؤس نے وضاحت کی کہ صدر بش نے یہ لفظ شعوری طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ تقریر کرتے ہوئے ان کی زبان پھسل گئی۔

لیکن مغربی دنیا کے عظیم ماہر نفسیات سگمنڈ فرائڈ نے ایک مضمون "**Slip of Tongue**" یعنی زبان پھسلنے کے موضوع پر لکھا ہوا ہے اور اس مضمون میں فرائڈ نے کہا ہے کہ یہ جو گفتگو کرتے ہوئے ہماری زبان پھسل جاتی ہے، ہم کہنا کچھ چاہتے ہیں کہہ کچھ جاتے ہیں یہ اتفاقی امر نہیں ہوتا بلکہ اس کے بھی نفسیاتی اور جذباتی محرکات ہوتے ہیں' اس کا بھی ایک پس منظر ہوتا ہے۔ چنانچہ جارج بش کے لفظ کروسیڈ کا بھی پس منظر تھا۔ اس کی پشت پر واقعتاً صلیبی نفسیات کام کر رہی تھی۔ اس کی تصدیق بعد کے واقعات سے ہوتی چلی گئی۔

جارج بش کی تقریر کے بعد جارج بش کے اتحادی اٹلی کے وزیر اعظم سلویو برلسکونی نے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مغربی تہذیب اسلامی تہذیب سے برتر ہے اور اس نے جس طرح کمیونزم کو شکست دی ہے اسی طرح اسلامی تہذیب کو بھی شکست سے دوچار کرے گی۔ اٹلی کے وزیر اعظم کے اس بیان پر اس سے پوچھا جاسکتا تھا کہ تمہارے اِس بیان کی بنیاد کیا ہے؟

اس سے کہا جاسکتا تھا کہ تمہارا سرکاری موقف تو یہ ہے کہ تم دہشت گردوں کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس جنگ میں اسلامی اور مغربی تہذیب کے موازنے اور مغربی تہذیب کی اسلامی تہذیب پر برتری کے نعرے کا کیا جواز ہے؟ لیکن دنیا میں امتِ مسلمہ کا کوئی ترجمان ہی نہیں، چنانچہ اٹلی کے وزیر اعظم کو جو کچھ کہنا اور اہلِ مغرب کو جو پیغام دینا تھا دے دیا گیا۔ لیکن اٹلی کے وزیر اعظم کے اس تبصرے کے بعد مغرب کی جانب سے مزید اہم بیان سامنے آیا۔

یہ بیان تھا جارج بش کے اٹارنی جنرل ایش کرافٹ کا۔ اس نے واشنگٹن ڈی سی میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عیسائیت کا ''تصورِ خدا'' اسلام کے تصورِ خدا سے برتر اور فائق تر ہے، اس لیے کہ اسلام کا خدا ایک ایسا خدا ہے جو اپنے ماننے والوں سے اپنی برتری کے اظہار کے لیے جہاد کی صورت میں جان کا نذرانہ طلب کرتا ہے، جب کہ عیسائیت کا خدا ایک ایسا خدا ہے جس نے انسانیت کی نجات کے لیے معاذ اللہ اپنے بیٹے حضرت عیسیٰؑ کی قربانی دے دی۔ ایش کرافٹ سے پوچھا جاسکتا تھا کہ افغانستان میں دہشت گردوں کے خلاف جنگ لڑی جا رہی ہے یا اسلام کے ''تصورِ خدا'' کے خلاف معرکہ برپا ہے؟

لیکن افسوس امتِ مسلمہ کے اہلِ فکر و نظر اور ان کی سیاسی قیادتوں نے ایش کرافٹ کے اس اہم اور انکشاف انگیز بیان کو بھی نظر انداز کر دیا۔ لیکن ایش کرافٹ کے اس اظہارِ خیال کے بعد اسلام کے حوالے سے مزید چشم کشا بیان سامنے آیا۔

یورپ میں ناٹو کی مسلح افواج کے سابق کمانڈر جنرل کلارک نے جو ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی امیدواروں کی دوڑ کا ایک شریک بھی تھا' بی بی سی ورلڈ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

> ''دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے زیادہ ہے۔ یہ لوگ جو کچھ سوچتے' سمجھتے اور عمل کرتے ہیں اس کا اسلام سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ دہشت گردی کے خلاف جنگ دراصل اسلام کی تعریف متعین کرنے یا اسے **Define** کرنے کی جنگ ہے، اس جنگ میں ہمیں طے یہ کرنا ہے کہ آیا اسلام جیسا کہ مسلمان دعویٰ کرتے ہیں' ایک پُرامن مذہب

ہے یا یہ اپنے ماننے والوں کو اسامہ بن لادن اور ملا عمر کی طرح تشدد پر اکساتا ہے؟"

یہ بیان دہشت گردی کے خلاف امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی نام نہاد جنگ کا پردہ فاش کرنے کے لیے کافی تھا اور اس سے زیادہ واضح بیان کی توقع دشوار تھی، لیکن اس کے بعد مغرب کی جانب سے جو بیان سامنے آیا اس نے مذکورہ تمام بیانات کو مات دے دی۔

عیسائیت کی سب سے بڑی روحانی شخصیت پوپ بینی ڈکٹ نے ۱۴ویں صدی کے بازنطینی عیسائی بادشاہ مینول دوئم کے اس بیان کو عالمی فضا میں اچھال دیا جس میں مینول دوئم نے کہا تھا کہ اسلام دنیا میں کیا نیا لایا ہے؟ اور جو کچھ نیا لایا ہے معاذ اللہ وہ شیطانی اور غیر اسلامی ہے، اور یہ کہ پیغمبرِ اسلام نے تشدد یا Violence کے ذریعے اپنے پیغام کو عام کیا۔

پوپ اربن دوئم کے اُس بیان میں جس سے پہلی صلیبی جنگ شروع ہوئی تھی اور پوپ بینی ڈکٹ کی زبان سے جاری ہونے والے اِس بیان میں حیرت انگیز مماثلت تھی اور اس کا مفہوم واضح تھا، اور وہ یہ کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ محض ایک دھوکا ہے، مغرب کا اصل مسئلہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

چند سال پیشتر ڈنمارک کے ایک اخبار نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے شائع کر کے اس خیال کو مزید پختہ اور گہرا کر دیا۔ اس واردات سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو گئی کہ اہلِ مغرب اس سلسلے میں کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار ہیں۔

اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا یہ سلسلہ اب پاکستان میں توہینِ رسالت کی مرتکب آسیہ کے معاملے تک آ پہنچا ہے۔ پوپ بینی ڈکٹ آسیہ کی حمایت میں بیان دے چکا ہے، امریکہ کہہ چکا ہے کہ وہ آسیہ کو اپنے یہاں پناہ دینے کے لیے تیار ہے۔ امریکہ اور اس کے مغربی اتحادی پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کی قوت کے ذریعے قانون تحفظِ ناموس رسالت کے خاتمے کے لیے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ یہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی دشمنی کا کھلا اظہار ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس دشمنی میں دشمنی کے سوا اور کیا کچھ ہے؟ اس سلسلے میں درج ذیل نکات اہم ہیں:

(1) مغرب جنگ، تشدد، فکری و سیاسی یلغار کے ذریعے ایسا اسلام ایجاد کرنا چاہتا ہے جو ظاہر میں اسلام ہو مگر باطن میں اسلام نہ ہو۔ اصول ہے کہ اگر تم اپنے دشمن کو مار نہ سکو تو اسے اندر سے بدل ڈالو۔ اس کے بعد آپ کا دشمن جیتے جی مر جائے گا۔ مغرب اسلام اور ایک ارب ۶۰ کروڑ مسلمانوں کو ختم نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ اسلام کی "تعبیر" کو بدلنے کی سازش کر رہا ہے۔ تعبیر کی تبدیلی کے ذریعے مغرب ایک ایسا اسلام عام کرنا چاہتا ہے جو مغرب کے آگے سر جھکائے کھڑا ہو، بلکہ جو عالمی اسٹیج پر مغرب کے آلہ کار کا کردار ادا کرے اور اسے اپنے لیے باعثِ فخر سمجھے۔ مغرب کی فکری کوشش ہے کہ مسلمانوں کے مسائل کا حل تو مغربی ہو مگر اس پر مہر اسلام کی لگی ہوئی ہو۔ مغرب جب روشن خیال اسلام کی بات کرتا ہے تو اس سے اُس کی یہی مراد ہوتی ہے۔

(2) یہ حقیقت راز نہیں کہ توہینِ رسالت کے ذریعے مغرب نہ صرف یہ کہ شعوری طور پر مسلمانوں کی روحانی اور جذباتی اذیت کی راہ ہموار کرتا ہے بلکہ اس میں اُس کے لیے ایک نفسیاتی تسکین کا پہلو بھی موجود ہوتا ہے۔

(3) توہینِ رسالت کے حوالے سے مغرب امتِ مسلمہ کو پیغام دیتا ہے کہ مغرب کی تخلیق کردہ دنیا میں رہنا ہے تو اپنے نبی کی توہین برداشت کر کے رہنا ہو گا۔ بصورتِ دیگر ہماری دنیا میں تم غیر مہذب اور تاریک خیال کہلاؤ گے۔

(4) مغرب توہینِ رسالت کے ذریعے یہ اندازہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی میں کتنی جان باقی ہے؟

(5) مغرب توہینِ رسالت کو بار بار دوہرا کر مسلمانوں کو روحانی، نفسیاتی اور جذباتی طور پر تھکانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت کے احساس کو کند کرنے کے لیے کوشاں ہے۔

مغرب ان شاء اللہ اپنے اہداف میں سے کوئی ہدف بھی حاصل نہیں کر سکے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام خود بدلنے نہیں، دنیا کو بدلنے آیا ہے۔ پیدائشی مسلمان اگر اسلام کے ذریعے دنیا کو نہیں بدلیں گے تو خدا کہیں اور سے مسلمان پیدا کر کے اُن سے یہ کام لے لے گا۔

جہاں تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کا تعلق ہے تو مغرب یہاں بھی ناکام و نامراد ہو گا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مسلمانوں کے ایمان کا جزوِلاینفک ہے۔ مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کا علم ہیں، ان کا قانون ہیں، ان کی تہذیب ہیں، ان کی تاریخ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں تو دنیا میں مسلمانوں کے لیے کوئی چیز بھی معنی کی حامل نہیں۔

> "حاکمیتِ شریعت اور نفاذِ دین کا معرکہ ہی عصر حاضر کا اصل معرکہ ہے! اللہ کی رضا و ناراضی کی راہیں اسی کی گرد گھومتی ہیں... موجودہ زمانے کے اولیائے رحمان اور اولیائے شیطان کے درمیان اسی مسئلے پر جنگ ہو رہی ہے۔ اگر ایک طرف رحمان کا لشکر ہے تو دوسری طرف شیطان ہے جو جاہلی نظاموں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے اور کفریہ قوانین کی طرف بلاتا ہے!"
>
> شیخ ابو یحییٰ اللیبی شہید رحمہ اللہ

اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا ثبوت دیجیے!

عبد اللہ غازی

موجودہ باطل جمہوری نظام سے انصاف کی امید رکھنا اور اس طاغوتی نظام سے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی بھیک مانگنا جواں مردوں کا شیوہ نہیں ہے... اگر تم واقعی اپنے نبی کی حرمت کا دفاع چاہتے ہو تو قران و سنت سے راہنمائی لو اور اپنے اسلاف کی راہ پر چلنے کی کوشش کرو... اگرچہ یہ راستہ پر خطر اور ازمائشوں سے بھرا پڑا ہے لیکن اسی راہ پر چل کر منزل تک پہنچنا یقینی ہے ان شاء اللہ!!

....

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا صرف قتل ہے چاہے وہ گستاخ پاکستان کے اندر قادیانی ملعون کی ذریت کی شکل میں ہو یا ہالینڈ کے گیرٹ ویلڈر کی شکل میں ... سزا دونوں کی ایک ہی ہو گی...

....

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل

کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر!

جو لوگ تحفظ ناموس رسالت، ناموس صحابہ اور اس سے بھی بڑھ کر نفاذ اسلام کی خاطر مختلف مذہبی جماعتوں میں شامل ہیں اور موجودہ مغربی جمہوریت کے دائرے میں رہتے ہوئے ائینی و قانونی جدوجہد میں مصروف ہیں ... ان کے لئے موجودہ سانحات (راؤ انوار کے خلاف جمہوری جدوجہد اور معصوموں کا زیادتی کے بعد بہیمانہ قتل کے خلاف عوامی جدوجہد) میں کافی عبرت ہے... کہ جب دو ٹکے کے پولیس افسر کو اس جدوجہد کے ذریعے گرفتار نہیں کیا جاسکتا حالانکہ پورا پاکستان اس ائینی جدوجہد میں شامل ہے... تو تحفظ ناموس رسالت اور ناموس صحابہ یا نفاذ اسلام کے خواب دیکھنا چہ معنی دارد...؟؟

....

پر عزم ہیں سرگرم ہیں ... ہم پاسبان حرم ہیں

کردار میں پختہ بہت... گفتار میں ہم نرم ہیں!

یہ امت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے لیکن اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہرگز برداشت نہیں کر سکتی ... تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کسی نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دیوانے مستانے تمام رکاوٹیں عبور کر کے گستاخوں تک پہنچے ہیں اور ان گستاخوں کے گلے کاٹ کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا ثبوت دے چکے ہیں... وہ وقت دور نہیں جب امت مسلمہ کے نوجوان ہالینڈ سمیت ہر جگہ گستاخوں کے لئے موت کا پیغام بن کر ان پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان گستاخوں کو نشان عبرت بنا کر اپنے اسلاف کی تاریخ زندہ کریں گے ان شاء اللہ!!

جو لوگ بھی چاہے وہ کوئی بھی عالم، مولوی، پیر، فقیر، گدی نشین ہو موجودہ حالات میں امت مسلمہ کے نوجوانوں کو پر امن رہنے کا درس دیتا ہے وہ آستین کا سانپ اور مسلمانوں کے روپ میں چھپا قادیانی ہے...

گستاخان رسول کو جہاں بھی پاؤ، قتل کر کے اپنے نبی سے وفاداری کا ثبوت دو!

....

نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم قتال چھوڑ دوگے تو تم پر ذلت مسلط کر دیا جائے گا اور اس وقت تک یہ ذلت مسلط رہے گا جب تک تم واپس اپنے دین (قتال) کی طرف نہ آجاؤ"۔

اس سے زیادہ ذلت اور کیا ہو گی کہ اج ختم نبوت کے منکر اور بدترین گستاخ مرزا قادیانی ملعون کے پیروکار کروڑوں مسلمانوں کے درمیان دندناتے پھر رہے ہیں ... اپنی دعوت چلا رہے ہیں اور عبادت خانے تعمیر کر رہے ہیں ... کسی میں جرات و غیرت ایمانی باقی نہیں رہی کہ ان گستاخوں کا راستہ روک سکے حتیٰ کہ اب وہ مسلمانوں پر ہلہ بول دیتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی لوگ قتل اور زخمی کر کے ارام سے گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں ... زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں... کچھ ہفتوں قبل فیصل آباد میں پیش آنے والا واقعہ ہر کسی کو یاد ہو گا جس میں کئی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے... اب ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ یہ ترک جہاد کے نتیجے میں مسلط ہونیوالی ذلت و رسوائی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

اب بھی وقت ہے... توبہ کیجیے! اٹھئے اور اس بھلائے گئے فریضے کو دوبارہ سے زندہ کیجیے! جہاد کی تیاری کیجیے... گستاخان رسول کا پیچھا کریں... چُن چُن کر اُنہیں ان کی گستاخی کی سزا دیجیے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور وفاداری کا ثبوت دیجیے!!!

....

قادیانی حکم شرعی کے لحاظ سے زندیق ہیں جو ہر حال میں واجب القتل ہیں... آئین پاکستان میں قادیانی کو کافر لکھ کر اقلیت کے نام سے تحفظ فراہم کیا گیا ہے جو کہ مسلمانان پاکستان کے ساتھ بدترین غداری ہے! جہاں جہاں بھی گستاخی ہو رہی ہے سب کا سرچشمہ مرزا قادیانی ملعون ہے جس نے ختم نبوت کا انکار کر کے اس فتنے کو جنم دیا اور اج تک اس کی ذریت مختلف ناموں سے گستاخی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

....

قادیانی گستاخ رسول اور زندیق ہیں... جو آئین و قانون اس حکم شرعی سے انحراف کر کے ان گستاخوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے، ایسے آئین کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں!

....

اگر آپ موجودہ طاغوتی جمہوری نظام یا اس نظام کے محافظین (فوج و خفیہ اداروں) کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے کسی بھی طرح کوشش کرتے ہیں چاہے وہ سوشل میڈیا کی حد تک ہی کیوں نہ ہو...تو یہ نظام فوراحرکت میں اجاتا ہے اور اس جرم (حق گوئی) کی پاداش میں اپ کو کسی جعلی مقابلے میں قتل کر دیاجاتا ہے یا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غائب... لیکن کئی عرصے سے شعائر اللہ خاص کر نبی الرحمہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا سلسلہ عروج پر ہے اور اب تو باقاعدہ یہ بین الاقوامی سطح پر مقابلوں کی شکل میں منظر عام پر ارہا ہے لیکن یہ ادارے نہ تو پاکستان میں کسی گستاخ کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو سکی اور نہ ہی ان گستاخ ملکوں کے ایمبیسی یا دیگر افراد پر کوئی پابندی لگی... کیا اس کے بعد بھی کسی کو شک ہے یہ ادارے صرف اور صرف شریعت کے چاہنے والوں کے خلاف ہی استعمال ہو رہے ہیں۔

....

جو ایک ایمبیسی تک بند کرانے کے لئے تیار نہیں ہم ان ہی سے ناموس رسالت کی دفاع کی امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں... سادگی دیکھ ہم کیا چاہتے ہیں ...؟؟

....

گستاخ رسول کی سزا   سر تن سے جدا

اس پر تو پوری امت کا اتفاق ہے لیکن یہ سزا دلوانے کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے بلکہ فرض اور واجب ہے اس سے امت کترا رہی ہے اور وہ ہے قتال فی سبیل اللہ... اس کے علاوہ یہ گستاخیاں رکی ہیں اور نہ ہی آئندہ رکنے کا کوئی امکان ہے... سوائے میرے مسلم بھائی! ابھی سے نیت کر لیں اور ابھی سے تیاری شروع کر لیں ...واللہ تم ایک مرتبہ میادین جہاد کا رخ کر کے تو دیکھ لو کس طرح یہ سلسلہ نہیں رکتا... باذن اللہ تعالی !!

....

افسوس ہو تم پر اے مسلمان! اگر تمارے گھر کی دیوار کوئی گرادے تو تم احتجاج کرتے ہو نہ مظاہرے اور نہ ہی کوئی اور آئینی جدوجہد... بلکہ سیدھا لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہو لیکن جب حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اتا ہے تو تمہیں یہ تمام باطل اور لاحاصل راستے یاد اجاتے ہیں... یہ دوہرا معیار کیوں...؟؟

....

افسوس ان مسلمانوں پر جو گستاخانہ خاکوں کے معاملے میں اب بھی نام نہاد اسلامی ممالک کے سربراہان ورانکی افواج کی طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں ناموس رسالت کے دفاع کی دعوت دیتے ہیں حالانکہ یہ ممالک اور افواج تو بذات خود کفار کے صف اول کے اتحادی ہیں۔

....

یہ کفار وقتاً فوقتاً گستاخانہ خاکے شائع کر کے امت مسلمہ کے ایمان کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا یہ امت اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر میدانوں کا رخ کرتے ہیں اور گستاخوں کی گردنیں اڑاتے ہیں یا پھر یہ جمہوری راستوں (پر امن احتجاج، مظاہروں، ائینی جدوجہد) جیسے باطل اور لایعنی کاموں میں اپنا وقت ضائع کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں .....!!

....

امت مسلمہ جب تک مسلح جہاد (قتال فی سبیل اللہ) کا راستہ اپنا کر میادین جہاد کا رخ نہیں کرے گی گستاخانہ خاکوں کا یہ سلسلہ کبھی نہیں رکے گا چاہے اس باطل جمہوری نظام کے تحت کتنی ہی پر خلوص ائینی جدوجہد 'مظاہرے اور احتجاج کئے جائیں...

....

نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل کیا ہوتا تھا...؟

کیا تاریخ اسلامی میں گستاخوں کے خلاف "پرامن احتجاج" کا کوئی ثبوت ملتا ہے...؟؟؟

....

گستاخ رسول کی سزا قتل ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر! اور گستاخ کو جہنم رسید کرنے والوں کو تاریخ اسلام نے مجاہد' غازی اور عاشق رسول کے نام سے محفوظ کر رکھا ہے اور اس معرکے میں جان کی بازی لگانے والوں کو شہید ناموس رسالت کے نام سے یاد رکھا ہے! آپ پاکستان سمیت کسی بھی نام نہاد اسلامی ممالک میں ایسے ہی گستاخوں کا پیچھا کریں اور ان کو انجام تک پہنچائیں پھر دیکھیں "اسلامی جمہوریت "آپ کے ساتھ کیا کرتی ہے...؟؟

....

کہتے ہیں پاکستان اسلامی ملک ہے بلکہ اس سے بھی اگے بڑھ کر یہ " اسلام کا قلعہ "ہے... تو سوال یہ ہے کہ اسلام کے اس قلعے کے اندر موجودہ دور کے بدترین گستاخ ملک کی ایمبیسی اور ان کے افراد کا وجود چہ معنی دارد ؟؟؟

....

اس باطل جمہوری نظام کے حدود میں رہتے ہوئے کبھی بھی ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع ممکن نہیں کیونکہ جمہوریت میں رائے کی آزادی ہے اور اسی نظام نے ان گستاخوں کو نہ صرف اس فعل شنیع کے ارتکاب کی اجازت دی ہے بلکہ اس نظام کے تحت ان گستاخوں کو ہر طرح کا تحفظ بھی دیا گیا ہے یقین نہیں آتا تو اپنے ہی ملک " اسلامی جمہوریہ پاکستان "میں موجود اس ملک کی ایمبیسی یا اس میں موجود افراد کو ہاتھ لگا کر تجربہ کر لیں... آزمائش شرط ہے!!

....

عشق نبوی کا تقضایہ ہے کہ جب نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہو تو فوراً گستاخ کی جان لے لے یا اس مشن میں اپنی جان دے دے!!

(بقیہ صفحہ ۵۴ پر)

غازی عبدالقیوم شہید رحمہ اللہ

حسان نوید

غازی عبدالقیوم کا تعلق غازی آباد ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ تلاش روزگار میں کراچی منتقل ہوگئے تھے اور گھوڑا گاڑی (تانگہ) چلایا کرتے تھے۔اس قلیل آمدنی سے اپنی بوڑھی ماں، بیوہ بہن ضعیف چچا اور نوبیاہتا بیوی کی کفالت کرتے تھے۔غازی صوم الصلوٰۃ کے پابند تھے۔ایک بدبخت نتھورام آریہ سماجی ہندو تھا جس نے ۱۹۳۳ء میں اپنے خبث باطن کا اظہار ''ہسٹری آف اسلام'' نامی کتاب لکھ کر کیا جس میں اس نے پیغمبر اسلام کی ذات مقدس کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کئے تھے۔اس حرکت سے مسلمانوں میں سخت غم وغصہ پیدا ہوگیا۔اس ملزم کے خلاف فوجداری مقدمہ قائم ہوا اور اس کو ایک سال قید اور جرمانے کی سزا دی گئی۔لیکن کراچی کے جوڈیشنل کمشنر نے اس کی عبوری ضمانت منظور کرکے اس کو رہا کردیا۔اس پر مسلمانوں میں شدید غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔غازی کو جب امام مسجد نے یہ افسوسناک خبر سنائی کہ ایک خبیث ہندو نتھورام نے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے تو آپ تڑپ اٹھے اور اسی وقت عہد کیا کہ وہ اس کافر کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

نتھورام کا مقدمہ جس روز سندھ ہائی کورٹ میں دو انگریز ججوں کے سامنے پیش ہونا تھا اس دن عدالت کے باہر ہندو اور مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی جو فیصلہ سننے کے انتظار میں تھے۔نتھورام اپنے وکلا کے ساتھ ہنسی مذاق کرتا ہوا کورٹ میں داخل ہوا۔

غازی موقع ملتے ہی کورٹ روم میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے آپ نے موقع ملتے ہی اپنے نیفے میں چھپا ہوئے خنجر کو نکالا اور عقاب کی طرح جھپٹ کر اس ملعون کے جسم میں اتار دیا۔اس خیال سے کہ یہ بدبخت کہیں زندہ نا بچ جائے غازی نے ایک بھرپور وار اس کی گردن پر کرکے اس کی شہ رگ بھی کاٹ دی۔اس خبیث کا کام تمام کرنے آپ نے اس کی لاش پر تھوک دیا اور فرمایا" اس خنزیر نے میرے آقا کی توہین کی تھی اس لئے میں نے اس کو جہنم رسید کردیا ہے " اس کے بعد آپ نے نہایت اور سکون سے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کردیا۔اس واقعہ کے بعد عدالت میں بھگدڑ مچ گئی اور جج بھی سراسیمہ ہوگئے

مقدمہ قتل کی سماعت کے دوران ایک انگریز جج نے جب آپ سے دریافت کیا کہ تم نے بھری عدالت میں اس واردات کی ہمت کیسے کی تو آپ نے عدالت میں آویزاں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا" تم انگریز کیا اپنے بادشاہ کی توہین برداشت کرسکتے ہو؟ نہیں تو پھر میں کیسے اپنے دین ودنیا کے آقا رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی توہین کیسے برداشت کرسکتا تھا"۔آپ نے اپنی صفائی پیش کرنے سے انکار کردیا۔ سیشن کورٹ نے آپ کو سزائے موت کا حکم سنایا۔کہا جاتا ہے کہ یہ سزا سن کر آپ خوشی اور مسرت ضبط نہیں کرسکے اور آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی۔مسلمانوں نے جب اس فیصلے کے خلاف اپیل کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا

آپ لوگ مجھے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہیں؟؟

عدالت عالیہ میں آپ کی سزا کے خلاف اپیل دائر کی گئی۔ہر پیشی پر آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے مسلمانوں کے بے پناہ ہجوم ہوا کرتا تھا جو آپ پر گل پاشی کرتا اور نعرہ تکبیر بلند کرتا رہتا تھا۔انگریز حکومت اپنی فطری مسلم دشمنی اور ہندو نوازی کے باعث ہر صورت آپ کو سزا دینا چاہتی تھی۔بالآخر آپ کی اپیل اعلیٰ عدالت نے خارج کرکے آپ کی سزا برقرار رکھی۔اس موقع پر آپ نے فرمایا" مجھے اپنی قسمت پر ناز ہے کہ میرے ہاتھوں وہ خبیث جہنم رسید ہوا اور میرے رب نے مجھے شہادت جیسی نعمت سے سرفراز کیا۔یہ ایک جان کیا چیز ہے، اگر ایسی ہزاروں جانیں بھی ہوتیں تو وہ سب اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کردیتا۔

مسلمانوں کا ایک بھاری وفد لاہور علامہ اقبال کے پاس پہنچا اور کہا ''آپ وائسرائے سے مل کر عبدالقیوم کی سزائے موت کے بجائے عمر قید سے بدل دینے کیلئے کہیں۔'' علامہ نے یہ سب کچھ سنا اور کوئی دس منٹ تک گہری سوچ میں ڈوبے رہے۔لبوں کو جنبش تک نہ دی۔آنکھیں بھر آئیں اور جذبے سے کپکپاتی آواز میں پوچھا'' کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟''جواب ملا ''نہیں وہ تو اسے اپنی خوش بختی سمجھتا ہے۔''علامہ کا چہرہ سرخی سے تمتمانے لگا۔''بولے، جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر وثواب کی راہ میں کیسے حائل ہوسکتا ہوں۔کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لئے وائسرائے کی منت کروں جو زندہ رہا تو غازی اور پھانسی چڑھ گیا تو شہید''۔

۱۹ مارچ ۱۹۳۵ء کو آپ کی سزا پر عملدرآمد کیا گیا۔آپ کی عمر اس وقت ۲۳ سال تھی۔یہ دن لوح تاریخ پر ثبت ہوگیا۔غازی عبدالقیوم شہادت سے ہم کنار ہوکر امر ہوگیا۔ شہید کے جنازے میں ہزاروں مسلمان شریک ہوئے جن کے ہجوم پر انگریزی حکومت کے ایما پر فوج و پولیس نے گولیوں کی بارش کردی۔سیکڑوں مسلمان اس درندگی کا شکار بنے۔یہاں تک کے مکانوں کی چھتوں پر موجود عورتیں اور بچے جو شہید کا جنازہ دیکھ رہے تھے وہ بھی اس شقاوت سے محفوظ نہیں رہ سکے۔شہید کو کراچی کے مشہور قبرستان میوہ شاہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

☆☆☆☆☆

مسئلہ ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم... سوشل میڈیا پر

عثمان حبیب نے لکھا:

بالوں سے پکڑ کر ذبح کر کے سر تن سے جدا کر دو...

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی طرح، جنہوں نے کعب بن اشرف یہودی گستاخ کو جہنم واصل کیا تھا...

تلوار لے کر پیٹ میں اتنا گھونپو کہ پیٹھ تک پہنچ جائے...

حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی طرح، جنہوں نے ابو رافع یہودی گستاخ کے پیٹ میں تلوار گھونپ کر انہیں جہنم روانہ کر دیا تھا...

خنجر لے کر اندر گھس کر کاٹ ہی ڈالو...

شہید عامر چیمہ کی طرح، جنہوں نے جرمنی کے گستاخ اخبار ایڈیٹر پر خنجر سے وار کر کے مسلمانوں کے سینے ٹھنڈے کر دیے تھے...

کلاشنکوف لے کر پورا برسٹ مارو کہ گستاخ چھلنی ہو جائے...

ممتاز قادری کی طرح، جنہوں نے سلمان تاثیر ملعون کو جہنم پارسل کیا تھا...

یا پھر ہتھیار لے کر شیروں کی طرح جھپٹ پڑو اور گستاخ کو تہس نہس کر ڈالو...

سعید کواشی اور شریف کواشی دو بھائیوں کی طرح، جنہوں نے فرانس کے گستاخ میگزین چارلی ہیبڈو کے دفتر پر حملہ کر کے بارہ سے زائد گستاخوں کو جہنم کی راہ دکھائی تھی...

واللہ العظیم الذی رفع السماء بلا عمد! ان گستاخوں کا اس کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں...یہ حرام کے پیداوار بس یہی ایک زبان سمجھتے ہیں...... تلوار کی زبان......اور بس!

....

مولانا صہیب نسیم نے لکھا:

میں آزادیٔ رائے کے تمام مغربی اصولوں پہ لعنت بھیجتا ہوں!

احتجاج ریکارڈ ہو چکا، وارننگ دی جا چکی۔ اب جو قلندر 'اِن گستاخوں کو جہنم واصل کرے گا مجاہد ہو گا درجہ اول کا! جان وار دی تو شہید ہو گا درجہ اول کا!

نوٹ! یہ معاملہ اتنا ہی سادہ تھا، ہے اور رہے گا

نا او آئی سی کسی کام کی، نا ظالموں کی رکھیل اقوامِ متحدہ!

....

طاہر اسلام عسکری نے لکھا:

ناموس رسالت احتجاجی نہیں، ایمانی قضیہ ہے جس کے لیے اسوہ صحابہؓ سے رہ نمائی لینا چاہیے؛ نیشن اسٹیٹس مگر اس کی متحمل نہیں ہیں!

....

ڈاکٹر سید محمد اقبال نے لکھا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کسی انسان، ملک اور سفارت خانہ سے کہیں زیادہ ہے، ہم عام لوگ اس معاملہ پر زبانی احتجاج کر سکتے ہیں یا کسی جلوس میں شرکت کر سکتے ہیں، عمران پاکستان کا وزیر اعظم ہے، نکالے وہ ہالینڈ کے ایمبیسڈر کو اس ملک سے، اسکے لئے کیا مسئلہ ہے؟ کیا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کیلئے یہ چھوٹا سا قدم بھی نہیں اٹھا سکتا...؟ اگر نہیں تو کیا فائدہ اسکے وزیر اعظم ہونے کا...؟

....

کہنے کی حد تک اسلام کا دعویٰ کرتے ہو، کبھی الحمدللہ اور ان شاء اللہ بھی کہہ لیتے ہو، اپنی تقریبات کا آغاز قرآنِ کریم کی تلاوت سے بھی کر لیتے ہو، لیکن جب ملتِ کفر کا نمائندہ تمہاری طرف منہ کر کے تمہیں کھلی دھمکی دے تو آپ خاموش کیوں ہو جاتے ہو؟

جب وہ تمہیں اپنے بچے مارنے کا حکم دیتا ہے تو آپ انکار میں اپنی زبان کیوں نہیں ہلاتے...؟

کیا افغانستان کو مزید تباہ کرنے کے لیے امریکی گولا بارود کو راستہ دینا بہت ضروری ہے؟

ملتِ اسلامیہ کی نمائندگی کون کرے گا؟

جرأت سے جواب دو گے تو تمہاری تصویر کو چھوم کر یہاں سجادوں گا

خاموش رہو گے تو... میں بولتا رہوں گا... اور سوال اُٹھاتا رہوں گا!

....

محمد ارسلان نے لکھا:

خدا کی قسم آج گستاخانہ خاکہ دیکھنے کے بعد کمانڈر الیاس کشمیری شہیدؒ کی بہت یاد آئی...

مقبوضہ کشمیر کا ہندو فوجی افسر اپنے لاؤ لشکر سمیت مسلمانوں کی بستی میں آتا، جوان عورتوں کی عصمت دری کرتا، بزرگوں پر تشدد اور بچوں کو زدو کوب کرتا، اس وقت اس کے الفاظ ہوتے تھے: "بلاؤ اپنے خدا کو، کہاں ہے تمہارا اللہ"

الیاس کشمیری شہیدؒ سرحد پار کر کے فوجی چھاؤنی میں پہنچے اور انڈین افسر کو اسی کے کیمپ میں "گھس کر مارا"، سر قلم کیا اور خنجر کی نوک پر اگلے روز پوری وادی میں میڈیا و عوام کے سامنے لہرایا... عوام کا ٹھاٹیں مارتا سمندر تھا جو اس بدبخت کے سر پر تھوکنے کے لیے بے تاب تھا، اس کے سر سے کوٹلی کے گراونڈ میں فٹ بال کھیلا، اور پھر نشانِ عبرت کے طور پر اس بدبخت کا سر نیچے وادی میں قائم ہندو چھاؤنی کی طرف لڑھکا دیا گیا!

خدا کی قسم! اس کے بعد ایک زمانہ تک کسی ہندو کی ہمت نہ ہوئی کہ مسلمانوں کے خدا کی توہین یا خاتون کی عصمت دری کرے... وادی کا اک اک فوجی 'الیاس کشمیری کے نام سے کانپتا تھا...

کاش آج ایک گیرٹ ولڈرز کا سر قلم کر دیا جائے تو پوری دنیا کے لیے نمونہ عبرت ہو گا!

....

نور شہید نے لکھا:

صاف ستھری سی بات ہے ہالینڈ کے کتوں کا قتل تو افضل ترین جہاد ہے! اس میں ذرہ برابر بھی شک کرنے والا یا امت کو نرمی کا برتاؤ کرنے امن اور برداشت کا سبق پڑھانے کی کوشش کرنے والا خواہ وہ کوئی نام نہاد ملا ہو کوئی لبرل ہو یا کوئی اور خنزیر! واللہ باللہ تاللہ! وہ بھی ٹھوک دیئے جانے کے قابل ہے

....

حاجرہ سعید نے لکھا:

ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ایسے کرتے تھے:

بہت کھلا علاقہ تھا۔ صاف اور پر رونق جگہ۔ جہاں بے شمار لوگ ایک جیسی سرگرمی میں مشغول تھے۔ ان کے ہاتھ میں منجنیق جیسا ہتھیار تھا۔ جس کی وہ لوگ صفائی کر رہے تھے۔ سفید عمامہ پہنے، داڑھی سے مزین چہروں کی ہئیت میں بلا کا رعب تھا۔ ان کے جوش و خروش میں عجب بردباری کا گمان ہوتا تھا۔

وہ سب محب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جن کی چال ان کے اندر کا پتا دیتی تھی۔ میں ان میں سے ایک کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا:

"اے صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سب کیا کر رہے ہیں؟"

انھوں نے میری طرف دیکھا اور اپنے ہتھیار کا رخ اوپر کی طرف کر کے چلایا۔ اس میں سے آگ کا گولہ نکل کر دور گیا۔ پھر وہ بولے:

"ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ایسے کرتے تھے"۔

میرے اندر کی پشیمانی میں اضافہ ہوا۔ میں کہاں کا مسلمان تھا۔ میری پیشانی پسینے سے بھیگ گئی۔ اور میں نے آنکھ کھولی تو خود کو آرام دہ بستر پر پایا۔ میں کیسا محب رسول تھا جس کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس خطرے میں تھی اور میں سکون سے سو رہا تھا۔

؎ میں ترے مزار کی جالیوں ہی کی مدحتوں میں مگن رہا
ترے دشمنوں نے ترے چمن میں خزاں کا جال بچھا دیا

....

صہیب اکرم نے لکھا:

میری پیدائش کا بلکہ ہم سب کی پیدائش کا شاید واحد مقصد ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنا ہے! یہ نوکریاں، یہ کاروبار، یہ عہدے، نظریاتی وابستگیاں، شخصیت پرستی، پیری فقیری، تصوف، دھمال، ادھر ادھر کے بہت سارے ازم... یہ سب شاید حب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھوٹ پیدا کرتے ہیں... کسی حد تک اگر نہیں بھی کرتے تو شاید پیدائش کا مقصد بلر کر دیتے ہیں... باقی جہاں تک وابستگی کی بات ہے... تو میرا ماننا یہ ہے کہ میرے نامہ اعمال میں اگر تھوڑی سی بھی، بہت ہلکی سی بھی حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو اٹھتی ہوئی تو میرا بیڑا یہاں تو پار ہے ہی... وہاں بھی ہے! میرا نہیں خیال کہ پھر اللہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میرے گناہوں سے صرف نظر نہیں فرمائے گا... اب یہ اتنا آسان اور سستا سودا ہے کہ ناموس والے خانے پر بندہ لاک لگائے کہ ناموس کے معاملے میں تو کوئی بات نہیں سنی! نہ کوئی دلیل نہ کوئی ڈسکشن! اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اپنے آپ کو باندھ کے رکھے... ہر جگہ بیڑا پار ہے ہر طرح سے پار ہے اور ہو گا... محبت نامی چیز کی جڑیں ہی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پھوٹتی ہیں... بس مختصراً یہ کہ جو جو جس جس میدان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کے لیے سرگرداں ہے کسی بھی طرح ہے، اور ان لبرلز اور قادیانیوں کی بیخ کنی میں مصروف ہے، اس کا میدان اب سیاست ہو صحافت ہو کچھ بھی ہو اور وہ کسی نظریے یا کا ہو وہ کسی جماعت کا ہو وہ کسی بھی فرقے کا بھی ہو بھلے... اگر اس کا اور میرا پوائنٹ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کامن ہے اور وہ ناموس رسالت پر حملہ آور لوگوں پر غصہ ہے، ان کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہے یا کچھ کرتا ہے یا کم از کم ان پلید لوگوں کی مذمت کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوں وہ میرا بھائی ہے میں اس کا بھائی ہوں! اب وہ پی ٹی آئی ہے، اب وہ جماعتی ہے، یا وہ نون لیگی ہے، یا اس کا تعلق جے یو آئی سے ہے یا کسی اور پارٹی سے! پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ جب آپ ناموس پر بات کرتے ہیں جب آپ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرتے ہیں تو آپ کو کسی اور وابستگی کی ضرورت نہیں پڑتی... کوشش کر دیکھیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی آپ کا منشور، ناموس رسالت کی حفاظت آپ کا نظم ہوتی ہے!

میرا ذاتی خیال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ کو ہر کسی کی شخصیت پرستی سے آزاد کر دیتی ہے ہر کسی ازم سے ہر طرح کے ناخالص نظریے اور ذہنی کنفیوژن سے آزاد کر دیتی ہے... کیوں کہ اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں آ گیا تو بس اتنا ہی کافی ہے!

....

اسد جان نے لکھا:

دیکھو بھائی! اگا میں کھینچ لو!! زبانیں داب لو! منہ بھینچ لو!!

سب کچھ کر لو... جو تبدیلی لانی ہے، لے آؤ!!!

لیکن ایک بات غور سے پڑھ لو!

بلکہ لکھ کر رکھ لو!

با محمد ہوشیار!!! (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہوشیار!!! ہوشیار!!! ہوشیار!!!

ورنہ کہو گے نوجوان مکالمہ نہیں کرتے۔

اسلحہ نوجوانوں کے ہاتھوں میں کس نے پہنچایا؟؟

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکالمے کے لیے نہیں ہے!

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سودے بازی کے لیے نہیں ہے!

نہیں تو بس نہیں!!

اس کے آگے کوئی حرف نہیں!

اسلحے پر مصلحتوں کی گرد پڑی ہے!

لیکن عشق کی پھونکوں سے گرد اڑنے میں دیر نہیں لگے گی!

پھر جو ہو سو ہو...

زیادہ سے زیادہ کیا لٹے گا؟؟!!

جان؟؟ گھر بار؟؟ ماں باپ؟؟ بیوی بچے؟؟ بہن بھائی؟؟

تو کیا ہوا؟؟!!

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کے آگے سب ہیچ ہیں!!

زیادہ سے زیادہ کیا کر لو گے؟؟

جیلیں؟؟ اذیتیں؟؟

عقوبتیں؟؟ گمشدگیاں؟؟

کوئی نئی بات کرو!!

یہیں رک جاؤ!!!

ورنہ جہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت نہیں ہو گی... آبرو نہیں ہو گی...

وہاں تمہارے جینے کا حق بھی نہیں ہو گا!

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی حرمت پر

خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

....

حامد مسعود:

ہالینڈ میں گستاخانہ خاکوں کا مقابلہ "ڈر" کی وجہ سے منسوخ کیا گیا ہے۔ اور یہ ڈر انہی سرفروشوں کا ہے، جنہوں نے اونچی لمبی تقریروں، بڑے بڑے دعوؤں کے بجائے اپنی پوری جان ومال وزندگی گستاخ رسول کے قتل کرنے کے منصوبوں میں لگا دی۔

سچ تو یہ ہے کہ ہالینڈ میں گستاخانہ خاکوں کا مقابلہ علم الدین شہید، عامر چیمہ، کوچی برادران اور ممتاز قادری کی دہشت کی وجہ سے ختم کیا گیا ہے۔

آج بھی اللہ کے ایسے شیر ٹیری جانز، گیرٹ ویلڈر اور گستاخوں کی تاک میں بیٹھے ہیں۔ ان شاء اللہ ان گستاخوں کا قتل کر کے امت مسلمہ کے سینوں کو جلد ہی ٹھنڈا کیا جائے گا۔ اللہ پاک توفیق نصیب کرے۔

....

عابد شہزاد:

جن کی گردنیں اڑانا فرض تھا، ان کو پارلیمنٹ سے کافر قرار دلوا کر جو تحفظ فراہم کیا گیا، اس کی سزا ہم آج بھگت رہے ہیں!!!

جہاں جہاں قتال فرض تھا، وہاں وہاں، پر امن جد وجہد کے ڈھکوسلوں نے دجالیت کو جو مواقع اور کھلا وقت فراہم کیا ہے، اس کی نحوست پتا نہیں ہماری مزید کتنی نسلوں کو جھیلنا پڑے گی؟

....

محمد بلال نے لکھا:

میرے ملک کے سپوتوں نے مارچ ۲۰۰۳ء میں ۳ بچوں کی ماں، عافیہ صدیقی کو کراچی سے اغوا کیا۔ جرم اپنی حرمت اور حملہ آور سے بچاؤ کے لیے دفاع کرنا تھا۔ میرے بہادر سپوتوں نے امریکی ٹکوں کے عوض قوم کی بیٹی کے عزت وعصمت کا سودا کیا... قوم خاموش رہی!

میرے وطن کے "قابلِ فخر" جوانوں نے جولائی ۲۰۰۷ء میں جامعہ حفصہ اسلام آباد سے ۱۷ سالہ طیبہ غازی کو اندھیروں کے کنویں میں دھکیلا، جرم نفاذِ شریعت کے لیے صدا بلند کرنے والے مولانا عبد العزیز غازی کی بیٹی ہونا تھا، مگر میری قوم سوتی رہی!

آج میرے "باوقار محافظوں" نے ۳۰ جولائی ۲۰۱۸ء کو کراچی سے ۴ بچوں کی ماں رومانہ کو اغوا کر لیا ہے۔ جرم یہ ہے کہ رومانہ خلافت کے نظام کا نظریہ رکھتی تھی۔ مگر میری قوم آج بھی مطمئن سو رہی ہے!!!

نہ جانے کتنی عافیہ، طیبہ اور رومانہ ریکارڈ میں آئے بغیر روندی گئیں، مجروح کی گئیں، مگر میری قوم ہر رات پر سکون نیند سوتی رہے، سوتے رہیے!!! کہیں ضمیر کی نیند میں خلل نہ آئے!!!

....

فاروق الخطاب نے لکھا:

بھُنے ہوئے سور کی پکی دیگ میں چار بوٹیاں بکرے کی ڈال کر پکانے والے ہمیں کہتے ہیں کہ اب پورا بکرا نہیں ملنے والا، جو ہے اسی پر گزارا کرنا ہے، اسی کو بہتر ذائقے والا بنانا ہے! نئیں آری بات سمجھ میں؟

☆☆☆☆☆

ابو بکر الصدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)...سیاسی و عسکری قائد کی حیثیت سے

لقد قمنا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاماكنانهلک فيه لولاان الله من علينابابى بكر[فقيه الامة عبدالله ابن مسعودرضى الله عنه]

قاری ابو عمارہ

و ليس منكم من تقطع الاعناق اليه مثل ابى بكر رضى الله عنه (عمر فاروق رضى الله عنه)

یہاں ایک اور اہم بات کو سامنے رکھنا بھی ضروری ہے۔ اسلام میں ایک کشش اور دلکشی موجود ہے جو فطری طور پر لوگوں کو اپنی جانب کھینچتی ہے لیکن عرب قبائل کا یہ حال دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجہ تھی کہ یہ لوگ اسلام کو دین حق نہیں سمجھے اور ارتداد اختیار کر لیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے تیرہ سال مکہ میں بسر ہوئے جہاں اسلام اپنی اصل شکل میں نافذ نہیں تھا بلکہ ایک نئے دین کے طور پر ابھر رہا تھا۔ حج کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبائل میں گھوم پھر کر ان کو اللہ کے دین کی جانب بلاتے تھے، اس سے چند لوگ تو ضرور مسلمان ہوئے لیکن زیادہ تر لوگ اس پیغام سے نا آشنا تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قبائل کو دینِ حق کی نصرت کی بھی ترغیب دیتے تھے۔ اس سے ان لوگوں کے ذہن ضرور سوچتے ہوں گے کہ قریش کے مقابلے میں جو بیت اللہ کے متولی اور عرب کے مسلمہ سردار تھے، ایک اجنبی دین کے ماننے والوں کی نصرت کا ان کو کیا فائدہ ہوگا؟ پھر جب وہ یہ کہتے تھے کہ ہم نصرت ضرور کریں گے لیکن آپ کے بعد سرداری ہمیں ملے گی تو اس کا اصل مطلب یہی ہوتا تھا کہ قریش کی جگہ ان کا قبیلہ عرب کا سردار ہوگا اور یہ واقعی ایک شرف اور فضیلت کی بات تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جس مقام پر تھی وہاں عرب کی سرداری جیسی غیر اہم چیز کے لیے کوئی جگہ ہی نہیں تھی۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکار فرما دیتے تھے۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مطلب نہیں سمجھتے تھے بلکہ سمجھ کر ہی انکار فرماتے تھے۔ چنانچہ یہ سعادت چونکہ مدینہ کے انصار کے مقدر میں تھی اس لیے بغیر کسی شرط کے دین حق کی نصرت کرنا انہی کو نصیب ہوا اور ہمیشہ کے لیے انصار کا لقب اور عزت و شرف ان کے نام کے ساتھ جڑ گیا۔ یہ کشمکش ان مکالمات میں بہت واضح نظر آتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبائل عرب کے درمیان حج کے موقع پر ہوتے تھے اور جو ان میں سے ہمیں دستیاب ہوئے ہیں۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت کر گئے تو وہاں آٹھ سال جنگ و جدال اور غزوات و سرایا میں صرف ہو گئے یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور قریش مسلمان ہو گئے۔ اب ان قبائل کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے اپنی اسی پرانی سوچ کے تحت سیاسی سودابازی شروع کر دی۔ چنانچہ ان قبائل کے اتنے وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوئے کہ ۹ھ کو "عام الوفود" ہی کہنے لگے۔ مگر حجاز میں مسلمانوں کی اکثریت ہونے کے باوجود منافقین کا ایک گروہ مستقل طور پر موجود تھا، پھر یہود و نصاریٰ تھے جو اسلام کے عروج سے ناخوش تھے۔ دور دراز کے قبائل میں تبلیغِ اسلام کے لیے وفود روانہ کیے گئے لیکن بہت سی وجوہات کی بنا پر یہ قبائل اتنی جلدی اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔

1. عرب عاربہ اور متعربہ کی دیرینہ عداوت (عاربہ شمالی عرب اور متعربہ جنوبی عرب کے قبائل تھے۔ شمالی عرب کے لوگ خدا کو اللہ کہتے تھے تو جنوبی عرب کے لوگ رحمٰن کہتے تھے)۔
2. یہود، نصاریٰ، مجوس، اور منافقین جو اسلام کے لیے پہلے دن سے ہی نفرت اور بغض رکھتے تھے اور اس کی ناکامی کے لیے ہر دم کوشاں تھے۔ اب انہوں نے قبائلِ عرب میں بے چینی دیکھی تو جلتی پر تیل چھڑکنا شروع کر دیا اور اس انتشار کو پھیلانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ چنانچہ سجاح بن الحارث کے ساتھیوں میں ایک بڑی تعداد بنو تغلب کے عیسائیوں کی بھی تھی۔ بحرین میں حطم بن ضبیعہ کی قیادت میں جو بغاوت ہوئی اس میں مجوس بھی شامل تھے۔
3. روم اور ایران کی قدیم چپقلش اور عرب بدوی قبائل کے رومی اور ایرانی علاقوں پر حملوں کی وجہ سے روم اور فارس دونوں نے عرب کی سمت میں عربوں کی ہی چھوٹی چھوٹی نیم خود مختار ریاستیں قائم کر دی تھیں۔ موجودہ اصطلاح میں ان کو 'بفر سٹیٹ' کہا جاتا ہے۔ فارس نے حیرہ میں اور رومیوں نے دمشق میں عربی ریاستیں قائم کی تھیں۔ روم اور فارس کی جنگوں میں ان علاقوں کے عرب اپنی حامی ریاستوں کا ساتھ دیتے تھے اور فارس تو نہیں لیکن روم کے زیر اثر ان عربوں نے عیسائی مذہب بھی اختیار کر لیا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب عربوں میں بغاوت پھیلی تو روم و فارس نے اپنی 'بفر سٹیٹس' کی پوری پشت پناہی کی یہاں تک کہ بحرین میں فارسی سپاہی بھی مسلمانوں کے خلاف لڑتے رہے۔ یہ تمام حالات جاننے کے بعد ہمیں بالکل حیرت نہیں رہتی جب مسلمانوں کو اپنے وقت کی دو عظیم طاقتوں کے خلاف جنگ کرتا دیکھتے ہیں اس کام کے لیے ان طاقتوں نے ہی مسلمانوں کو مجبور کیا تھا۔

یہ سب قبائل اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے دو مختلف روپ میں سامنے آئے۔ ایک طرف مانعین زکوٰۃ تھے تو دوسری جانب مدعیان نبوت کا گروہ تھا۔ یہ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات ہے کہ عربوں کی بغاوت کسی نہ کسی طرح ان دونوں گروہوں کی ہی مرہون منت رہی۔ چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے نمٹنے کے لیے جو پالیسی

اختیار کی وہ بہت حیرت انگیز اور دوررَس نتائج کی حامل تھی۔ اس پالیسی کی بنیاد اسی اصول پر تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہٰ الا اللہ کہہ دیں"۔

اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ دیکھیے اور اس کی وسعت و گہرائی کا اندازہ کیجیے:

اینقص الدین و انا حی

"دین میں تبدیلی کی جائے گی جب کہ میں زندہ ہوں گا"۔

اصل مزہ تو عربی جملے میں ہی ہے۔

آپ نے لشکر اسامہ کو فوری روانہ کیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری روانہ کیا گیا لشکر اپنا کام کر آئے۔ اسی دوران مدینہ کے قرب و جوار کے قبائل زکوٰۃ کا معاملہ لے کر آ گئے۔ یہ قبائل بنو عبس و ذبیان، بنو کنانہ، فزارہ اور غطفان تھے۔ ان کو امید تھی کہ مسلمان ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کے صدمے میں ہوں گے اور نئے حکمران کو استحکام کے لیے وقت چاہیے ہو گا لہٰذا ہمارے مطالبات قبول کیے جائیں گے۔ پھر براہ راست دربارِ خلافت میں حاضری سے پہلے انہوں نے مختلف صحابہ سے گفتگو کی اور صحابہ سیاسی وجوہات کی بنا پر ان کے ساتھ متفق بھی ہو گئے۔ چنانچہ اس وفد کی گفتگو اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انکار کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور کوشش کی کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو وقتی چھوٹ دے دی۔ (وقتی چھوٹ والی بات قیاس نہیں ہے بلکہ بعد کے واقعات اس کی تائید کرتے ہیں ان شا اللہ اپنی جگہ پر آئیں گے) مگر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وہ بلیغ جملہ ارشاد فرمایا جو اوپر درج کیا گیا ہے چنانچہ خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی قائل ہو گئے۔ یہ قبائل ناکام واپس ہوئے لیکن یہ دیکھ گئے تھے کہ صحابہ کی ایک بڑی تعداد شام کے محاذ پر جا کی ہے اور مدینہ کی دفاعی حالت کمزور ہے۔ اس سے ان کو یہ خیال پیدا ہو کہ عسکری کارروائی کے ذریعے اپنے مطالبات کو منوایا جائے یا پھر ریاستِ مدینہ سے ہی نپٹ لیا جائے۔ انہوں نے اپنے قبیلوں کو آمادہ کیا کہ موقع سے فائدہ اٹھا کر مدینہ پر حملہ کر دیا جائے اگر یہ کامیاب ہو گیا تو وہ قبائل جو بغاوت پر آمادہ نہیں ہیں خود ہی مدینہ سے باغی ہو جائیں گے۔ جب تک حجاز اور طائف سے امداد آئے گی اس وقت تک قصہ پاک ہو چکا ہو گا۔ پھر مدعیان نبوت کے جو سفرا' ان کے پاس موجود تھے انہوں نے اپنی امداد کا کامل یقین بھی دلایا چنانچہ یہ لوگ تیار ہو گئے۔ اسلامی سلطنت پر ایسا وقت شاید ہی کبھی آیا ہو۔ بدر کے بعد یہ دوسرا موقع تھا کہ مسلمان اختتام کے قریب آ گئے تھے۔ یہاں ہمیں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی عسکری صلاحیت اور قیادت کا نظارہ ملتا ہے۔ آپ نے اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے سب سے پہلے مدینہ میں طلایہ گردی کا نظام قائم کیا اور مختلف راستوں پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو متعین کیا تاکہ کسی بھی جانب سے حملہ ہو تو اس کی فوری اطلاع مل جائے اور اہل مدینہ پر مسجد میں حاضری کو لازمی کر دیا تاکہ کسی بھی یورش کی روک تھام کی جا سکے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے مسلمانو! یہ وفد تمہاری قلتِ تعداد کو دیکھ کر گیا ہے اس لیے تم نہیں جانتے کہ یہ تم پر صبح کو حملہ کر دیں گے یا رات میں۔ آخر یہ لوگ مسافت میں تم سے قریب ترین تو ہیں۔ یہ لوگ ہم سے معاملہ طے کرنے اور بہت کچھ توقعات لے کر آئے تھے لیکن ہم نے ان کے مطالبات کو ٹھکرا دیا ہے اس لیے تم تیار ہو جاؤ اور ہوشیار رہو"۔

اس تقریر سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے جنگ میں پہل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے صرف مدینہ کی حفاظت کا انتظام کیا۔ دوسرے یہ کہ مدینہ کی دفاعی حالت بھی اقدامی جنگ کے لیے موزوں نہیں تھی اس لیے بھی شہر کا دفاع کرنے پر ہی توجہ رکھی گئی۔ تیسرا یہ کہ مدینہ کی آبادی میں جو لوگ موجود تھے وہ اس قدر منظم تھے کہ دفاعی جنگ کی صورت میں امداد پہنچنے تک دشمن کو روک سکتے تھے۔ چوتھا یہ کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی اس دفاعی قوت کو مرکوز رکھا اور پھیلنے نہیں دیا۔ تاکہ کسی فوری خطرے کی صورت میں اس کو اپنے مرکز پر ہی جواب دیا جا سکے نہ کہ باہر نکل کر جنگ کو پھیلا کر لڑا جائے۔ شاید آپ کو امید تھی کہ معمولی جنگ سے زیادہ کچھ نہیں ہو گا اور قوت کا مظاہرہ ہی ان لوگوں کو راہ راست پر لے آئے گا۔

واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پالیسی ان لوگوں کے مقابلے میں نہایت کامیاب رہی۔ باغیوں کا لشکر طلیحہ اسدی کے زیر اثر تھا اور مقام ذوحسیٰ میں پڑا تھا۔ ان لوگوں نے خود کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک نے مدینہ پر حملہ کیا اور دوسرا امدادی لشکر کے طور پر ذوحسیٰ میں ہی رہا۔ محافظین نے ان کی اطلاع سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنچائی چنانچہ آپ رضی اللہ نہ مسلمانوں کو لے کر روانہ ہوئے اور مقابلہ کیا، باغی اس مقابلے میں ہزیمت اٹھا کر بھاگے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے ذوحسیٰ تک جا پہنچے۔ یہاں پر موجود لوگوں نے اپنے پاس موجود تھیلوں میں پھونک بھر کر ان کو مسلمانوں کی طرف پھینک مارا اس سے مسلمانوں کے اونٹ جو جنگی فریب کاریوں کے عادی نہ تھے واپس بھاگ کھڑے ہوئے اور مدینہ آ کر دم لیا۔ اس کو یہ باغی پسپائی سمجھے اور ان کا حوصلہ بڑھ گیا چنانچہ انہوں نے اب ذوالقصیٰ میں اپنا مرکز بنایا اور مدینہ پر باقاعدہ حملہ کی تیاری کرنے لگے۔ اور دیگر قبائل کو بھی ساتھ ملنے کے لیے پیغام بھیجا۔ طلیحہ کا بھائی حبال' ان کی قیادت کر رہا تھا (کچھ مورخین نے بیٹا لکھا ہے) ادھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ واپس پہنچتے ہی باقاعدہ لشکر ترتیب دیا اور دائیں بازو پر نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ ،بائیں پر عبداللہ بن مقرن رضی اللہ عنہ کو مقرر

کیا۔ قلب میں خود ہوئے اور ساقہ پر سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کو متعین کیا۔ ابھی رات باقی تھی کہ مدینہ سے روانہ ہوگئے، صبح کے قریب آپ رضی اللہ عنہ نے باغیوں پر حملہ کر دیا اس حملہ سے بد حواس ہو کر بہت سے لوگ وہیں قتل ہوئے اور اکثر بھاگ گئے۔

اس کامیابی کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ جو قبائل ابھی متذبذب تھے ان کی جانب سے عاملین زکوٰۃ اور سرداران پہنچنے شروع ہو گئے جو اپنی وفاداری کا ثبوت یعنی اپنے قبائل کی جانب سے لشکروں کو بھی ساتھ لائے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیرونی قبائل کے متعدد روساء پکے اور سچے مسلمان تھے۔ پھر یہ کہ مدینہ کی فضا پر جو تناؤ طاری تھا وہ ایک دم ختم ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ پہلی کامیابی ہوئی تھی اس لیے ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اسی دوران میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی اپنی مہم کامیابی سے سر کر کے لوٹ آئے۔ یہ ایک اور خوش خبری تھی جو اہلِ مدینہ کو ان پُر آشوب حالات میں ملی۔ اس سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔

ادھر عبس و ذبیان نے اپنے قبائل میں واپس پہنچ کر جو مسلمان ان کے ہاں تھے ان کو دھوکے سے شہید کر دیا۔ اس کی خبر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے قسم کھائی کہ جب تک ان قبائل سے مسلمانوں کا انتقام نہیں لیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید رض کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر فرمایا تم اب آرام کرو۔ خود آپ رضی اللہ عنہ فوج لے کر ذوالقصہ کی جانب بڑھے تاکہ بے گناہ مسلمانوں کے خون کا بدلہ لیں۔ اس موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے خود آپ رضی اللہ عنہ کے میدان جنگ میں جانے کی مخالفت کی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کو قبول نہیں فرمایا اور خود ہی روانہ ہوئے مقام ابرق میں اہل ربذہ جمع تھے ان پر حملہ کر کے ان کو شکست دی یہاں حارث اور عوف سردار تھے یہ دونوں قتل ہو گئے۔ ابرق سے آگے بڑھ کر بنو ذبیان پر حملہ کیا اور ان کو مغلوب کر کے ان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور ان مسلمانوں کا انتقام لیا جن کو شہید کیا گیا تھا۔ بنو عبس، ذبیان، فزارہ، بنو بکر، مرۃ، کنانہ وغیرہ قبائل کے ساتھ یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آخری جنگ کامیاب جنگ تھی۔ ان شکستوں کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ لوگ اطاعت قبول کر لیتے مگر اکا دکا کو چھوڑ کر سب ہی طلیحہ سے جا ملے۔ یہاں سے حروبِ ارتداد کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔

اس سب معاملے میں پہل اہل یمن نے کی اور اسود عنسی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس دعویٰ کے نتیجے میں پورے یمن میں آگ بھڑک اٹھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل کو یمن سے نکال باہر کیا گیا۔ یہ معاملہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں ہی پیش آیا۔ چنانچہ اس واقعے کے بعد سے مسلمانوں کی مدینہ سے باہر کی پوزیشن کمزور ہونے لگی تھی۔ اگرچہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اسود عنسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں شر انگیزی کی کوشش نہیں کی تھی لیکن یہ تاریخی واقعات سے ثابت ہے کہ اسود عنسی کے قتل کی خوش خبری پہلی خبر تھی جو مدینہ سے باہر سے موصول ہوئی۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ اسود کی شر انگیزی اتنی جلدی ختم ہو گئی جب کہ مسلمان لشکر بھی یمن نہیں پہنچے تھے، کچھ سمجھ نہیں آتا۔ اس کے برعکس یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ اسود کی سرکشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی شروع ہو گئی تھی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

اس مسئلے کی ابتدا یوں ہوئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ممالک کے بادشاہوں کو خطوط بھیجے تو ان میں ایک خط باذان (یا بدھان) جو حکومت فارس کی جانب سے یمن کا گورنر تھا کو بھی بھیجا۔ اس خط کے موصول ہونے کے بعد باذان مسلمان ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس کی جگہ پر ہی متعین رکھا۔ ایک اور روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ باذان کو شاہِ فارس کسریٰ نے حکم دیا کہ اس شخص کا سر بھیج دے جس نے اس کو تبلیغی خط بھیجا ہے۔ اس وقت تک فارس، روم پر غلبہ حاصل کر چکا تھا اور اس کے غرور کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی لیکن یہ خط بھیجتے ہی صورت حال بدل گئی اور رومیوں نے اچانک بغاوت کر کے فارس کی غلامی سے نہ صرف چھٹکارا حاصل کر لیا بلکہ فارس کے اندر تک گھس گئے یہاں تک کہ فارس کا گرمائی دارالسلطنت پار ساگرد (اصطخر) رومیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو گیا۔ جب باذان کو یہ خط ملا تو اس نے اپنے آدمیوں کو مدینہ روانہ کیا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آدمیوں کو بتایا کہ

"اللہ نے آج رات کسریٰ کو اس کے بیٹے کے ہاتھوں ہلاک کرا دیا ہے"۔

اس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کو اسلام کی دعوت دی اور وعدہ فرمایا کہ اس کو یمن کا حاکم برقرار رکھا جائے گا۔ باذان نسلی طور پر ایرانی تھا۔ اس کو اپنے ذرائع اور حکومتِ فارس دونوں جانب سے خسرو پرویز کے قتل اور شیرویہ کے بادشاہ بننے کی اطلاع مل گئی تو وہ مسلمان ہو گیا، اس طرح یمن کا علاقہ اسلامی سلطنت کا حصہ بن گیا۔ جب فارسی غلبہ ختم ہو گیا تو مقامی عربوں میں عصبیت جاگی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک عرب نبی کی سرکردگی میں ایرانی سلطنت کا اہم صوبہ بلا کسی جنگ کے فتح کر لیا گیا ہے تو انہوں نے ایرانیوں کو ہی یمن سے نکالنے کی تحریک شروع کر دی۔ اس کے علاوہ یمن میں اسود عنسی ایک کاہن تھا جس نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا۔ یہ دعویٰ اگرچہ اپنی اصل میں تو عربی نبی کی کامیابیوں سے متاثر ہو کر کیا گیا تھا مگر اس کے پیچھے ایرانی سیاست بھی کام کر رہی تھی اور خود عربی عصبیت بھی جو ان کو کسی دوسرے قبیلے کے نبی کی پیروی کرنے سے روکتی تھی۔ سو اسود عنسی نے نہ صرف نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ اپنا لقب "رحمٰن الیمن" بھی تجویز کر لیا۔ باذان کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کو کئی حصوں پر تقسیم کر دیا تھا اور صنعاء کا شہر باذان کے بیٹے 'شہر' کے حوالے کیا تھا۔ اسود نے شہر بن باذان کو شہید کر کے اس کی بیوہ 'آزاد' سے نکاح کر لیا، جو مسلمان ہو چکی تھی اور اسود عنسی کی سخت دشمن تھی۔

چونکہ اسود عنسی بنیادی طور پر کاہن تھا اس لیے وہ شعبدہ بازی کا بھی ماہر تھا۔ مشہور ہے کہ اس کے پاس ایک گدھا تھا، جو اس کی باتیں اور اشارے سمجھتا تھا اور اس کے کہنے پر سجدہ بھی کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اسود مسجع اور مقفیٰ گفتگو کا بھی ماہر تھا، چنانچہ ان سب باتوں کی وجہ سے اس کے گرد جہلاء کا ایک گروہ اکٹھا ہو گیا اور ایک بڑا لشکر فراہم کر لینے کے بعد اس نے نجران کی جانب کوچ کیا۔ نجران میں خالد بن سعید رضی اللہ عنہ عامل تھے انہوں نے نجران چھوڑ دیا اور مدینہ روانہ ہو گئے۔ معاذ بن جبل رضی الہ عنہ اور عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بھی یمن سے مدینہ پہنچ گئے۔ یہ وہ وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو چکے تھے۔ اب حالات یہ تھے کہ پورے یمن میں اسود عنسی کا طوطی بول رہا تھا اور اس کے مقابلہ پر کھڑا ہونے والا کوئی نہ تھا۔ لیکن ایک تحریک بدستور مسلمانوں کی کام کر رہی تھی جو قیس بن مکشوح اور آزاد (بیوہ شہر بن باذان) کے زیر اثر تھی۔

مگر یمن کے مسئلے میں صرف یہی نہیں تھا۔ صنعاء میں شہر بن باذان کے مقابلے میں اسود کی کُل طاقت سو سوار تھے۔ مقام حیرت ہے کہ اسود فتح یاب ہوا اور اس کے مقابلے میں شہر کی مدد کسی نے نہ کی، وہ اکیلے ہی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یمن مذہبی لحاظ سے ایک اکھاڑہ تھا جہاں تمام مذاہب دستیاب تھے۔ مجوس، یہود، نصاریٰ، مشرکین اور سب سے آخر میں مسلمان منظر نامے میں نمودار ہوئے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ فارسی تسلط کے مقابلے میں عربی عصبیت کام کر رہی تھی، اس لیے یہ بہت حد تک ممکن ہے کہ عربوں کے مقابلے میں فارسی شہر کی مدد نہ کی گئی ہو مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ خود عرب بھی بہت جلد اسود سے اکتا گئے۔

مدینہ میں صورت حال یہ تھی کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا لشکر تیار تھا اور یا تو اس کو یمن بھیجا جا سکتا تھا یا شام۔ شام کی سیاسی صورت حال اور غزوہ تبوک کے بعد کے حالات میں یہ لشکر روکنا سیاسی نقصان کا باعث بن سکتا تھا۔ اس لیے یمن کو اس کے حال پر چھوڑ کر شام کی جانب توجہ رکھی گئی۔ یمن کے عاملین کے نام ہدایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دین پر جمے رہنے کی ہدایت کی۔ ادھر یمن میں اسود نے صنعاء سے عدن تک تمام علاقے پر قبضہ کر لیا اور دو ایرانیوں فیروز اور دازویہ کو اپنا وزیر بنایا۔ فیروز کی چچا زاد بہن آزاد' جو شہر بن بازان کی بیوہ بھی تھی' کے ساتھ اس نے نکاح بھی کر لیا اور سردارِ لشکر قیس بن عبدیغوث کو بنایا اور گویا یوں سمجھا کہ عرب و عجم اس کے جھنڈے تلے آ گئے ہیں۔ لیکن جن عوامل پر بھروسا کر کے اس نے اپنے اقتدار کو دائمی سمجھا تھا اُنہی کی بنا پر آخر اس کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ اچانک اس کو یہ محسوس ہونے لگا کہ اس کے ایرانی وزیر اس کی حکومت کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور اس کا سپہ سالار بھی اُنہی کا حامی ہے۔ صرف اپنی بیوی پر اس کو بھروسا تھا لیکن وہ بھی اسود سے شدید نفرت کرتی تھی اور اسی کے ہاتھوں اسود کا خاتمہ ہوا۔ پہلے تو اسود نے اپنے سپہ سالار کو سرداری سے ہٹانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد اپنے ایرانی وزیروں سے نمٹنے کی کوشش کی لیکن ان دونوں کوششوں میں ناکامی ہوئی اور یہ تینوں اس کے خلاف ہو گئے۔ آزاد کی مدد ان کو پہلے ہی حاصل تھی اور عام مسلمان جو اس ساری صورت حال کو بغور دیکھ رہے تھے درپردہ ان کے معاون و مددگار بن گئے۔ ان سب نے مل کر اسود سے چھٹکارا حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ابو مسلم خولانی اس منصوبے کے اہم حصہ دار تھے اور ان کو اسود نے آگ میں بھی ڈالا تھا، جس سے وہ صحیح سلامت نکل آئے تھے۔

اسود کے خلاف منصوبہ خفیہ طریقے سے قتل کا بنایا گیا تھا اور اس میں آزاد کا تعاون ہر قدم پر ان باغیوں کے ساتھ شامل رہا۔ بہر حال اسود عنسی کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر محل سے باہر پھینک کر یمن میں دوبارہ مسلمانوں کے اقتدار کا اعلان کر دیا گیا۔ مگر اسی دوران میں یمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر پہنچی اور یمن میں پھر ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔

یمن کی مذکورہ بالا صورت حال اپنی جگہ مگر خلیج فارس سے لے کر یمامہ تک ایک مسلسل بغاوت کے آثار بہت واضح تھے۔

خود مدینہ کے اردگرد کے قبائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک اضطراب موجود تھا اور مسلمان ایسی صورت حال میں گھرتے جا رہے تھے کہ وہ صلح پر بھی آمادہ نظر آتے تھے۔ انہی حالات میں سجاح اپنا لشکر لے کر جزیرہ سے اٹھی اور بطاح پہنچی۔ یہاں کے سرداران جن میں مالک بن نویرہ قابل ذکر ہے، اس کا دست راست بن گیا۔ بنی یربوع، بنی کلب اور بنی تمیم کے قبائل اس کے ساتھ شامل ہو گئے اور اس نے ان علاقوں میں موجود مسلمانوں کا بھی قتل کیا۔ ان تمام واقعات پر نظر ڈالنے سے یوں لگتا ہے کہ فارس کی حکومت کی سیاسی چالیں ان تمام علاقوں کی بغاوتوں کو ہوا دے رہی تھیں۔ سجاح کا معاملہ تو اتنا واضح ہے کہ کسی طرح یقین نہیں ہوتا کہ اس حملے کے پیچھے فارس کی حکومت کا ہاتھ نہیں تھا۔ سجاح کے معاملے میں چند اہم باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1. وہ عرب کی نہیں بلکہ عراق کی رہنے والی تھی اور اپنے قبیلے کی کاہنہ تھی۔
2. اس نے اپنے نبوت کے دعوے کے ساتھ ہی مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا اور لشکر جمع کر کے نکل کھڑی ہوئی۔ عام حالات میں اس کا پہلا ٹکراؤ اس کے قریبی علاقوں میں ہونا چاہیے تھا اور عراق میں اس کو اپنا اقتدار مضبوط کر کے عرب کی جانب توجہ کرنی چاہیے تھی مگر اس نے براہ راست مدینہ کا رخ کیا جہاں مسلمان پہلے ہی انتہائی نازک صورت حال کا سامنا کر رہے تھے۔
3. عرب میں داخل ہوتے ہی مسلمانوں کے باغی اس کے ساتھ مل گئے اور جو لوگ ان علاقوں میں مسلمان تھے ان کے خلاف ایک صفائی کی مہم چلائی گئی۔

4. سجاح مدینہ کا رخ کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے حامی سردار اپنے علاقوں سے اس کو گزرنے نہیں دینا چاہتے تھے اور اپنے قبائل سے وعدہ بھی کر چکے تھے کہ سجاح کا لشکر ان کے علاقوں سے نہیں گزرے گا۔ چنانچہ اس کو مجبور کیا گیا کہ وہ پہلے مسیلمہ سے نمٹے تا کہ اس کا عقب محفوظ ہو جائے۔

5. سجاح نے یمامہ کا رخ کیا مگر وہاں جا کر مسیلمہ اور سجاح میں ایک سمجھوتہ ہو گیا اور سجاح نے مسیلمہ سے نکاح کر لیا اور مدینہ سے نمٹنے کا کام مسیلمہ کے ذمے لگا کر وہ واپس جزیرہ چلی گئی جہاں سے دوبارہ وہ باہر نہیں نکلی۔

یہ تمام باتیں واضح کرتی ہیں کہ نہ تو وہ اپنی مرضی سے عرب میں داخل ہوئی تھی اور نہ ہی اس کا مطمع نظر نبوت کے تحت کسی نظام کا قیام تھا بلکہ وہ ایرانی اثر کے تحت ایک خاص مقصد لے کر عرب میں داخل ہوئی تھی اور وہ مقصد تھا مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی طاقت جو اس وقت نازک صورت حال میں تھی یا تو اس کے مقابلے پر اُتر کر کمزور ہو جائے یا پھر ختم ہو جائے۔ دونوں صورتوں میں ایران کو ہی فائدہ پہنچتا، اگر سجاح مدینہ کی ریاست کو ختم کر دینے میں کامیاب ہو جاتی تو اس کی حکومت ایرانی اثر کی حکومت بنتی۔

اس فتنہ میں ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے وہ یہ کہ نہ صرف مدینہ کے ارد گرد بلکہ جہاں بھی فتنہ اٹھا وہاں یہ بہت تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔ یمن میں اسود عنسی نے چند دن میں اس قدر اقتدار حاصل کر لیا کہ اس کی حدود حضرموت سے طائف تک آ پہنچیں۔ مسیلمہ اور طلیحہ نے بھی چند ہی دنوں میں بڑی کامیابی حاصل کر لی تھی۔ یہ علاقے جہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کی اطاعت کا جوا اپنے کندھوں سے اتار پھینکا تھا باقی علاقوں کی نسبت خوش حال اور دولت مند شمار ہوتے تھے۔ اور طلیحہ کے علاوہ ان سب کی حدود ایرانی سلطنت کے ساتھ ملتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان تمام کے ساتھ نمٹنے میں بڑی سختی سے کام لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا ان میں طلیحہ بن خویلد اسدی اور مسیلمہ بن حبیب (کذاب) بھی شامل ہیں۔

ان حالات میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک عام پیغام تمام عرب میں بھیجا اور اس پیغام کے تحت اپنی پالیسی کو واضح کر دیا۔ یہ پیغام مندرجہ ذیل ہے:

اللہ کی حمد و ثنا کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے وہ آیات درج کیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات پا جانا ثابت ہو جائے۔ (اس کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ دعویٰ کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر سچے نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے ان کے پروپیگنڈے کا توڑ ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے بندے تھے اور ان کا وفات پا جانا بھی اتنا ہی حقیقی تھا جتنا کسی دوسرے انسان کا وفات پا جانا۔ اور دین چونکہ اللہ تعالیٰ کا ہے اس لیے کسی نبی کے وفات پانے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دین ہی معاذ اللہ جھوٹا ہے)۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لکھا:

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ شیطان کے بہکانے سے اسلام لانے اور نیک اعمال کرنے کے بعد دین سے پھر گئے ہیں۔ میں تمہاری جانب مہاجرین، انصار اور تابعین کا لشکر بھیج رہا ہوں جس کا سردار فلاں (یہاں سردار لشکر کا نام ہے) کو بنایا ہے اور میں نے اس کو حکم دیا ہے کہ جب تک وہ تمہارے سامنے اسلام کا پیغام نہ پہنچادے جنگ نہ کرے۔ پس جو شخص اسلام کا اقرار کرے گا اور اس دعوت کو قبول کرے گا اور نیک اعمال کرے گا اور مخالفانہ سرگرمیوں سے باز آ جائے گا اس کی جان بخشی کر دی جائے گی۔ اور جو شخص انکار کرے گا اور فساد پر آمادہ ہو گا اس سے جنگ کی جائے گی اور وہ اللہ کی تقدیر کو خود پر نافذ ہونے سے روک نہ سکے گا۔ ایسے لوگوں کو آگ میں جلایا جائے گا اور بری طرح قتل کیا جائے گا اور اس کی عورتیں اور بچے غلام بنا لیے جائیں گے اور کسی سے اسلام کے علاوہ کچھ قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان باتوں کو سن کر جو شخص ایمان لے آئے گا تو یہ ایمان اس کے لیے بہتر ہو گا اور جو شخص بدستور مرتد رہے گا تو وہ جان لے کہ وہ ہرگز اللہ کو عاجز نہ کر سکے گا۔ میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ خط تمہارے مجمعوں میں پڑھ کر سنائے اور تم پر حجت تمام کر دے۔ اسلام لانے کی نشانی اذان ہو گی جو تمہاری بستیوں کے قریب دی جائے گی“۔

چنانچہ مسلمان لشکر ہر بستی کے باہر اذان دیتا تھا اور جہاں سے اذان کی آواز سنائی دیتی وہاں جنگ نہ کی جاتی جب کہ جہاں سے اذان کی آواز نہ آتی وہاں جنگ کی جاتی تھی۔

یہ خط عرب کے ہر حصے میں بھیجے گئے تھے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ مرتدین کے ساتھ مل جانے والے سب ہی لوگ عصبیت کی وجہ سے شامل نہ تھے بلکہ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو مسلمان تھے مگر مرتدین کی جانب سے مظالم اور قتل کے خوف کی وجہ سے ان کے ساتھ جا شامل ہوئے تھے۔ جیسا کہ طلیحہ کے حالات میں بنی طے اور جذیلہ کا معاملہ۔ ان لوگوں کو یا تو معمولی فہمائش کی ضرورت تھی یا پھر وہ اعتماد دلایا جانا ضروری تھا جو ان خطوط کے ذریعے دلایا گیا کہ خلیفۃ المسلمین ان کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑیں گے اور ان کی امداد کی جائے گی، اس لیے ان کو ثابت قدم رہنا چاہیے۔ دوسری جانب مرتدین جب یہ خطوط سنتے اور جان لیتے کہ مسلمان لشکر نہ صرف روم کی سرحد سے کامیاب لوٹا ہے بلکہ اب مکہ مدینہ اور طائف کے علاوہ گرد و نواح کے قبائل بھی ان کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں تو ان کے حوصلے بھی پست ہو جاتے اور وہ لڑائی سے جی چرا کر اپنے متعلق سوچنے لگتے تھے۔ خود سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پالیسی ان خطوط سے واضح تھی وہ خالی دھمکی نہیں دے رہے تھے بلکہ سنجیدگی کے ساتھ بغاوت کرنے والوں سے واپسی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اسی لیے

امرائے عساکر کو یہ حکم تھا کہ پہلے وہ مرتدین کو اسلام لانے کا حکم دیں اور اگر وہ اسلام نہ لائیں تو ان سے لڑیں یہاں تک کہ اللہ ان کو غالب کردے۔ اس پالیسی کا نہایت زبردست اثر پڑا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فراست واضح ہو کر سامنے آگئی۔ یہ واضح رہے کہ یہ خط مانعینِ زکوٰۃ اور مرتدین یعنی جو لوگ اسلام لانے کے بعد کسی طرح سے پھر گئے تھے (قبائلی بغاوت کی وجہ سے یا کسی جھوٹے نبی کے دعوے کی وجہ سے) کو لکھے گئے تھے۔ اس لیے یہ امکان بھی ختم ہو گیا کہ کسی بھی سطح پر مانعینِ زکوٰۃ سے نرمی کا کوئی امکان باقی رہ گیا ہو۔ کیونکہ اگر مانعینِ زکوٰۃ سے نرمی کی جاتی تو دشمنوں کو یہ پروپیگنڈا کرنے کا موقع مل جاتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوری بعد یہ سمجھوتے واضح کرتے ہیں کہ اصل میں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا مقصد عرب پر اپنا اقتدار قائم کرنا ہے، اسی لیے زکوٰۃ جیسے معاملے پر سمجھوتا کر لیا گیا ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دونوں معاملات کو ایک ہی صف میں رکھ کر ایک ہی جوابی چال کے ذریعے نمٹادیا۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے طلیحہ بن خویلد اسدی کے مقابلے پر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو خاص طور پر نصیحت کی کہ

"بنی طے سے شروع کرنا اور بنی طے کو ترغیب و ترہیب کے ذریعے دوبارہ مسلمان ہونے کی ترغیب دینا"۔

اسی نصیحت کے پیش نظر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ابتدا بنی طے سے کی۔ یہاں مشہور صحابی عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سرگرم عمل تھے، انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ کو کہا کہ

"آپ تین دن توقف کریں اور اس دوران میں پانچ سو بڑے بہادر جنگ جو آپ سے آکر مل جائیں گے"۔

خالد رضی اللہ عنہ نے یہ بات مان لی۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے والوں کے پاس گئے اور ان کو سمجھایا کہ "مسلمان لشکر بڑھا چلا آرہا ہے اور اس سے مقابلہ دشوار ہے تو تم لوگ اپنے طرزِ عمل کو بدلو اور اطاعت کر لو"۔ اس پر طے کے لوگوں نے ان کا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑایا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ کو "ابو الفصیل" (بچھڑے کا باپ مراد کمزور آدمی) کہا۔ عدی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"تم کس خیال میں ہو جو لشکر تمہاری جانب بڑھ رہا ہے اس کا قائد کسی بچھڑے کا باپ نہیں بلکہ "فحل اکبر" (بپھرا ہو سانڈ مراد نہایت طاقتور آدمی) اب تم جانو اور تمہارا کام"۔

اس پر بنی طے گھبرائے اور انہوں نے عدی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ

"آپ اس لشکر کو ہم سے دور رکھیں تاکہ ہم اس دوران اپنے بھائیوں کو حسن تدبیر سے طلیحہ کے پاس سے واپس بلالیں ورنہ وہ ان کو قتل کر دے گا"۔

غرض یہ کہ تین دن کے عرصے میں نہ صرف طے، طلیحہ سے علیحدہ ہو گئے بلکہ ان میں سے پانچ سو جنگ جو مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر مسلمانوں کی تقویت کا باعث بنے۔ اب خالد رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر بنی جذیلہ پر حملے کا ارادہ کیا مگر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ پھر مزاحم ہوئے اور کہا:

"طے ایک پرندے کی طرح ہے جس کا ایک پر جذیلہ ہے اس کو درست کرنے کی ضرورت ہے لہٰذا آپ تین دن توقف فرمائیں اور اس دوران آپ سے مزید پانچ سو جنگجو آکر مل جائیں گے"۔

خالد رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور عدی رضی اللہ عنہ نے اسی حسن تدبیر سے بنو جذیلہ کے لوگوں کو بھی اسلامی لشکر میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ

"عدی ان تمام لوگوں میں سب سے مبارک تھے جو طے میں پیدا ہوئے"۔

یہ سیاست سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا شاہکار ہے کہ انہوں نے مہم کو اس طرح ترتیب دیا کہ کسی لڑائی کے بغیر ایک ہزار جنگ جو مسلمان لشکر میں شامل ہوئے بلکہ دو قبائل بھی دشمن سے دوست میں تبدیل ہو گئے۔

طلیحہ 'مقامِ سمیرا میں رکا ہوا تھا اور اس کے زیر اثر قبائل مانعین زکوٰۃ بھی تھے۔ چنانچہ ان قبائل نے پہلے تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے زکوٰۃ کی معافی کی درخواست کی مگر اس سے انکار پر مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ ان قبائل میں بنو عبس، ذبیان، فزارۃ، کنانہ وغیرہ شامل تھے جو نواح مدینہ میں آباد تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان قبائل کو عبرتناک شکست دی تو انہوں نے بجائے اطاعت کرنے کے اسلام کا چولا ہی اتار پھینکا اور طلیحہ کے ساتھ جا شامل ہوئے۔ لہٰذا اب جنگ مانعینِ زکوٰۃ کی نہ رہی بلکہ مرتدین کے خلاف ہو گئی۔ اُدھر خالد رضی اللہ عنہ مقام اجاء میں لشکر لے کر فروکش تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر بزاخہ میں قیام کیا اور طلیحہ کے لشکر کے ساتھ جھڑپیں شروع کر دیں۔ ایسی ہی ایک جھڑپ میں خود طلیحہ پر بھی وار ہوا مگر یہ اُچٹ گیا۔ اس سے طلیحہ کے لوگوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ "ان کے نبی پر ہتھیار اثر نہیں کرتا اور یہ اس کی حقانیت کی دلیل ہے"۔ طلیحہ کو بنی طے اور جذیلہ کا ساتھ چھوڑ جانا معلوم ہو چکا تھا اور اس سے اس کی طاقت میں کمی بھی واضح ہو چکی تھی لیکن اس کا دست راست عیینہ بن حصن فزاری جنگ پر تلا ہوا تھا۔ اس کو اپنے قبیلے کے سات سو بہادروں پر بھروسا تھا اور ان کے بھروسے پر وہ مسلمان لشکر سے ٹکر لینے کو تیار تھا۔ اس نے طلیحہ کو مجبور کیا کہ وہ خود بزاخہ میں آجائے اور باقاعدہ جنگ کرے۔ طلیحہ اپنے لشکر کے ہمراہ بزاخہ پہنچ گیا جہاں مسلمان لشکر پہلے ہی پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم انصاری رضی اللہ عنہما کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ یہاں طلیحہ کا بھائی 'حبال' کسی کام سے نکلا تو اس کی ان دونوں سے مڈبھیڑ ہو گئی اور حبال مارا گیا۔ طلیحہ کو خبر ہوئی تو وہ اپنے دوسرے

بھائی سلمہ کے ساتھ نکلا اور ان دونوں حضرات کو شہید کر ڈالا۔ خالد رضی اللہ عنہ اس مقام پر پہنچے تو ان دونوں حضرات کی لاشیں دیکھ کر پورے لشکر میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا جس سے ان حضرات کا بدلہ لینے کی خواہش پیدا ہوئی مگر خالد رضی اللہ عنہ کسی اندھا دھند اقدام کے لیے تیار نہ ہوئے اور کچھ پیچھے ہٹ کر اس اضطراب کو دور کرنے کی سعی کرنے لگے۔ اسی دوران میں بنی طے کے لوگوں نے درخواست کی کہ ان کو بنی اسد کی بجائے بنی قیس کے مقابلے میں متعین کیا جائے۔ اگرچہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اس بات کی مخالفت کی مگر خالد رضی اللہ عنہ نے اس درخواست کو قبول کر لیا۔ انہوں نے کہا: ''یہ قیس بھی کچھ کم نہیں ہیں اگر یہ لوگ قیس سے لڑنا چاہتے ہیں تو یونہی سہی''۔

طلیحہ کے لشکر کی کمان عینیہ بن حصن کے ہاتھ میں تھی۔ جنگ شروع ہوئی تو ابتدا میں مسلمانوں پر دباؤ پڑا اور وہ پسپا ہو گئے۔ اس سے فزارہ اور بنی اسد کے حوصلے بڑھ گئے مگر خالد رضی اللہ عنہ نے قلب کے دستوں کے ساتھ ان کا راستہ روک لیا اور مسلمانوں کو مجتمع ہونے کا موقع فراہم کر دیا، اس سے دباؤ طلیحہ کے لشکر پر بڑھنا شروع ہوا۔ طلیحہ ایک خیمے میں کمبل اوڑھے بیٹھا تھا اور دھوکا دے رہا تھا کہ اس پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ عینیہ کئی مرتبہ اس کے پاس گیا تا کہ اس سے کوئی حوصلہ افزا خبر سن سکے مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا، اُدھر میدان میں پانسہ پلٹ چکا تھا اور طلیحہ کے لشکری بری طرح پٹ رہے تھے۔ فزارۃ کے سات سو بہادر بھی صورت حال کو سنبھالنے میں ناکام تھے۔ اب عینیہ طلیحہ کے پاس پہنچا اور اس کو میدان جنگ کے حالات کی خبر دے کر پوچھا کہ کیا کوئی وحی نازل ہوئی؟ (مطلب یہ تھا کہ اللہ کی نصرت کب تک آئے گی) طلیحہ نے کہا کہ ہاں وحی نازل ہوئی ہے ''تیرے پاس بھی ویسی ہی چکی ہے جیسی مسلمانوں کے پاس ہے اور تیرا ذکر بھی ایسا ہے جسے تو کبھی نہ بھولے گا''۔ یہ سن کر عینیہ غصے میں دیوانہ ہو گیا اور کہا ''بے شک اللہ کو معلوم ہے کہ تجھے ایسے واقعات پیش آئیں گے کہ جنہیں تو کبھی نہ بھولے گا''۔ اب عینیہ میدان میں آیا اور پکار کر بولا:

''لوگو! طلیحہ جھوٹا ہے اپنی جانیں بچاؤ''۔

یہ سنتے ہی بنی فزارۃ فوراً میدان سے الگ ہو گئے اور اس طرح جنگ کا دباؤ باقی قبائل پر آ گیا۔ جب طلیحہ نے یہ عالم دیکھا تو اپنی بیوی سمیت میدان سے فرار ہو گیا اور جاتے جاتے اپنے حامیوں سے کہ گیا کہ اپنی جانیں بچائیں۔ طلیحہ یہاں سے نکل کر شام پہنچا اور کچھ عرصہ بعد مسلمان ہو کر واپس آ گیا۔ ایک مرتبہ وہ عمرہ کے ارادے سے مدینہ کے پاس سے گزرا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اب میں کیا کروں وہ مسلمان ہو گیا ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں طلیحہ بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو عکاشہ اور ثابت کا قاتل ہے میرا دل تجھ سے صاف نہیں ہو سکتا''۔ اس پر طلیحہ نے عرض کیا: ''اے امیر المومنین آپ کو ان دو شخصوں کی کیا فکر ہے جن کو اللہ نے میرے ہاتھوں عزت دی (یعنی شہادت عطا کی) اور مجھے ان کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا (یعنی کفر پر موت نہیں دی)''۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بیعت کر لیا۔ فارس کی جنگوں میں طلیحہ نے بہت سے نمایاں کارنامے سر انجام دیے۔

طلیحہ کے لشکر کے شکست خوردہ لوگ ام زمل سلمٰی سے مل گئے اور فتنہ کو ختم کرنے کی بجائے اس کو بڑھاوا دینے پر آمادہ رہے۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے ایک مہینہ بزاخہ کے چشمہ پر قیام کیا اور ام زمل کو بھی شکست دیکر قتل کر دیا۔ اس طرح شمالی عرب اور نواحِ مدینہ باغیوں سے پاک ہو گئے۔ اس موقع پر جو لوگ قیدی بن کر ہاتھ آئے ان میں عینیہ بن حصن بھی تھا، اس کو خالد رضی اللہ عنہ نے مدینہ بھیج دیا تا کہ اس کا فیصلہ خود دربارِ خلافت سے صادر ہو۔ عینیہ نے مدینہ جا کر اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی اس بغاوت کا اختتام ہو گیا جو طلیحہ اور عینیہ کی سر کردگی میں اٹھی تھی۔ اس علاقے میں بنو عامر متردد تھے اور حالات کا رخ دیکھ رہے تھے۔ ان کو طلیحہ اور اس کے اتحادیوں کی شکست کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے سرداروں کو خالد رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ زکوٰۃ وصول کریں اور ان کو امن دے دیں، خالد رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ ان شکست خوردہ قبائل کو امان تو دے دی گئی تھی مگر یہ صرف انہی لوگوں کے لیے تھی جو عام بغاوت میں حصہ دار تھے۔ جو لوگ مسلمانوں کے قتل میں شریک تھے ان کو سخت سزائیں دی گئیں، اکثر کو قتل کر دیا گیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے خالد رضی اللہ عنہ کے ان اقدامات پر خوش نودی کا اظہار کیا گیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے قتل کے سلسلے میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پالیسی کس قدر سخت تھی۔ لیکن خود سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں سے سختی سے کام لینے کی بجائے نرمی اور چشم پوشی سے کام لیا، اس سے متاثر ہو کر اکثر قیدی دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ یہ کئی لوگ تھے جو مختلف مقامات سے مدینہ لائے گئے تھے ان میں سے صرف ایاس بن عبد یالیل (فجاۃ اسلمی) کو مسلمانوں کے قتلِ عام کے صلے میں زندہ جلا دیا گیا باقی لوگوں کی معذرت قبول کر لی گئی۔ اس پالیسی میں حکمت یہ تھی کہ یہ لوگ اب بے دست و پا ہو چکے تھے اور ان کے پاس مسلمان ہو جانے اور اطاعت کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا تھا۔ دوسری طرف یہ لوگ عرب کے معززین بھی تھے اور بہر حال اپنے قبائل کے سردار بھی تھے، اس لیے ان کو معاف فرما کر ایک موقع بھی دیا گیا اور دوسری طرف شکست خوردہ قبائل کی دلجوئی بھی کی گئی تا کہ وہ دوبارہ کسی فتنہ کی گود میں نہ جا گریں۔ اب پورا شمالی عرب پر سکون تھا۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

عظیم جہادی شخصیت، عالم دین اور مجاہد جناب مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی وفات کے متعلق امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

الحمد لله الذي خلق السموات والأرض وجعل الظلمات والنور. خلق الموت والحياة ليبلوكم أيكم أحسن عملاً وهو العزيز الغفور. ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، ونشهد أن سيدنا ونبينا محمداً عبده ورسوله، الشافع المشفع يوم النشور، صلى الله وسلم وبارك عليه وعلى آله وأصحابه والتابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. امابعد: قال الله تعالى: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ. ۱۵. الحجرات

افغان مؤمن و مجاہد ملت اور عالمی سطح پر امتِ مسلمہ کو المناک اطلاع دی جاتی ہے کہ عصر حاضر کے عظیم جہادی شخصیت، عالم دین، بے مثال مجاہد اور دو جہادوں کے انقلابی رہنما، امارت اسلامیہ کی دور حکومت میں وزیر سرحدات اور رہبری شوری کے رکن جناب الحاج مولوی جلال الدین حقانی صاحب طویل علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ

امارت اسلامیہ افغانستان جناب حقانی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کی مناسبت سے ان کے جہاد پرور خاندان، تمام مجاہدین، افغان عوام اور عالم اسلام کو تسلیت کے مراتب پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جناب حقانی صاحب کے تمام احسنہ اعمال کو قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مغفور و مرحوم اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان کے جہاد، دعوت، علم اور اصلاح کی تمام تکالیف، مصائب اور ہجرتوں کو قبول فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

مرحوم مولوی جلال الدین حقانی صاحب 'عصرِ حاضر کی عظیم اور مایہ ناز جہادی اشخاص میں سے ایک تھے۔ جیسا کہ صدرِ اسلام میں مجاہدین حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود اور کردار پر مطمئن اور خوش تھے، یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ زمانہ کے مجاہدین بھی جناب حقانی صاحب کے وجود اور کردار پر حد سے زیادہ مطمئن اور خوش تھے۔ اُس وقت جب ہمارا ملک اور افغان عوام کیمونسٹی الحاد کے خطرے سے روبرو تھا۔ بخارا، سمرقند اور قفقاز کی طرح اسلامی افغانستان لادینی کے خطرے کے زیر اثر تھا، تو جناب حقانی صاحب اور اس وقت کے دیگر باعزم مجاہدین کیمونزم دہریت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے دعوتی اور تنویری سرگرمیوں کے ذریعے ملت میں بیداری و آگاہی کی جدوجہد شروع کر دی اور بعد میں جب کیمونزم نے جارحیت شروع کی، تو کفری کیمونزم کو محو کرنے کی غرض سے جناب حقانی صاحب نے مسلح جہاد کا آغاز کیا۔

جناب حقانی صاحب نے کیمونزم اور روسی جارحیت کے خلاف جہاد کو مکمل فتح کے روز تک بھرپور اخلاص کے ساتھ جاری رکھا، اس کے بعد باہمی جنگوں کے دوران ایک مصلح اور ثالث بالخیر داعی کی حیثیت سے کردار ادا کیا اور جب امارت اسلامیہ نے قائم ہوئی، تو انہوں نے اسلامی نظام کے پیاسے کے طور پر بھرپور اخلاص اور قوت کے ساتھ عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر اسلامی نظام کی استحکام کی راہ میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔

امریکی جارحیت کے خلاف جناب حقانی صاحب کا کردار، کارنامے اور اسلامی امارت کو متحد رکھنے میں موصوف کی قابل ستائش جدوجہد تاریخ کا وہ سنہری باب ہے، جس پر امارت اسلامیہ کی آئندہ نسلیں ہمیشہ فخر کرتی رہیں گی۔ جناب حقانی کی زندگی اور کارنامے ایک ایسی بہترین کہانی ہے، جو ایک مؤمن اور مسلمان کے لیے مشعل راہ بنتی ہے، جو حقانی صاحب کے مخلصانہ جہاد، ایثار، ثابت قدمی، بلند عزم، دین کے لیے مصائب کو جھیلنے اور دنیوی شہرت، جاہ و منصب اور مادیات سے اجتناب کے حصے میں بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

جناب حقانی کی وفات کے متعلق کہنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اپنا کردار ادا کیا، ایمان اور دین کے ساتھ وفاداری کا جو وعدہ کیا تھا، موت تک اسی پیمان پر ثابت قدم رہے۔ موصوف یقیناً خوش قسمت تھے، جنہوں نے ایک کٹھن اور امتحانی مرحلے میں دین اور اسلامی اقدار سے دفاع کیا اور دینی شعائر کو زندہ رکھنے میں عظیم کردار ادا کیا۔ جناب حقانی صاحب اب جسماً ہم میں موجود نہیں رہے، مگر ان کی فکر اور نظریہ زندہ ہے۔ ان کا محاذ اب تک گرم ہے اور امارت اسلامیہ کی جہادی صف کی مانند ایک عظیم جہادی کاروان ان کی راہ پر گامزن ہے۔

جناب مولوی جلال الدین حقانی کئی سالوں سے شدید علیل اور صاحبِ فراش تھے۔ انہوں نے جس طرح جوانی اور تندرستی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے تکالیف برداشت کیں، عمر کے آخری حصے میں بھی انہوں نے بیماری کو پورے صبر اور رضا بالقضاء کے حوصلے کے ساتھ برداشت کیا۔ حتیٰ کہ آخرکار داعی اجل کو لبیک کہا۔

جناب الحاج مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی وفات کے حوالے سے ہم تمام مجاہدین، افغان عوام اور امتِ مسلمہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کی روح کو دعائیں کیا کریں۔ انہوں نے اپنے کردار کے ذریعے افغان عوام اور امتِ مسلمہ کے ساتھ عظیم احسان کیا تھا، انہوں نے اپنی جہادی جدوجہد سے الحاد اور گمراہی کا روک تھام کیا، تو ان کا حق بنتا ہے کہ ان کی روح کو ایصال ثواب کے لیے دعائیں اور قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کریں۔ آخر میں ایک بار پھر مرحوم مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی روح کے لیے دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دیدار اور عالی درجات سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین۔

امارت اسلامیہ کی قیادت اور رہبری شوری

۱۴۳۹/۱۲/۴ھ-ق

۱۳۹۷/۶/۱۳ھ-ش— 4/9/2018م

عظیم جہادی و علمی شخصیت اور دو جہادوں کے بطلِ جلیل

الحاج مولوی جلال الدین حقانی صاحب کی وفات کے حوالے سے ان کے خاندان کا تعزیتی پیغام

الحمد لله الذى رفع اعلام الشريعة بجماعة المجاهدين الذين يقاتلون فى سبيله صفا كانهم بنيان مرصوص وقرع ايمةالكفر والضلال المعاصر بقائدنا وقائدالملة الاسلامية الشيخ جلال الدين(حقانى)حين دهمت المملكة الاسلامية مصائب الضلالة السود الداهية والصلوة والسلام على سيدنا امام الهدى والتقى قايدالمجاهدين فى بدر وحنين وعلى اله واصحابه الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى الذين بذلوا جهدهم لاحياء الملة والدين رضى الله عنهم ورضواعنه.

قال تبارك وتعالیٰ: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

وقال تبارك وتعالیٰ: فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ

وقال تبارك وتعالیٰ: يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِي فِي عِبَادِي. وَادْخُلِي جَنَّتِي. صدق الله العلی العظيم

پندرہویں صدی ہجری کے کفر شکن عظیم اور جہادی شخصیت بقیۃ السلف، دو سلطنتوں کو شکست فاش دینے والے مجاہد کبیر، گرانقدر فضیلت مآب جناب الحاج مولوی جلال الدین حقانی صاحب رحمہ اللہ نے طویل علالت کے باعث آسمان و زمین کے خالقِ حقیقی کو اپنی امانت روح سپرد کر دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ

اللہ تعالیٰ انہیں انبیاء، صدیقین، شہدا اور مقرب بندوں کے زمرے میں شامل فرما کر انہیں جنت الفردوس کا اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ایسی ہستی کے فراق پر گفتگو کرتے ہیں، جن کی زندگی فقیر کی سی تھی اور شہرت کے مقام اور منصب سے ان کو کچھ رغبت نہیں تھی۔

جی ہاں! ان کی ظاہری زندگی پہاڑوں اور چٹانوں میں رہی، مگر ان کی معنوی زندگی عظمت کی بلندیوں میں تھی۔

مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ نہ صرف ایک علاقے، ایک ملک کی سطح پر قابل قدر اور قابل فخر شخصیت تھے، بلکہ دنیا کے ضعیف مسلمانوں کی امیدوں کے لیے ہمہ پہلو پناہ گاہ، خفیہ اور ظاہر عالمی ذخیرہ تھے۔ انہوں نے سرخ ریچھ کے خلاف اپنے مقدس جہادی ناقابل خستہ کن جدوجہد کو اس طرح زندہ رکھا، کہ دوست اور آشنا ہی نہیں، بلکہ مخالف اور دشمن بھی ان کے محکم عزم اور متانت کا اعتراف کرتے رہے۔

روسی عالمگیریت کا شیرازہ بکھرنے کے بعد امارت اسلامیہ کے زعیم عالی قدرامیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں اسلامی کی بہبود کی خاطر عالی قدر مرحوم کے ہر بڑے اور چھوٹے حکم کی کامل اطاعت کی، امریکی استعمار اور اس کے حواریوں کی جارحیت کے دوران انہوں نے عالمی دباؤ اور دشمن کی مختلف النوع تجاویز کے باوجود امارت اسلامیہ کی جہادی مزاحمت کو مضبوط رکھی۔

مرحوم نے روسی جارحیت کے دوران جہادی سلسلے میں اپنے سگے بھائی اور موجودہ (احزاب مثلہ) مزاحمت میں اپنے فرزندوں کو قربانی کے میدان میں پیش کیا، آپ کے دیگر عزیز و اقارب کے علاوہ چار بیٹے بھی شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے ہیں۔ تقبلہم اللہ

آپ کو شجاعت، زہد، تقوی، ایثار، سخاوت اور امتیازی اصطلاح میں (مزاحمت کا پہاڑ) سمجھا جاتا، جو الحمدللہ کسی وقت اور کسی قسم کے منصب و عہدہ کی خواہش اور جاہ و جلال کے تہمت سے داغدار نہیں ہوا۔

جناب حقانی صاحب اللہ تعالیٰ کے دینِ مبین کے نفاذ، عوام کے ملی مفادات اور ملک کی خودمختاری اور علاقائی سالمیت کی تحفظ کی خاطر ہمیشہ فکرمند رہتے اور ہمیشہ مسلمانوں کی سعادت اور فلاح کے غم میں رہتے۔

مستضعف امت کے تمام ہمدردوں اور خصوصی طور پر امارت اسلامیہ کے متعلقین انہیں اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

جناب مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ زندگی کے آخری دنوں میں دو باتوں کی وصیت فرماتے:

1. میری زندگی میں تعلقات کے حوالے جو حضرات میرے ساتھ قریب یا دور رہ چکے ہیں، انسانی فطرت کے مقتضی پر اپنے تمام کمزوریوں کا اقرار کرتا

ہوں۔ اولاً رب الکائنات اور ثانیاً مسلمان عوام خاص اور عام سے سہواً، قصداً تمام خطاؤں کی معافی چاہتا ہوں، میرے لیے رب ذوالجلال کی جانب عظیم سفر کی کامیابی کی دعائیں کیا کریں، میں آپ حضرات سے راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائے۔

2. امارت اسلامیہ کی باہمی اتفاق، اتحاد اور اطاعت کو مضبوط رکھو، اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے دل کی گہرائیوں سے مخلص اور ثابت قدم رہو اور جہاد کے عظیم فریضے کو زندگی کی آخری لمحے تک جاری رکھو۔

3. اس آیت کریمہ کے معنی کو مد نظر رکھتے ہوئے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ... میں آپ حضرات کو خوش خبری سناتا ہوں کہ عنقریب اپنی تمام مسائل کا حل اور جدوجہد کے ثمرات کو اسلامی نظام کے قیام میں حاصل کروگے۔

ہمیں الحاج محمد ابراہیم حقانی، الحاج خلیل الرحمن حقانی، الحاج خلیفہ ملا سراج الدین حقانی (جناب حقانی صاحب کے خاندان کے افراد) کو اس پر یقین ہے کہ متدین اور اسلامی رشتے سے منسلک عوام موجودہ سیکورٹی حالات اور مشکلات سے آگاہ ہیں اور سمجھتے ہیں، کہ حالات درست نہ ہونے کی وجہ سے ہم اجتماعی جنازہ، فاتحہ اور تعزیت کا انتظام نہیں کرسکتے، اگر حالات صحیح ہوتے، تو ہم کسی صورت میں بھی مایہ ناز عوام کو اس عظیم اور نیک عمل سے محروم نہیں کرتے۔

لہٰذا احترامانہ گزارش کی جاتی ہے کہ ہر کوئی اپنی مساجد، مدارس اور جہادی مراکز میں قرآن کریم، فاتحہ اور تعزیت کا اہتمام کریں اور یہ آپ حضرات کا جناب مرحوم حقانی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ناقابل فراموش احسان ہوگا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مرحوم جلال الدین حقانی صاحب رحمہ اللہ کا خاندان

۲۴ / ذی الحجۃ ۱۴۳۹ھ بمطابق ۰۴ / ستمبر ۲۰۱۸ء

۱۳ / سنبلہ ۱۳۹۷ھش

☆☆☆☆☆

عشقِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے اشعار، حضرت مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ اسی عشق میں تڑپتے رہے... وہ خالی دعووں والے عاشق اور محب نہیں تھے، بلکہ اپنے محبوب رب پر جان چھڑکنے والے اور اُس کے دشمنوں کو تہہ تیغ کرکے عشقِ حقیقی کا ثبوت بہم پہنچانے والے عشقِ صادق تھے! اسی عشق کی بدولت وہ باذن اللہ انعام و اکرام والی جنتوں کے مکین ہوگئے

اک ایسی بہشت آگیں وادی میں پہنچ جائیں
جس میں کبھی دنیا کے، غم دل کو نہ تڑپائیں
اور جس کی بہاروں میں جینے کے مزے آئیں
لے چل تُو وہیں لے چل... اے عشق کہیں لے چل

اک ایسی فضا میں جس تک، غم کی نہ رسائی ہو
دنیا کی ہوا جس میں، صدیوں سے نہ آئی ہو
اے عشق جہاں تُو ہو، اور تیری خدائی ہو
اے عشق وہیں لے چل... اے عشق کہیں لے چل

اے عشق ہمیں لے چل، اک نور کی وادی میں
اک خواب کی دنیا میں، اک طور کی وادی میں
حوروں کے خیالاتِ مسرور کی وادی میں
تا خلدِ بریں لے چل... اے عشق کہیں لے چل

آنکھوں میں سمائی ہے، اک خواب نما دنیا
تاروں کی طرح روشن، مہتاب نما دنیا
جنت کی طرح رنگیں، شاداب نما دنیا
للہ وہیں لے چل... اے عشق کہیں لے چل

یہ درد بھری دنیا، بستی ہے گناہوں کی
دل چاک امیدوں کی، سفاک نگاہوں کی
ظلموں کی جفاؤں کی، آہوں کی کراہوں کی
ہیں غم خزیں لے چل... اے عشق کہیں لے چل

اے عشق کہیں لے چل، اس پاپ کی بستی سے
نفرت گہِ عالم سے، لعنت گہِ ہستی سے
ان نفس پرستوں سے، اس نفس پرستی سے
دور اور کہیں لے چل... اے عشق کہیں لے چل

مولانا جلال الدین حقانی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ وفات

مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کے سانحۂ ارتحال پر جماعۃ قاعدۃ الجہاد برصغیر کا تعزیتی بیان

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه، أما بعد

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے:

وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ (آل عمران:۱۴۶)

"اور کتنے ہی نبی ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جہاد کیا! نتیجتاً اللہ کے راستے میں انہیں جو تکلیفیں پہنچیں اس سے نہ وہ ہمت ہارے، نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے اپنے آپ کو (باطل کے سامنے) جھکایا، اور اللہ ایسے ثابت قدم لوگوں سے محبت کرتا ہے"۔

ہم بزرگ جہادی رہنما اور عالمِ ربانی، مولانا جلال الدین حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ وفات پر پوری امتِ مسلمہ، امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ، آپ کی قیادت میں ساری دنیا کے مجاہدین، امارتِ اسلامیہ کے مجاہد بیٹوں، مولانا جلال الدین حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے اور نائب امیر المومنین خلیفہ صاحب سراج الدین حقانی حفظہ اللہ، حقانی صاحب کے خاندان اور آپ کے دیرینہ ساتھی شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ سے تعزیت کرتے ہیں۔ جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے نکلا اور پھر اسی راستے میں شہید ہوا یا فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل فرمائیں گے، کما قال اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ مولانا جلال الدین حقانی پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور آپ کو انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی معیت عطا فرمائیں، آمین یاربّ العالمین۔

مولانا جلال الدین حقانی اللہ کے لیے جہاد کرنے، جہاد پر ثابت قدمی، صبر اور استقامت اختیار کرنے کی ایک اعلیٰ مثال اور علامت تھے۔ جوانی کی عمر میں آپ نے جہادِ فی سبیل اللہ کی عبادت کا آغاز کیا اور تا دمِ آخر یں اسی فرض کی ادائیگی میں لگے رہے۔ بڑھاپے نے آپ کے قویٰ تو کمزور کیے لیکن آپ کا عزم اور دین کے لیے قربانیاں پیش کرنے کا جذبہ ہر گزرتی سانس کے ساتھ مضبوط تر ہوتا گیا۔ ۱۹۹۲ء میں روس کی شکست اور انخلا کے بعد سے آج ۲۰۱۸ء تک جاہ و مناصب کی پیش کشوں کو ٹھکراتے، مال و منال کو فانی سمجھتے ہوئے اس آزمائشوں والے راستے پر جمے رہے۔ وطن سے ہجرت و دربدری اور جوان بیٹوں کی شہادتوں اور گرفتاریوں نے آپ کے عزم و ثبات میں لرزہ پیدا ہونے نہ دیا۔ آپ کفر کے سامنے جھکے نہیں بلکہ ایک عالمِ باعمل کی مانند، ایک سرفروش مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح کفر کے سامنے ڈٹے رہے۔ کم و بیش پانچ دہائیوں پر مشتمل جہادی سفر میں آپ نے اگر کسی سے مصالحت کی تو اللہ کی رضا اور رحماء بینهم کی خاطر کی، ورنہ کفر کے سامنے آپ کا سراپا اشداء على الكفار کی مجسم تصویر رہا۔

حقانی صاحب کی عظیم خدمات میں سے ایک دنیا بھر سے آنے والے مہاجر مجاہدین کی نصرت ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ کے ساتھیوں کی نصرت کی، انھیں پناہ دی اور جہادی مواقف میں ان کی بھرپور تائید کی۔ آپ کا جذبۂ نصرتِ جہاد و مجاہدین بھی ان اسباب میں سے ایک سبب رہا، جس سے آپ اور آپ کے بیٹے امریکہ اور عالمی طاقتوں کے لیے حلق کا کانٹا بنے۔

حقانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وقت کی دو سپر پاوروں کے خلاف جنگ کی اور انہیں شکست سے دوچار کرنے میں کردار ادا کیا۔ ۱۹۹۱ء میں پہلا علاقہ جو کمیونسٹوں سے جنگ میں فتح کے بعد حاصل کیا گیا، وہ 'خوست' تھا اور یہ جنگ حقانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت ہی میں لڑی گئی تھی۔ روس کے انخلا کے بعد افغانستان میں جب کچھ مجاہدین سے وابستہ گروہوں میں جنگ کی فضا بن گئی تو ایسے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ان اندرونی جنگوں سے کلیتاً کنارہ کش رہے۔ ۱۹۹۶ء میں امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں امارتِ اسلامیہ کے قائم ہونے پر حقانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسباب و وسائل، اسلحہ، اموال اور ایک ایک ساتھی امارتِ اسلامیہ کے سامنے اللہ کی خاطر پیش کر دیا۔

حقانی صاحب کی زندگی علمائے دین کے لیے پیغام ہے کہ عالمِ دین اپنے علم کو دین کے دیگر شعبوں کے ساتھ ساتھ میدانِ جہاد میں عمل سے مزین کرتا ہے۔ حقانی صاحب کی زندگی اور ان کا پانچ دہائیوں پر مشتمل جہاد، مجاہدین کے لیے نمونہ ہے کہ یوں جوانی سے بڑھاپے تک سب کچھ اسی دین و جہاد کی خاطر کھپائے رکھنا ہی مطلوب و مقصود ہے۔ مولانا جلال الدین حقانی کا ساری زندگی آتش و آہن کے سائے تلے، جہاد و قتال میں گزار کر پیرانہ سالی میں علیل ہو کر وفات پانا ان لوگوں کے لیے سبق ہے جو جہاد کو دنیوی زندگی کا اختتام سمجھتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے حقانی صاحب پر رحمتوں کے نزول کا سوال کرتے ہیں اور مجاہدین اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے یہ دعا کرتے ہیں کہ:

أللهم أجرنا في مصيبتنا واخلف لنا خيرا منها، آمين يا ربّ العالمين۔

اے اللہ! ہمیں ہماری اس مصیبت سے نجات دے اور ہمیں اس کے بعد اس سے بہتر عطا فرما، آمین یاربّ العالمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين۔

وصلى الله على نبينا محمد۔

وہ شاہ بلوط بھی ٹوٹ گرا

مصعب ابراہیم

کامل ساڑھے چار دہائیوں تک دین وشریعت کے دفاع اوراللہ رب العزت کے کلمہ کو سربلند کرنے کے لیے جہادو قتال کے معرکوں، حرب وضرب کے میدانوں اور حق وباطل کے مابین گرم ہوتی رزم گاہوں میں حق کی تلوار لے کر طواغیتِ عصر اورابنائے باطل کا سرکچلنے والے حضرت مولانا جلال الدین حقانی بھی اپنے رب کے دربار میں حاضر ہو گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

وہ عصرِ حاضر کی جہادی تحریکوں کے لیے 'شاہ بلوط' ہی تو تھے! کہ اس بوڑھے شجر کے گھنے سایۂ شفقت تلے دنیا بھر کے بے خانماں مہاجر مجاہدین کو آرام وسکون بھی فراہم ہوا اور کفر کے خلاف معرکے سر کرنے کا سامان بھی میسر آیا۔ یہی 'شاہ بلوط' تھا کہ جس نے اپنے مضبوط اور توانا تنوں، شاخوں اور پتوں کو دنیا بھر میں چلنے والی طاغوت وکفر کی آندھیوں کے سامنے سینہ سپر کر دیا۔ ایمان باللہ، یقین، توکل علی اللہ، انابت الی اللہ، تقویٰ وخشیت، علم وعمل، صبر وثبات، دینی غیرت وحمیت، غیر اللہ سے بغض وکدورت اور کفر سے نفرت و عناد جیسی تمام ایمانی خصوصیات 'اس بوڑھے شجر کی جڑوں میں گہرائی تک اتری ہوئی تھیں... تبھی تو اس نے دنیائے کفر کو نا صرف لرزہ براندام رکھا بلکہ اپنی جہادی ضربوں سے ''سپر پاور'' ہونے کے گھمنڈ میں مبتلا دو طواغیتِ عالم کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ نتیجے افغان مجاہدین کو آپ جیسے عبقری اور نادرِ روزگار کمانڈر نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے روس کو پچھاڑنے اور سرخ سویرے کے عَلَم برداروں کو رات کے اندھیروں میں گم کر دینے کے قابل بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خداداد عسکری مہارتوں اور جنگی صلاحیتوں سے نوازا تھا، اُنہی کی بدولت مجاہدین نے قلیل ترین وسائل اور محدود سی تعداد کے باوجود سوویت یونین جیسی مہیب اور عظیم جنگی طاقت کو پچھاڑنے میں کامیاب ہوئے۔

سوویت یونین کی پسپائی کے بعد افغان سرزمین بعض مجاہد تنظیموں کے آپسی خلفشار اور اختلاف وناچاقیوں کی وجہ سے باہمی جنگ وجدل کا میدان بن گئی۔ آپ علم وفہم اور صلاحیت وقوت میں اُن تمام جہادی لیڈروں سے کہیں آگے تھے جو افغان مسلمانوں کا آپس کی لڑائی میں بے دریغ خون بہا رہے تھے... آپ چاہتے تو آپ بھی اس فتنہ وفساد کو ہوا دے کر اوراپنی عسکری دھاک بٹھا کر اپنے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب کا حصول یقینی بنا سکتے تھے لیکن اس موقع پر آپ نے ہر طرح کے جنگ وجدل اور فتنہ وفساد سے مکمل طور پر خود کو الگ رکھا اور کسی بھی طرح سے مسلمانوں کی باہمی لڑائی میں پڑ کر خونِ مسلم سے اپنے ہاتھ نہیں رنگے۔

اسی فساد کو ختم کرنے کے لیے جب امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں تحریکِ طالبان کی بنیاد ڈالی گئی اور بالآخر مجاہدین نے تمام ظالم اور وحشی وارلارڈز کو نکیل ڈال کر امارت اسلامیہ افغانستان کی داغ بیل ڈالی تو آپ نے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی بیعت کی اوراپنے آپ کو اپنی تمام قسم کی صلاحیتوں، وسائل، مراکز اور مجاہدین سمیت امارتِ اسلامیہ کے سپرد کر دیا۔ حالانکہ اُس وقت آپ علم، عمر اور جہادی تجربے میں امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ سے کہیں آگے تھے لیکن آپ نے بلاتردد امیر المومنین کی بیعت کی اور آخری وقت تک امارت اسلامیہ افغانستان کے ساتھ اپنے عہدِ وفا کو نبھایا۔ آپ کا یہ عمل' آپ نے بے لوثی اوراخلاص کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ امیر المومنین رحمہ اللہ کے ہاتھوں آپ کی بیعت ثابت کرتی ہے کہ حقیقی معنوں میں درویش خدا مست تھے، آپ نے ناموری، شہرت، دنیاوی عزت وجاہ، ''واہ واہ'' کے حصول کو کبھی بھی پیشِ نظر نہیں رکھا بلکہ دین اور شریعت کا معاملہ جب اور جہاں آیا آپ نے وہاں خود فراموشی اور عجز وانکساری کی زریں مثالیں رقم کیں۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان کے مبارک دور میں آپ سرحدی امور کے وزیر رہے۔

سوویت یونین کے خلاف جہاد کے دوران میں آپ نے دنیا بھر سے آئے ہوئے عرب وعجم کے مجاہدین کی ہمہ جہت نصرت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھا۔ مجددِ جہاد شیخ عبداللہ عزام رحمہ اللہ، محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ، شیخ عمر عبد الرحمن رحمہ اللہ، شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ اور شیخ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ سمیت آپ نے تمام ہی عرب مجاہدین کی پشتی بانی کی، اُنہیں مراکزِ تدریب اور رہائش گاہیں فراہم کیں اوراُن کی تمام تر عسکری ضروریات کو بھی کماحقہ پورا کیا اور دیگر تمام ضروریات کا بھی پوری طرح خیال رکھا۔ آپ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد عالم ربانی اور عالمِ اسلام کے معروف جہادی علمی شخصیت شیخ ابو محمد المقدسی حفظہ اللہ نے اپنے تعزیتی بیان میں اسی حقیقت کا کھل کر اظہار فرمایا:

> ''قائد، مجاہد، الشیخ مولوی جلال الدین حقانی طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کریں اور انہیں فردوس اعلیٰ میں اونچی منازل سے نوازیں۔
>
> آپ شروع ہی سے افغانستان کی جہادی قیادت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نے ملا عمر رحمہ اللہ اور امارتِ اسلامی کی نصرت کی اور اس راہ میں اپنے بیٹوں ایک کی تعداد شہید ہونے کے لیے پیش کی۔ نحسبهم كذالك۔
>
> آپ دوسروں کی طرح کٹھ پتلی حکومت اور اس کے آقا امریکہ کی طرف سے پیش کیے گئے عہدوں کی طرف نہیں لپکے اور نہ ہی اس لالچ کی وجہ سے جہاد کا راستہ چھوڑا، جس کے گڑھوں میں سیاف، ربانی، حکمت یار اور ان

جیسے کئی اور جا گرے۔ آپ کبھی بھی مجاہدین کے خلاف کفار کے اتحادی نہیں بنے۔ بلکہ آپ تو افغان جہاد کے شروع ہی سے پہلے کمیونسٹوں سے پنجہ آزمائی کرتے رہے اور ان کے بعد صلیبیوں سے۔

میں نے بذات خود مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ سے افغانستان میں ملاقات کی ہے۔ اور میں نے انہیں عرب مجاہدین کا بہت قریبی اور ان سے بہت زیادہ محبت کرنے والا پایا۔ عرب مجاہدین کے زیادہ تر تربیتی مراکز اس علاقے ہی میں تھے جو ان کے زیرِ تمکن تھا۔ وہ انتہائی شجاع اور مہمان نواز شخصیت تھے۔ ان کے گھر میں کئی عرب مجاہدین اور ان کے خاندان آباد تھے جن میں ابو معصب زرقاوی تقبلہ اللہ کے اہل و عیال بھی شامل تھے۔

پس ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان پر رحم فرمائے، ان کے جہاد کو قبول کرے اور ان کا ٹھکانہ نبیوں، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ فرمائے اور یہ کیا ہی بہترین رفاقت ہے''۔

جب شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ اوراُن کے مہاجر ساتھیوں کو امریکی دباؤ کی وجہ سے سوڈان حکومت نے اپنے پاس مزید ٹھہرانے سے انکار کر دیا تو یہ مولوی یونس خالص رحمہ اللہ اور آپ ہی کی شخصیت تھی، کہ جنھوں نے شیخ اسامہ رحمہ اللہ کو اپنے ساتھیوں سمیت افغانستان آنے کی دعوت دی اوراُن کی حفاظت، نصرت اور ہر طرح کی حمایت وپشتی بانی کا بیڑہ اٹھایا۔ اس کے بعد آپ اور مولوی یونس خالص رحمہ اللہ سمیت پوری امارت اسلامیہ افغانستان 'ایک لمحہ کے لیے بھی شیخ اسامہ رحمہ اللہ اوراُن کے ساتھیوں اوراُن کی تحریک کی نصرت ومعاونت سے پیچھے نہیں ہٹے۔

معرکہ گیارہ ستمبر کے بعد امریکہ 'بدمست ہاتھی کی طرح افغانستان پر چڑھ دوڑا تو آپ کے سامنے بھی دوراستے تھے...ایک راستہ دنیا کی آسانیوں اورآسائشوں کی طرف جاتا تھا اور دوسرا راستہ اگرچہ دنیا کی تنگیوں، آزمائشوں اور کٹھنائیوں کی طرف جاتا تھا لیکن اس کی منزل اللہ کی رضا، آخرت کی نعمتیں، کشائشیں، کشادگیاں اور جنت الخلد کے باغات ہی تھے...حامد کرزئی نے آپ کو افغانستان کے تین صوبوں کی نیم خود مختار حکومت اور افغان فوج کا سپہ سالار بنانے کی پیش کش کی۔ لیکن دنیا کی چکاچوند اس مردِ جری کو آخرت کی نعمتوں سے غافل نہ کر سکی! آپ نے صبر عزیمت کی راہ کو اختیار کیا اور فرمایا:

''میں امریکیوں سے لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ قابض طاقتوں سے لڑنے کا فیصلہ خالصتاً اللہ کی رضا اور اُس کی شریعت کے اصولوں کی روشنی میں کیا ہے۔ ہمیں اللہ سے پوری امید ہے کہ جس طرح ماضی کی سُپر پاور روس کو اللہ نے ہمارے ہاتھوں شکست اور رسوائی سے دوچار کیا تھا۔ اُسی طرح اللہ ہمیں امریکہ اور اُس کے حواریوں کے مقابلے میں فتح یاب کرے گا۔ دنیاوی فتح وشکست سے قطع نظر آخرت کی کامیابی اور شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں سرخروئی یقینی ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی اور کامیابی ممکن ہی نہیں''۔

اس نازک موقع پر سب سے پہلا کام جو آپ نے کیا وہ سقوطِ کابل کے بعد افغانستان سے آنے والے عرب وعجم کے مہاجرین کی خصوصی نصرت پر اپنی پوری توجہ مرکوز رکھنا تھا۔ افغانستان میں چونکہ حالات دگرگوں تھے اور پوری دنیا کا کفر متحد ہو کر یک دم ہی افغانستان پر ٹوٹ پڑا تھا اس لیے ایسے وقت میں آپ نے میران شاہ اور شمالی وزیرستان میں موجود اپنے مراکز اور روابط کو مجاہدین کی نصرت کے لیے استعمال کیا۔ آہستہ آہستہ مجاہدین اور تحریک جہاد سنبھلنے لگی تو یہی شمالی وزیرستان 'امریکہ کے خلاف افغان جہاد میں مجاہدین کی 'لاجسٹک سپورٹ' کا مرکز بن گیا۔

آپ اگرچہ ضعیف العمری اور جسمانی نقاہت و کمزوری کا شکار ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود بھی آپ نے جہادی صفوں کو مرتب ومضبوط کرنے کے لیے اپنے آپ کو کھپا دیا۔ جری اور بہادر جہادی قائد خلیفہ سراج الدین حقانی حفظہ اللہ نے آپ ہی کے بازوؤں میں پرورش پائی اوراُنہوں نے جرأت واستقامت، بہادری ووفا، جاں بازی وجاں فروشی اور غیرت وحمیت کو آپ ہی سے وراثت میں پایا۔ اسی لیے آپ کی پیرانہ سالی کے سبب جہادی صفوں کی قیادت کے لیے اُن کا انتخاب کیا گیا۔ یوں کچھ ہی عرصہ میں خاندانِ حقانی اور آپ کی کمان میں برسرِ جہاد سرفروش مجاہدین نے خلیفہ سراج الدین حقانی کی قیادت میں امریکیوں کے خلاف معرکے سر کرتے ہوئے جنوب مشرقی افغانستان کو صلیبی امریکیوں کے لیے شمشان گھاٹ بنا دیا۔ اسی وجہ سے ''حقانی نیٹ ورک'' کا بھوت صلیبی امریکیوں کے اعصاب پر سوار ہو گیا اور ہنوز سوار ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حقانی نیٹ ورک علیحدہ سے کوئی تنظیم یا جماعت نہیں ہے بلکہ یہ روزِ اول ہی سے اُن مجاہدین کا گروہ ہے جو پہلے مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ اور بعدازاں خلیفہ سراج الدین حقانی حفظہ اللہ کے زیر کمان امارت اسلامیہ افغانستان کے مضبوط عسکری دستوں میں سے ایک دستہ اور جہادی صف ہے۔ اور خلیفہ سراج الدین حقانی حفظہ اللہ 'امارت اسلامیہ افغانستان میں امیر المومنین ملا ہیبت اللہ نصرہ اللہ کے نائب بھی ہیں!

اسی حقانی نیٹ ورک کو امریکی صلیبی افغانستان میں اپنا دشمن اول قرار دیتے ہیں اور اپنے آقاؤں کی پیروی میں ''فرنٹ لائن اتحادی'' بھی اِنہیں ہی اپنا دشمنِ اول سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شمالی وزیرستان میں گزشتہ دس سالوں کے دوران جتنے بھی ڈرون میزائل حملے ہوئے اُن میں سے ۸۰ فی صد سے زیادہ مراکزِ حقانی پر ہی ہوئے۔ اور یہ ناقابل تردید حقیقت اب بالکل واضح ہے کہ ڈرون حملوں کی تمام تر منصوبہ بندی اور سہولت کاری پاکستانی فوجی اور اُس کے خفیہ اداروں ہی کے ذمہ ہے۔

مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کے چار بیٹوں میں سے ایک فرزند 'افغانستان میں امریکی افواج سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ جب کہ باقی تین بیٹوں میں سے دو شمالی وزیرستان میں پاکستانی خفیہ اداروں کی مدد سے ہونے والے ڈرون حملوں میں اور ایک فرزند 'ڈاکٹر نصیر الدین' اسلام آباد میں امریکی خفیہ اداروں اور پاکستانی خفیہ ایجنسی کے باہمی اشتراک سے شہید کیے گئے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک اہلیہ، بیٹیوں، پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں اور کئی درجن قریبی رشتہ داروں کو بھی موجودہ صلیبی جنگ میں دین اور شریعت کی خاطر قربان کیا۔ اوران تمام شہدا کا خون صلیبی امریکیوں کے ساتھ ساتھ اُن کے ٹکڑوں پر پلنے والی پاکستانی فوج اور خفیہ ایجنسیوں کے سر بھی ہے!

جون ۲۰۱۴ء میں شروع ہونے والے فوجی آپریشن ضرب کذب کی ابتدا میں بھی اُس وقت کے ڈائریکٹر جنرل آئی ایس پی آر عاصم باجوہ نے دوٹوک انداز میں کہا تھا کہ "اس آپریشن کا مقصد تمام دہشت گرد گروہوں کا خاتمہ ہے، جن میں حقانی نیٹ ورک سر فہرست ہے"۔

آپ رحمہ اللہ یقینی طور پر زمانۂ موجود میں محسنینِ جہاد کے سردار ہیں! آپ نے عسر میں بھی جہاد کیا اور یسر میں بھی میادینِ جہاد کو گرم کیا... تنگیوں میں بھی اسی راہ پر گامزن رہے اور کشائشوں کے دور میں بھی ایسا نہیں ہوا کہ دنیا آپ کا دل لُبھا کر اس راہ سے آپ کو ہٹانے میں کامیاب ہوئی ہو۔ آپ 'سوویت یونین کے ملحدین کے خلاف بھی شمشیر بے نیام رہے اور امت کے خلاف صلیبی صیہونی فساد کے خلاف بھی بر سرِ پیکار رہے۔ آپ نے احمد شاہ مسعود، سیاف، ربانی، مجددی اور حکمت یار کی طرح اپنی آخرت کو دنیا کی رنگینیوں اور رعنائیوں کے بدلے فروخت نہیں کیا، بلکہ آخری وقت تک پہاڑ جیسی استقامت کے ساتھ اللہ کے دشمنوں کے خلاف ڈٹے رہے اور کھڑے رہے! آپ ہر طرح کی مخالفت مول لینے کو تیار رہتے لیکن اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں سے پیچھے ہٹنے کو کبھی تیار نہ ہوئے۔ سخت سے سخت حالات میں بھی آپ کے پایۂ استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہیں آئی۔ اپنی جہادی زندگی کے ابتدائی دنوں کو یاد کرتے ہوئے آپ فرمایا کرتے تھے:

> " جہاد کے پہلے سال میں، لوگ ہم تک پہنچنے کے قابل نہ تھے۔ ہم تعداد میں تھوڑے تھے، اور ہم پہاڑ کی چوٹی پر تھے؛ کوئی ہمارے قریب نہیں آ سکتا تھا، کوئی ہمیں مدد دینے کے قابل نہ تھا... ہم چائے بنانے کے لیے آگ بھی نہیں جلا سکتے تھے، کہ کہیں دھواں نہ بلند ہو جائے (اور دشمن کو ہماری جگہ معلوم ہو جائے)... اور یہ اِس حد تک تھا کہ حکومت تک نہیں جانتی تھی کہ ہم کہاں ہیں... اور زمین ہم پر تنگ ہوتی جا رہی تھی... راشن ختم ہو گیا تھا... اگر آپ بیمار ہو جائیں، آپ صبر سے برداشت کر سکتے ہیں... درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے گر جائے، آپ وہ بھی صبر سے جھیل لیں گے... مگر بھوک! پھر کہاں جائیں گے؟ اُس کو کیسے برداشت کریں گے؟ آپ کچھ کھائے بغیر کیسے زندہ رہ سکتے ہیں؟ میں نے نمازِ فجر ادا کی، اور جائے نماز پر تنگی کی حالت میں بیٹھ گیا، اور مجھ پر سُستی اور غنودگی غالب آ رہی تھی اور پھر اچانک پیچھے سے کسی نے میرے کندھے کو جھنجوڑا، وہ جائے نماز پر جلسہ کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا، (اور اُس نے مجھ سے کہا:) "اے جلال الدین! تیرا رب تجھے ۳۰ سال تک کھاتا پلاتا رہا اور تُونے اُس کی راہ میں جہاد نہ کیا - تو اگر وہ تجھے بُھلا دے، تو کیا تب تُو اُس کی راہ میں جہاد کرے گا؟!"

حقیقت ہے آپ رحمہ اللہ نے راہِ جہاد کو ترک کیا نہ ہی اس سے ایک لمحہ پیچھے بیٹھ رہنا گوارا کیا! آپ نے جہاد کو اپنا کیریئر بنایا! اور یہ کیا ہی خوب کیریئر ہے! دنیا میں رفعتیں اور بلندیاں بھی اسی کی مرہونِ منت ہیں، جو کہ آپ کو ملیں، اللہ تعالیٰ نے اسی جہاد کی بدولت آپ کے دشمنوں کے دلوں میں آپ کا رعب و دبدبہ ڈالا اور اسی جہاد ہی کی بدولت اہلِ ایمان کے قلوب میں آپ کی محبت، عقیدت اور ارادت مندی انڈیل دی... پھر یہی جہاد ہے کہ جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا بہترین ذریعہ ہے اور جنت کے بلند ترین مقامات کے حصول کا راستہ ہے!

اے علمائے کرام! اے دینِ متین کے حقیقی پاسبانو! اے وارثانِ علومِ نبوت! مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ 'اپنے علم و عمل سے علمائے ربانیین کا کردار نبھا گئے ہیں! علمائے حق تو ایسے ہی ہوتے ہیں جو دنیا کے ہر کفر اور طاغوت کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہوں! جنہیں کوئی طمع و لالچ، حرص و ہوس، خوف وڈر اور اندیشہ ہائے سود و زیاں 'دنیا کی محبت میں گرفتار کروا سکے، نا ہی آخرت کی باز پرس سے بے خوف کروا سکے۔

لہٰذا مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی ایمان و ایقان بھری زندگی میں ہم سب ہی کے لیے بے شمار سبق پنہاں ہیں۔ اہم ترین سبق یہی ہے کہ عدوِ صائل اگر روس تھا تو اُس کے خلاف بھی جہاد و قتال کے میدان میں اترنا فرض تھا، اور یہ فرض آپ نے بخوبی نبھا کر دکھایا۔ اسی طرح آج عدوِ صائل امریکہ ہے تو اس کے خلاف بھی جہاد و قتال کے میدان سجانا فرض ہے، نا کہ "پیغام پاکستان" اور "مکہ کانفرنس" جیسے دین دشمنی، شریعت سے خیانت اور جہاد کو معطل و منسوخ کر دینے جیسے اقدامات کی بھرمار!!! یہی اسباق ہیں جو آپ علمائے کرام کو بھی پکار رہے ہیں اور عمل کے میدان میں، کفر سے نبرد آزما ہونے کے میدان میں اور علم کو عمل کے سانچوں میں ڈھالنے کے میدان میں آپ کو پکار رہے ہیں! اس پکار کا جواب دیجیے اور امت کی صفوں کی قیادت کیجیے!!!

☆☆☆☆☆

خاندانِ حقانی... سعادت وشہادت اور عزت وشرف کی روایتوں کا امین

عبید الرحمن زبیر

افغان سرزمین کے باسیوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل و احسان ہے کہ اُس نے اُنہیں دین ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے اوراعلائے کلمۃ اللہ ہی کو زندگیوں کا محور و مرکز قرار دینے کی توفیق عطا فرمائی ہے... فطری غیرت و حمیت کے ساتھ دین کی محبت اور اُس کی خاطر جان، مال، آل اولاد قربان کر دینے کے جذبے نے مل کر اللہ کے ان مخلص و بے لوث بندوں کو صحیح معنوں میں دین کا خادم اور دنیا جہان کے کفر کی بیخ کنی کرنے کے قابل بنایا ہے...

ان غیور و جسور اہلِ ایمان نے 'قلندری' میں بھی بڑے بڑے سرکشوں ، متکبروں اور 'سکندروں' کو فنا کے گھاٹ اتارا ہے... باطل قوتوں کو بچھاڑنے کا انعام عطا فرماتے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے افغان مسلمانوں میں تمغہ ہائے شہادت بھی وافر اور کثیر تعداد میں تقسیم فرمائے... لاکھوں شہدا ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور کفری طاقتوں کو نابود کرنے کی راہ میں جانوں کو قربان کرکے جنتوں کے راہی بنے... ان میں جوان، بزرگ، خواتین، نونہال... غرض ہر طرح کے اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کے مرتبہ شہادت کے لیے چُنا ہے... ایک دو نہیں ہزاروں خاندان ایسے ہیں جو ''خاندانِ شہدا'' کی صفت سے متصف قرار پائے، ایک ہی خاندان کے کئی کئی ابطال و فرزند راہ جہاد میں جان کی بازی لگا کر دنیا و آخرت کی سرخروئی کی منازل سے ہم کنار ہوئے...

ایسے ہی خاندانوں میں ایک نمایاں مقام 'حقانی خاندان' کا بھی ہے... قائدِ جہاد حضرت مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کا یہ خاندان 'قافلہ جہاد میں اُس وقت شامل ہوا جب اس پورے خطے میں جہاد فی سبیل اللہ ایک متروک فریضہ اور گمشدہ باب بن چکا تھا... روسی استبداد افغانستان پر اپنے پنجے گاڑ چکا تھا... مسلمانوں کا دین، ملت، عزت آبرو سب اپنے خونی پنجوں میں روندنے کا خواہاں 'سرخ ریچھ' آگے ہی آگے بڑھتا چلا آرہا تھا...

ایسے بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس چند مجاہدین باصفا نے اس سرخ ریچھ کے مقابلے کی ٹھانی، یہ گنتی کے چند نوجوان ہی تھے جنہوں نے اُس ''سپر پاور'' کی ''خدائی'' کو چیلنج کیا جس کے سامنے امریکہ ''بہادر'' بھی پانی بھرنے پر مجبور اور محض 'ٹھنڈی جنگ' کی صورت میں ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ کرکے ٹھنڈی آہیں بھرنے کے سوا کچھ بھی نہ کر پاتا تھا... ایک ایسا وقت کہ کمیونزم کی لال آندھیاں ایشیا و یورپ کے وسیع و عریض خطوں میں تباہیوں کے عنوانات پھیلاتی چلتی ہی چلی جارہی تھیں... تب اللہ کے ان بندوں نے اُن آندھیوں کے سامنے حق کے چراغ روشن کرنے شروع کیے اور پھر یہ چند ہی سالوں میں اپنے قلت تعداد، بے مائیگی وبے سروسامانی کے باوجود وہ سرخ ریچھ کو زخم زخم کر چکے تھے اور چہار جانب پھنکارے مارتی لال آندھی کی غضب ناکیوں کا منہ موڑ کر اُسے گھر کا راستہ دکھانے میں کامیاب ہو چکے تھے... اللہ کے فضل و احسان اور مدد و نصرت سے اس عظیم ترین تاریخی فتح کے حصول میں جن مجاہدین کا نمایاں ترین حصہ تھا اُن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ کے تلمیذِ خاص اور شاگرد رشید حضرت مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ سرفہرست تھے... فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کا تعارف کرواتے ہوئے کیسے تاریخی اور خوب صورت الفاظ استعمال کیے تھے:

> ''جب قیامت کو سب فاتحین بلایا جائے گا تو فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ، فاتح ایران حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، فاتح شام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، فاتح روم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو پکارا جائے گا تو ساتھ ہی روس کو ناکوں چنے چبوانے والے فاتح خوست مولانا جلال الدین حقانی کو بھی ان عظیم و برگزیدہ ہستیوں کے صف میں کھڑا کیا جائے گا''...

مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ نے اپنی تمام زندگی کو اللہ کے دین کے غلبہ کی خاطر وقف کر رکھا ہے... روس کے خلاف جہاد میں آپ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اُن کی بنا پر بلاشبہ آپ کو اسلامیہ تاریخ کے مایہ ناز سپہ سالاروں اور فاتحین میں شمار کیا جاسکتا ہے... سوویت یونین کی پسپائی کے بعد قائم ہونے والے نجیب حکومت کے خلاف آپ پوری سرگرمی سے برسرپیکار رہے... نجیب کی حکومتی فوج کو آپ ہی کی سرکردگی میں مجاہدین نے خوست سے مار بھگایا اور خوست کو فتح کیا۔ نجیب حکومت کے خاتمہ کے بعد مختلف جہادی جماعتوں کی قائم ہونے والی حکومت میں آپ بھی شامل رہے...

امیر المومنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ کی زیر قیادت جب طالبان مجاہدین نے شرعی امارت کی داغ بیل ڈالی اور امارت اسلامیہ کے تحت پورے افغانستان میں شریعت کے نفاذ کی تحریک چلائی تو آپ اُن چند معتبر اور بڑے جہادی رہ نماؤں میں سے تھے جنہوں نے امیر المومنین رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور امارت اسلامیہ افغانستان کی صفوں میں شامل ہوگئے... صلیبی لشکروں نے امارت اسلامیہ پر حملہ کیا تو آپ نے روس کی طرح امریکہ کے مقابلے میں بھی اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت طلب کرتے ہوئے جہادی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ سقوط امارت اسلامیہ کے بعد دسمبر ۲۰۰۱ء میں صلیبی اتحادیوں نے حامد کرزئی کو کابل میں اپنے کٹھ پتلی کے طور پر بٹھایا... اس موقع پر روس کے خلاف جہاد میں شریک بہت سے جہادی رہ نماؤں نے پرکشش مراعات کی چمک اور اعلیٰ حکومتی عہدوں کے حصول کی خاطر زندگی بھر کی 'جمع پونجی' کو دریا برد کر دیا اور امریکی چھتری تلے قائم کرزئی انتظامیہ میں شامل

ہوگئے...ان ہی دنوں میں کرزئی نے حضرت جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کو بھی صلیبی چاکری کی پیش کش کرتے ہوئے ''روشن مستقبل''کی ضمانتیں فراہم کرنے کی یقین دہانیاں کروائیں...لیکن آپ نے تو اس راستے کا انتخاب کررکھا تھا جس میں اللہ کے دین کی خاطر دنیا کی تمام آسائشوں اور آسودگیوں کو تیاگ دے کر اللہ کی رضا جیسی عظیم نعمت اور جنتوں کے اعلیٰ درجات کا حصول ہی مقصدِ زندگی قرار پاتا ہے...سو آپ نے کرزئی کی اس احمقانہ اور خیانت بھری پیش کش کو ٹھکرا کر اللہ کے دشمنوں کا ساتھی و معاون بننے کی بجائے ایک بار پھر اُن کی گردنیں مارنے کا فیصلہ کیا...

امارت اسلامیہ نے جنوب مشرقی افغانستان کے صوبوں' پکتیا، خوست، پکتیکا، غزنی اور زابل میں مجاہدین کو منظم کرنے اور صلیبیوں کے خلاف محاذ گرم کرنے کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی... آپ نے اللہ تعالیٰ ہی کی مدد اور اُسی کی رحمت کے نتیجے میں اس سارے خطے کو امریکی اور صلیبی کافروں کے لیے 'مرگھٹ' میں تبدیل کردیا...حتیٰ کہ نیٹو اور ایساف کی فوجیں اپنے قبضے کے چند سال بعد ہی ''حقانی نیٹ ورک'' کے ہاتھوں بالکل عاجز اور بے بس ہو چکی تھیں...''حقانی نیٹ ورک'' نے صلیبی دشمنوں کے ساتھ روس سے بھی بدتر سلوک کیا...

یہی وجہ ہے کہ صلیبیوں کی تمام تر توجہ امارت اسلامیہ کے اس لشکر پر مرکوز ہوگئیں اور اُنہوں نے حقانی نیٹ ورک کے خلاف اپنی تمام توانائیاں اور وسائل جھونک دیے... شیخ جلال الدین حقانی رحمہ اللہ نے ناصرف یہ کہ خود جہادی تحریک کی آبیاری کی بلکہ آپ کے خاندان نے بھی اس راستے میں لازوال قربانیاں پیش کیں...اب تک آپ کی ایک زوجہ محترمہ اور چار فرزند امریکی و صلیبی کفار سے مقابلے میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو چکے ہیں... آپ ہی جیسی ہستیوں نے اپنے اہل خانہ اور اولادوں کو راہ جہاد میں قربان کرکے اسلام اور جہاد دشمنوں کی لغو اور بے ہودہ اعتراضات کا اپنے عمل سے جواب دیا کہ ''جہادی رہ نما دوسروں کے بچوں کو مروا دیتے ہیں لیکن اپنی اولادوں کو ہوا تک نہیں لگنے دیتے''...

۸ ستمبر ۲۰۰۸ء کو میران شاہ کے علاقے ڈانڈے درپہ خیل میں امریکی جاسوس طیاروں نے شیخ جلال الدین حقانی رحمہ اللہ خلیفہ سراج الدین حقانی حفظہ اللہ کو نشانہ بنانے کے لیے ایک گھر پر میزائل داغے۔ اس وقت یہ دونوں جہادی رہ نما وہاں موجود نہیں تھے لیکن اس میزائل حملے میں شیخ جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی اہلیہ، ہمشیرگان اور اُن کے معصوم و شیر خوار بچوں سمیت ۳۲/افراد شہید ہوئے...جن میں سے اکثر کا تعلق آپ کے قریبی خاندانی افراد میں سے تھا... آپ کے بیٹوں میں سے عمر حقانیؒ اگست ۲۰۰۸ء میں افغانستان کے صوبے خوست میں امریکی فوجیوں سے لڑتے ہوئے مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ۱۸ فروری ۲۰۱۰ء کو محمد حقانیؒ میران شاہ میں امریکی ڈرون حملے میں شہید ہوئے۔ بدرالدین حقانیؒ ۲۴ اگست ۲۰۱۲ء کو شمالی وزیرستان کی تحصیل شوال میں امریکی جاسوس طیاروں کے میزائل حملے میں شہید ہوئے...جب کہ ۱۱ نومبر ۲۰۱۳ء کو آپ کے ایک اور فرزند ڈاکٹر نصیر الدین حقانیؒ کو امریکی خفیہ اداروں نے اپنے آئی ایس آئی کے آلہ کاروں کے ساتھ مل کر پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں فائرنگ کرکے شہید کردیا۔

مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ جیسے عظیم اور صابر والد نے پیرانہ سالی کے عالم میں اپنے جگر گوشے کی شہادت پر کمال صبر و استقامت کا نمونہ پیش کیا...اُنہوں نے اپنے چوتھے بیٹے کی دین اسلام کی خاطر شہادت پر کیسے عزیمت و جرأت کے الفاظ سے مجاہدین کی ڈھارس بندھائی، آپ خود ملاحظہ کیجیے:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (الاحزاب:۲۳)

افغانستان کے مومن و مجاہد عوام اور صلیبی استعمار سے برسرپیکار مجاہدین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! سب سے پہلے عالی قدر امیر المومنین حفظہ اللہ، سرفروش مجاہدین اور خود اپنے آپ کو جہاد کی راہ میں ایک سرفروش مجاہد شہید نصیر الدین حقانی کی شہادت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے دربار میں شہدا، صدیقین اور صالحین کی جماعت میں قبول فرمائیں۔

بھائیو! اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت وہ عظیم عزت ہے، جس کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام افضلیت اور بلند مقام کے ساتھ مطالبہ کیا تھا اور احادیث مبارکہ میں شہید کے عظیم مقام کی ستائش و توصیف کی گئی ہے۔ شہادت ایک مخصوص عزت اور سعادت ہے، جس سے صرف اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے نوازے جاتے ہیں، شہادت ایسی فضیلت ہے، جو راہ جہاد کے بہترین مجاہد کو نصیب ہوتی ہے۔ شہادت معنوی لحاظ سے مجاہد کی کامیابی ہے، جس کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی اور اس کے بدلے میں جنت الفردوس کے ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے نوزا جاتا ہے۔

مسلمان مجاہد عوام! آج چونکہ ہمارے غیور مجاہدین دین و ملت کے دفاع کی مورچوں میں استعمار سے دست و گریبان ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے شہادتوں اور قربانیوں کی وجہ سے اس تاریخی معرکہ میں عظیم فتوحات عطا کی ہیں، ایسی فتوحات جن کے نتائج نے دشمن کو اپنی تمام فوجی اور ٹیکنالوجی قوت کے باوجود اضطراب میں مبتلا کر رکھا ہے، دشمن کے عالمی

استعماری عزائم کو ناکام کیا ہے اور یہاں سے فرار ہونے کی راہ تک اُس سے گم کروادی ہے۔

بھائیو! جہاد کی راہ قربانی اور سرفروشی کی راہ ہے، جہادی قربانیوں کا یہ سلسلہ اُحد کے تاریخی غزوہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے شروع ہوا اور چودہ صدیاں گزرنے کی کے باوجود پوری آب و تاب سے جاری و ساری ہے۔

شہید ڈاکٹر نصیر بھی اسلامی نظام کی حاکمیت اور سرزمین اسلام کی آزادی کی جنگ میں اس پر عظمت راہ کا سپاہی تھا، جس نے آخر کار اپنا مقصد پالیا، اللہ تعالی ان کے شہادت کو قبول فرمائیں، آمین۔

شہید ڈاکٹر نصیر ہمارے خاندان کا نہ پہلا شہید تھا اور نہ ہی آخری ہو گا، بلکہ حقانی خاندان جہاد اور شہادت کا خاندان ہے، اللہ تعالی کی نظام کی حاکمیت اور اسلامی سرزمین کے دفاع کی راہ میں شہادت ان کی سب سے عظیم آرزو ہے، خود مجھے ملک کے ہر شہید کے شہادت پر یہ تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ کاش! شہادت جیسی تاریخی عزت میرے نصیب میں ہوتی، میں نے اپنی فانی زندگی کا بیش تر حصہ اسی آرزو میں گزارا ہے کہ کب شہادت کی عظمت میرے نصیب میں آجائے۔

الحمدللہ ہم اور آپ مسلمان ہیں اور مسلمان اللہ تعالی کی راہ میں شہادت کو اس قدر پسند کرتا ہے، جیسا کہ کفار دنیا کی عیش و عشرت اور نعمتوں کو پسند کرتے ہیں۔ مسلمان افغانیوں اور عزیز مجاہدو! ہماری غیور عوام گذشتہ تین عشروں سے زیادہ عرصہ سے اپنے ملک میں اسلامی نظام کی قیام کی غرض قربانی پیش کر رہی ہے، ان کی قربانی اور جہاد کی راہ میں بہنے والا مبارک لہو نہایت قیمتی ہے، ہمیں اور آپ کو ان کے خون کا احترام کرنا چاہیے اور ان کے لہو اور شہادت کا احترام اس طرح ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالی کی نظام کی تنفیذ اور اسلامی مقدس احکامات کی پیروی کریں، امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کی قیادت میں جہادی صف کو متحد رکھیں، اپنے رہنماؤں کی اطاعت کریں اور اپنے مصائب زدہ عوام کے چین و سکون کے لیے کام کریں۔

بھائیو! کافروں کے ساتھ مقابلے کی صف میں ہمارے مجاہدین کی شہادت ہماری کامیابی کی علامات ہیں، نہ کہ ناکامی کی وجوہات! اگر ہم اس راہ میں ناکام ہوئے تو اس کہ وجہ صرف اس راستے سے ہمارا انحراف اور شہدا کے مقدس خون سے غداری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو گی۔ میری دعا ہے کہ اس مہلک خطرے سے اللہ تعالی ہمیں اور تمام مسلم امہ کو محفوظ رکھے۔

والسلام

مولوی جلال الدین حقانی

مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ...عالمی تحریکِ جہاد کے قائدین کی نظر میں

مجددِ جہاد شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”شیخ جلال الدین حقانی اور نصر اللہ منصور نے ۱۹۷۵ء میں ہی ہجرت کی اور ابتدا ہی سے جہاد میں شریک ہوئے“۔

جب شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ نے اپنی وصیت لکھی تو مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کے گھر ہی میں لکھی۔ اس وصیت کے آخر میں شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بندہ فقیر الی اللہ، عبد اللہ بن یوسف عزام کی وصیت ایک بہادر قائد شیخ جلال الدین حقانی کے گھر میں ۱۲ شعبان ۱۴۰۶، اپریل ۱۹۸۶ء کی عصر کو میں یہ کلمات لکھ رہا ہوں“۔

محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اگر بعض افغان سردار پیچھے ہٹے تو کچھ ایسے بھی تھے جو جم گئے وہ مخلص اور سچے لوگ تھے۔ نحسبہم کذالک واللہ حسیبہم۔ ان میں سے ایک شیخ یونس خالص (رحمہ اللہ) تھے، دوسرے شیخ جلال الدین حقانی (رحمہ اللہ) تھے، دونوں امریکی لشکر کشی کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، اور اس جہاد میں اہم کردار ادا کیا(السبیل لإحباط المؤامرات، دسمبر ۲۰۰۷ء)

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

”شیخ جلال الدین عالم دین ہیں جو مجاہد مقاتل ہیں، روس کے خلاف ان کے واقعات مشہور ہیں، جب امارت اسلامیہ طالبان کا قیام ہوا تو آپ نے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد (رحمہ اللہ) کی بیعت کی اور امارتِ اسلامی کے دور میں وزرا میں رہے، آپ کا میران شاہ میں ایک بڑا مدرسہ ہے جس کا نام جامع منبع العلوم ہے، جو اسلام اور جہاد کے قلعوں میں شمار ہوتا ہے۔ باوجود بیماری اور بڑھاپے کے اب تک جہاد میں اپنی آرا اور مشوروں کے ذریعے شریک ہیں، اور ان کے بیٹے قائدین جہاد میں شمار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور اللہ تعالی انہیں اسلام کی طرف سے جزائے خیر سے نوازے“۔

اور اک روح نے اللہ کی قربت پائی

عبد الرحمٰن

بغیر چینی کے سیاہ چائے کا ایک گھونٹ بھر کر مولانا فرمانے لگے:

''جب ۳۱ دسمبر ۱۹۷۹ء کو روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں تو ان کے کاندھوں پر ببرک کارمل سوار تھا۔ اسے کابل میں بٹھانے کے لیے روسی فوجیوں نے صدارتی محل پر حملہ کیا اور حفیظ اللہ امین کو خاندان سمیت مار دیا۔ لیکن مرنے سے پہلے امین اور اس کے محافظوں نے زبردست مزاحمت کی اور چوبیس گھنٹے تک لڑائی جاری رکھی۔ تاہم ان کی تعداد کم تھی اور ہتھیار محدود۔ سو وہ سب مارے گئے۔ ببرک حکومت بنانے کے بعد روسیوں نے افغانستان کے دوسرے شہروں پر بھی فوج چڑھائی شروع کر دی۔

تب ایک بڑا کانوائے گردیز کے قریب واقع زدران میں بھی آیا۔ کانوائے کی اطلاع ملنے پر ہمارے مجاہدین نے مورچے سنبھال لیے۔ ان کے پاس دوسری جنگ عظیم کے زمانے کی تھری ناٹ تھری رائفلیں اور توڑے دار بندوقیں تھیں۔ کچھ درہ آدم خیل کے اسلحہ بازار سے خریدا گیا کچا اسلحہ بھی تھا۔ لیکن جوش، جذبے اور گوریلا جنگ میں وہ روسیوں سے آگے تھے۔ زدران میں آنے والے روسی فوجی کانوائے کو مجاہدین نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور آگے بڑھنے کا راستہ مسدود کر دیا۔ دو دن کی جنگ کے بعد مجاہدین نے کانوائے تباہ کر دیا اور تمام روسیوں کو مار دیا۔ سازوسامان کی تلاشی میں ہمیں ایک بڑے فوجی ٹرک پر لدے درجنوں پائپ ملے، جن کے نیچے ٹریگر لگے تھے۔ ہمیں نہیں پتہ تھا کہ یہ کیا چیز ہیں؟ سب نے آپس میں پوچھا مگر کسی کو پتہ نہ چلا کہ کس کام آتے ہیں۔ بالآخر ایک ساتھی نے اس کا جواب ڈھونڈ لیا۔ وہ بولے کہ یہ بارش کا پانی چھت سے نیچے گرانے والا پرنالہ ہے۔ اور روسی اسے اپنی بیرکوں کی چھتوں پر لگاتے ہوں گے۔ بحث کی گنجائش نہیں تھی کیونکہ کسی اور کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

سب نے اتفاق رائے سے درجنوں ''پرنالے'' مجاہدین اور قریبی گاؤں والوں میں مفت بانٹ دیے تاکہ طوفانی بارشوں سے چھتوں کو محفوظ بنایا جاسکے۔ اس واقعے کو کئی دن گزر گئے۔ پھر ہمارے مجاہدین نے ایک قریبی فوجی چوکی پر حملہ کیا اور اسے تباہ کر دیا۔ چوکی پر تعینات کئی افغان فوجی مارے گئے اور بعض کو مجاہدین نے گرفتار کر لیا۔ گرفتار ہونے والے فوجی مجاہدین کے مرکز میں لائے گئے، ہم نے ان سے بہت اچھا سلوک کیا۔ ہمارے علما نے انہیں سمجھایا کہ وہ کفر کا ساتھ دے رہے ہیں، اس سے ان کا ایمان خطرے میں پڑ جائے گا۔ سمجھانے بجھانے پر کئی قیدی تائب ہو گئے، اور انہوں نے مجاہدین کے خلاف ہتھیار نہ اٹھانے کا وعدہ کیا۔ چند دن مہمان نوازی کے بعد مجاہدین نے انہیں اختیار دیا کہ اب وہ آزاد ہیں۔ چاہیں تو گھر چلے جائیں اور چاہیں تو مجاہدین میں شامل ہو جائیں۔ آزادی ملنے پر کئی ایک گھر چلے گئے اور بعض وہیں رُک گئے۔

رُکنے والوں میں ایک نے مرکز کے مطبخ کی چھت پر لگے پرنالے کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ آپ کہاں سے لائے ہیں؟ مجاہدین نے بتایا کہ روسی قافلے کا مالِ غنیمت ہے۔ اس پر وہ ہنسا اور بولا: ''کیا آپ کو پتہ ہے کہ یہ کس کام آتا ہے؟'' مجاہدین بولے: ظاہر ہے بارش کا پانی نکالنے کے۔ اس پر وہ ہنسا اور بولا: ''برادر جان! یہ راکٹ لانچر ہے۔ اس سے ٹینک تباہ کیا جاتا ہے۔ آپ نے اسے کس کام پر لگا دیا؟''۔ پھر وہ بولا: اس کے ساتھ راکٹ اور فیوز وغیرہ بھی ہوں گے۔ وہ کہاں ہیں؟ مجاہدین نے بتایا کہ ہاں کافی کچھ سامان تھا۔ وہ ہم نے غاروں میں ڈال دیا ہے۔ اس پر فوجی بولا: ایک لانچر اور وہ سامان مجھے لا کر دو۔ مجاہدین لے آئے۔ اس نے لانچر میں راکٹ فٹ کیا، ایک ویران پہاڑ کی طرف رُخ کر کے نشانہ لیا اور ٹریگر دبا دیا۔ زبردست دھماکے کے ساتھ راکٹ نکلا اور چٹان کا ایک بڑا ٹکڑا اُڑا دیا۔ یہ دیکھ کر مجاہدین خوشی سے نہال ہو گئے۔ انہوں نے ہر کارے دوڑا دیے کہ جس کی چھت پر یہ ''پرنالہ'' لگا ہو، معاوضہ دے کر لے آؤ۔

ایک ہفتے میں سارے ''پرنالے'' معمولی قیمت پر خرید کر واپس لائے گئے۔ تب انہی فوجیوں نے مجاہدین کو راکٹ چلانے کی تربیت دینی شروع کر دی۔ چند دن بعد مجاہدین اس میں ماہر ہو گئے۔ بس پھر کیا تھا! ہم نے ان راکٹوں سے بہت فائدہ اٹھایا اور روسیوں کو تہس نہس کر دیا۔ ہر چوکی یا کانوائے پر حملے کے بعد سب سے پہلی چیز ہم یہی ڈھونڈتے تھے اور محفوظ کر کے لے آتے تھے۔ یہ تھی کہانی آر پی جی سیون راکٹ لانچر مجاہدین کے پاس آنے کی''۔

یہ داستان ۱۹۸۴ء کی ایک سرد شام کو ایک سینئر صحافی نے تب سنی جب وہ پکتیا میں مجاہدین کے ایک اہم مرکز ژاور میں مولانا کے ساتھ بیٹھے تھے۔ مرکز کا اصل نام مرکزِ سید احمد شہید تھا لیکن وہ ژاور کے نام سے ساری دنیا میں معروف ہوا۔ اس کہانی کے راوی تھے مولانا جلال الدین حقانی۔

جی ہاں! مجاہدِ کبیر مولانا حقانی! جنھوں نے روس اور امریکہ کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ ایک زمین دار گھرانے کے فرزند نے عالم دین سے گوریلا کمانڈر بننے کا سفر صرف اس لیے طے کیا کہ ان کے اسلامی ملک پر کافروں نے قبضہ کر لیا تھا اور اپنی تہذیب ان پر مسلط کرنا چاہتے تھے۔ اسی غاصبانہ قبضے کے خلاف اٹھنے والی اولین آوازوں میں مولانا جلال الدین حقانی کی آواز بہت نمایاں تھی۔ ان کی ساری زندگی جہاد میں گزری۔ اور اسی جہاد کی بدولت وہ لیجنڈ بن گئے۔

؎ آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

ان جیسا کوئی تھا نہ ہو گا۔ علم، حلم، تقویٰ، ایمان، بہادری، جنگی مہارت اور مہمان نوازی میں ان جیسا ملنا تو درکنار اریب قریب بھی کوئی نہ ہو گا۔ وہ اللہ کا انعام تھے افغانوں کے لیے، مسلمانوں کے لیے اور پوری دنیا کے مظلوم انسانوں کے لیے! شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے شاگردِ خاص، اکوڑہ خٹک کے فارغ التحصیل اور وہیں کے استاد۔ جو روسیوں کے خلاف جہاد میں اپنا دینی مدرسہ بھی چلاتے رہے۔

وہ پیسہ پائی پاس نہ رکھتے تھے لیکن مجاہدین کی امداد کے لیے آنے والے ایک ایک روپے کا حساب لیتے تھے۔ ان کے بیٹے بھی انہی پر پڑے ہیں۔ نیک اطوار، خوددار، متقی، عالم، دیانت دار اور شجاعت سے بھرے ہوئے۔ سب سے بڑے بیٹے سراج الدین حقانی المعروف خلیفہ ان کے حقیقی جانشین ہیں۔ وہی شکل، وہی صورت، وہی ہمت، وہی غیرت، وہی جاں بازی، وہی مہمان نوازی۔ دیکھنے والے نے انہیں چھوٹا سا بچہ دیکھا تھا، جب ۸۰ء کے دنوں میں مولانا کا خاندان ہجرت کر کے میران شاہ آیا تھا۔ تب وہ چند برس کے بچے تھے۔ مگر پیشانی روشن اور بلند تھی اور اطوار باپ کی طرح باوقت تھے۔ دیکھنے والے نے تب بھی ان میں بہت کچھ دیکھ لیا تھا۔ وہ اپنے باپ کا دوسرا روپ ہیں اور انہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔

مولانا نے ساری زندگی رب کی رضا کی خاطر گزاری اور اسی میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اے اللہ! گواہ رہنا کہ مولانا جلال الدین حقانی پورے ایمان پر آئے، اس پر قائم رہے اور اسی حالت میں رخصت ہوئے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا اور تیری خوش نودی کے لیے اپنا خاندان کٹوایا۔ اے اللہ! تُو ان سے راضی ہو جا، راضی ہو جا، راضی ہو جا! آمین یارب۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا ثبوت دیجیے!

گستاخانہ خاکوں کے مقابلے کے انعقاد کا اعلان ہو چکا ہے اور ہر مسلمان پریشان و غمزدہ ہے اور حسب استطاعت اس فعل قبیح کو رکوانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن گستاخوں پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہو رہا ہے اور وہ اپنے مذموم ارادوں کو عملی جامہ پہنانے پر بضد ہیں ... اخر وجہ کیا ہے کہ پوری دنیا میں مسلمان احتجاج مظاہروں اور سوشل میڈیا پر کمپین چلانے کے باوجود اس مہم کو رکوانے میں ناکام نظر آرہے ہیں ...؟؟ تو اس کا ایک سیدھا اور سادہ سا جواب یہ ہے کہ ہم من حیث القوم غلط راستے پر ہیں اور کینسر کے مریض کو کھانسی کا شربت دے کر تندرستی کی اس لگائے بیٹھے ہیں جو کہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے... خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کینسر کا علاج کھانسی کا شربت پلانے سے ناممکن ہے بالکل اسی طرح گستاخوں کا علاج اور ناموس رسالت کا دفاع موجودہ جمہوری طور طریقوں سے محال ہے کیونکہ یہ طور طریقے خود جمہوریت کے رکھوالوں نے ہمیں سکھائے ہیں تو بھلا کوئی دشمن کا بھی خیر چاہتا ہے نیز یہ مظاہرے، پر امن احتجاج، مذمتی قراردیں اور آئینی حدود میں رہتے ہوئے کوششیں کبھی بھی اس مسئلے کا حل نہیں ہو سکتی اس لئے کہ یہ جمہوری راستے قران و سنت کے بتائے ہوئے راستے اور سلف صالحین کے طرز عمل کے مکمل خلاف ہے ... قران و سنت کی تعلیم اور سلف صالحین کا طرز عمل ایسے مواقع پر مسلح جہاد کی ہے کہ گستاخوں کے خلاف قتال کی عمومی دعوت دی جائے امت کو اور ہر شخص اس فریضے کو ادا کرنے کی خاطر حسب استطاعت کوشش کرے اور ان گستاخون تک پہنچنے اور ان کو انجام تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرے چاہے اس میں جان و مال کی قربانی بھی لگ جائے جیسا کہ امت مسلمہ کی تاریخ اس پر شاہد ہے— یہی اس کا واحد حل ہے!!

اے مسلمان! اگر تو اللہ تعالی کے محکم فریضے قتال فی سبیل اللہ کی دعوت پر لبیک کہتا اور میدان جہاد میں کفار کی گردنیں اڑاتا تو آج کسی کو نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جرأت نہ ہوتی !!

☆☆☆☆☆

”اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ وہ صرف اللہ کی ت کریں، لیکن اگر عدالت میں قرآن نافذ نہ ہو، تجارت عالمی مالیاتی اداروں کے بنائے قوانین کے تحت کی جاتی ہو، نظامِ حکومت جمہوری ہو... تو اللہ کی عبادت کس طرح کی جا سکتی ہے؟“

مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ

سوشل میڈیا پر مولانا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کو خراج عقیدت

بالاخر خُراسان کا وہ بوڑھا شیر بھی چلا گیا جسے آزادی کے لوک گیتوں میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا چرواہے جب جب اپنے ریوڑ کو لیکر نکلیں گے کسی چراہ گاہ ندی یا وادی کے کنارے اس بوڑھے کے قصے اپنے بچوں کو سنائیں گے جو احمد شاہ ابدالی بابا کے کاررواں کا مسافر تھا اور وہ عظمت کی بلندی پہ تنہا نہیں بلکہ اپنی اولاد کیساتھ آخر وقت تک کھڑا رہتے ہوئے کھڑا رہا۔ خوست کے کُہسار اور میدان اس جلال الدین حقانی کو کبھی نہیں بھولیں گے جو خوارزم شاہ جلال الدین جیسا تھا دونوں اپنے وقت کی منظم عسکری طاقت کو دُھول چٹاتے رہے اور پھریوں خاک کے سُپرد ہوئے کہ دشمن گرد بھی نہ پا سکا، ایک کے سامنے چنگیز خان اور تاتاری تھے تو دوسرے کے رُوبرو کئی ممالک کی جدید افواج۔

شمال میں جاری جنگ آزادی کے کئی اہم کرداروں میں ملا عمر اور جلال الدین حقانی بھی شامل ہیں، دونوں نے کسی عسکری ادارے سے پڑھا نہ کبھی عصری مکتب کا رخ کیا لیکن فطری جنگی صلاحیت مضبوط اعصاب اور ششدر کر دینے والی منصوبہ بندی کے حامل ان عبقریوں نے ایک خلقت کو ورطہ حیرت میں مبتلا کیئے رکھا کہ آخر کیسے ناکافی وسائل تیکنیک اور افرادی قوت کے انہوں نے صلیبی لشکر کے سامنے بے پناہ کامیابی سمیٹی۔

ملا عمر، جلال الدین حقانی ، ملا اختر منصور اور ملا ھیبت اللہ جیسے عسکری و فکری کماندان اگر مغرب میں ہوتے تو ان کی بہادری منصوبہ سازی جرات اور مزاحمت پہ سیکڑوں فلمیں کتابیں اور ڈاکو منٹریز منظر عام پہ آچکی ہو تیں لیکن کیا کیجئے کہ فی الحال امت کے دانشور اور متعلقہ شعبوں کے افراد مرعوبیت اور ذھنی افلاس کا شکار ہیں ان میں تعصب نہ ہو تا تو کم از کم اس مزاحمت کا ہی اعتراف کر لیتے جو لگ بھگ دو دھائیوں سے ملا عمر کے جانثاروں نے جاری رکھی ہے۔

حقیقی تبدیلی آئے گی تو ان رجال کار کی بابت جان کر ہماری اگلی نسلیں ان پہ فخر کریں گی کیونکہ یہی پہاڑی کے چراغ ہیں یہی زمین کا نمک اور یہی گھٹاٹوپ اندھیرے میں آزادی کی راہ دکھاتے ستارے۔

ذیشان سندھی نے لکھا:

کہتے ہیں جب افغانستان میں روس داخل ہوا تو جلال الدین حقانی کے پاس پستول تھا اور لے کر چل پڑا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو ؟ تو جواب دیا :روس کو افغانستان سے نکالنے۔ پھر آسمان نے دیکھا کہ اُس نے اپنا کہا سچ کر دکھایا۔

اللہ کی لاکھوں رحمتیں ہوں اس مرد قلندر پہ

محمد حمزہ نے لکھا:

پہاڑوں کا شیر... روس آیا، نکل گیا پہاڑوں میں...

گوریلا جنگ کا ماہر... جب امریکہ آیا، سب کچھ چھوڑا پھر نکل گیا...

بڑے بڑے عہدے مراعات کو قربان کر دیا مگر کرزئی حکومت کے آگے تسلیم نہیں ہوا۔ سات بیٹے، چار شہید کروا دیے ، ایک جیل میں سزائے موت کا انعام لیے اپنی بقیہ زندگی گزار رہا ہے... ۲ بیٹے میدان میں جن کے سر کی قیمت امریکہ نے لگا رکھی ہے... اس مردِ مجاہد کے پوتے بھی میدان عمل میں ہیں...

دنیا اس کو جلال الدین حقانی کے نام سے جانتی ہے، جو آج ہم میں نہیں رہے۔ اللہ پاک ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے جنت میں اعلیٰ مقام دے آمین۔

یہ ہیں اصل اسلام کے ہیرو! جو دلوں میں رہتے ہیں! باقی تو ظلم کے سامنے قرآن کو ہی بدلنا مصلحت حکمت سمجھتے ہیں۔

ابو نفیسہ مہاجر نے لکھا:

آج حقانی صاحب کی رحلت پر ملحدین کے ہاں عید منائی جا رہی ہے۔ مگر ان بے وقوفوں کو یہ پتہ نہیں ہے کہ صرف حقانی صاحب ہی رحلت فرما گئے ہیں، نہ کہ اُن کا دیا ہوا نظریہ!

تم خوشیاں نہ مناؤ، حقانی صاحب کوچ کر گئے ہیں، مگر پانے پیچھے ایک ایسا نظریہ چھوڑ کر گئے ہے جو تمہارے تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ وہ چلے تو گئے مگر پیچھے ایسے دیئے جلا کر گئے ہیں جن کی مدد سے ان اندھیروں میں بھی ان کے شہسوار ملحدین اور الحاد کی سرکوبی کرتے رہیں گے۔

انہوں نے شمعِ اسلام پر اپنے چار، جری شیر جیسے بیٹوں کو نچھاور کر کے امتِ مسلمہ کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ پیش کیا، اور جاتے جاتے ہمیں یہ درس دے گیا کہ دینِ مبین سے محبوب کوئی شے نہیں۔ اللہ جل جلالہ ہمارے محبوب رہ نما کی قبر منّور فرمائیں اور ہمیں شیخ کی نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

بلال احمد خان نے لکھا:

امیر المجاہدین، مدرب الشیوخ، سویت یونین وناٹو اتحاد کو اللہ کی نصرت سے شکست فاش دینے والا اللہ کا شیر ملا جلال الدین حقانی رحمہ اللہ ۷۹ برس کی عمر میں آج دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ شیخ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین ۔ اگر حقانی رحمہ اللہ کو عہد حاضر کا خالد ابن ولید کہا جائے تو غلط نہ ہو گا، زندگی کا تقریباً حصہ اللہ کے راستے جہاد میں گزرا۔ عشق و وفا کے اس سفر میں شیخ رحمہ اللہ نے امت کے کل کی خاطر اپنی جان مال اولاد کی قربانیاں میدانوں میں پیش کر کے اپنے مالک سے کیے وعدے کو وفا کرنے کی سعی کی۔ اللہ عزوجل ان کی تمام قربانیوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کو جنت میں انبیاء، صالحین و شہدا کے ساتھ اکٹھا فرمائے آمین۔ شیخ جاتے ہوئے خالد بن ولیدؓ کی طرح ہمارے لیے خصوصاً نوجوانوں کے لیے ایک پیغام چھوڑ گئے کہ موت

میدان جہاد میں نہیں ہے موت اپنے مقررہ وقت پر ہی آئے گی نہ ایک لمحہ پہلے نہ ایک لمحہ بعد۔

اس لیے میدانوں میں جانے سے ڈرنا چھوڑ دو اور نکلو اللہ کی راہ میں اور اصحاب رسول کی سنت زندہ کرتے ہوئے دین کے غلبہ کی خاطر کفر کا سر کچل کر رکھ دو۔ عہد حاضر کے طاغوت کو للکارو۔ اس دور کے قیصر وکسریٰ کے صنم خانے برباد کر دو اور مشرق و مغرب میں اللہ کی توحید کا جھنڈا لہرا دو۔ آؤ آج عزم کریں کہ اللہ کے دین کے غلبے کے لیے اپنی بساط کے مطابق ہر ممکن کوشش کریں گے، جہاد و مجاہدین کی نصرت کریں گے، ہر قسم کے کفر و شرک کو للکارتے میدانوں میں نکلیں گے... ان شاء اللہ

کتنے ساتھی چلے اور بڑھتے گئے

اس جہادی سفر میں وہ اونچے رہے

ہاں وہ رب کی رضا میں کچھ ایسے بڑھے

کہ وہ کٹتے رہے بندگی کے لیے

ایک خنساء تھی لیکن وہ کہنے لگی

آندھیوں میں جلا کے چراغ جگر

ہم نے پالا تھا بیٹوں کو سالوں تلک

کل کی خاطر نہیں آج ہی کے لیے

یوں صدا وہ اندھیروں سے لڑتے رہے

شمع ایمان سینوں میں روشن کیے

خون جلاتے ہوئے جھلملاتے رہے

شہر خاموش میں روشنی کے لیے

ایک پیغام لیکن ہمیں دے گئے

روشنی کے سفر پہ چلے جو گئے

جس کو بجھنے کا ڈر ہو وہ کیسے جلے

موت ہے اک سفر زندگی کے لیے

کتنے ساتھی چلے اور بڑھتے رہے

اس جہادی سفر میں وہ اونچے رہے

ہاں وہ رب کی رضا میں کچھ ایسے بڑھے

کہ وہ کٹتے رہے بندگی کے لیے

ابو بکر قدوسی نے لکھا:

جلال الدین بہت تیز گھوڑا دوڑا رہا تھا، اسے ان کے ہاتھ نہیں آنا تھا... لیکن برسوں سے ایسا ہوا نہیں تھا یہ جس کو چاہتے جا لیتے تھے۔ لیکن جب پہاڑوں کے بیچ بہتے دریائے سندھ کے کنارے عمودی چٹان سے اس نے گھوڑا گرا دیا تو بہادری نے بزدلی کو ہزار جہتوں سے شکست دے دی۔

فتح علی کو خبر تھی کہ وہ چہار سو سے ان کے گھیرے میں ہے اسے مگر ان کے ہاتھ نہیں آنا تھا۔ وہ لڑتا رہا، لڑتا رہا، لڑتا رہا... ہاں ٹیپو کا لہو بہتا رہا بہتا رہا اور ایسا بہا کہ سرنگا پٹم کا طواف کرتا دریائے کاویری اس کے بہاؤ سے رشک کرتا مرا۔

بخت خان کو خبر تھی کہ دلی اب ہاتھ سے نکل گیا۔ شائد اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ اب صدیوں تک جمنا کے کنارے اس کے پرکھوں کی یاد میں آنسو بہائیں گے جو کالے کوسوں سے آتے اور آ کے یہاں رکتے... دور فضا میں اللہ اکبر کی آواز بلند ہوتی اور پھیل جاتی... یہ اندر تک اترتی مایوسی بھی اس کو شکست نہ دے سکی.. اسے بس یہی خبر تھی کہ اسے ان کے ہاتھ نہیں آنا... ایک دن زمانہ اس کے لہو کا خراج خود ہی لے لے گا۔

بالا کوٹ کی ہواؤں میں فضاؤں میں خوں شہیداں کا عجب رچاؤ تھا کہ وہ بھی ادھر چلا آیا۔ اسامہ کہ زمانہ ابھی اس سے گریزپا ہے، لیکن کب تک؟

اسے خبر تھی کہ یہ سرزمین شہیدوں کے لہو کی امین ہے۔ سو طلب شہادت میں وہ ادھر چلا آیا۔ بہت دور کی بستی کا مسافر گو ذرا دیر کو اجنبی سا ہو گیا تھا لیکن اسے خبر تھی کہ زمانہ، ہاں آنے والا زمانہ اسے جان لے گا.. اس کے ہم عصروں کی محرومی اور بدنصیبی کا نوحہ کرے گا اور اسے شہیدوں کی مسند عالی کا مکین بنائے گا۔

جلال الدین مگر پھر لوٹ کے آیا۔ اب کے پھر چنگیز خان خاک بسر ہوا۔ تین عشرے جلال الدین لڑتا رہا، لڑتا رہا.. کل جب اس لڑائی سے فارغ ہو کے اپنے رب کے حضور گیا ...تو دشمن اس کی چوکھٹ پر ہاتھ جوڑے کھڑا، واپسی کی بھیک مانگ رہا تھا۔

اور مجھے یقین ہے کہ آج اسامہ، جلال الخوارزمی، ٹیپو، بخت خان جب آسمانوں کے دروازے پر استقبال کو آئے ہوں گے تو مسکراتے ہوئے یہ ضرور کہہ رہے ہوں کہ:

”آپ نے تو اس چنگیز زمانہ کو رُلا رُلا کے مار دیا“۔

جلال الدین حقانی کی یاد میں...

ڈاکٹر سید محمد اقبال نے لکھا:

افغانستان کے سرکردہ مجاہد اور اہلِ اسلام کے لیے باعثِ تکریم شخصیت شیخ جلال الدین حقانی، اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جلال الدین حقانی اسلام اور حق لئے اخلاص اور جدوجہد کا استعارہ اور روس اور امریکہ جیسی اسلام دشمن کافر قوتوں کی نیندیں اڑانے لئے اسلام کی ننگی تلوار کے مثل تھے، امریکی جس حقانی نیٹ ورک سے آج بھی اپنے بچوں کو ڈراتے ہیں، آپ اسی حقانی نیٹ ورک کے بانی اور اب تک کے فعال کردار تھے۔

میں اغیار کے ایجنٹ موجودہ تمام مسلم حکمرانوں کے مقابلے میں ایسے ایک رجلِ مؤمن کو ان سب پر بھاری اور ان سے قیمتی سمجھتا ہوں!

میں اللہ تعالیٰ کا بے شمار شکر بجالاتا ہوں کہ وہ اس گئے گزرے وقت میں بھی مخلصین فی الدین کی استقامت اور حوصلہ افزائی کے لیے ایسے ایسے جہادی مثال کھڑے کر دیتا ہے جن سے ایک طرف امت الکفر پر لرزہ طاری رہتا ہے تو دوسری جانب اہل اسلام ان سے ہمت و حوصلہ حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دست بستہ طالبِ دعا ہوں کہ وہ آپ کو آخرت کی بہترین نعمتوں سے نوازے اور امت میں ایسے کرداروں کی فراوانی کر دے۔ آمین یارب العالمین۔

فضل خان بڑیچ نے لکھا:

ملا عمر کے بعد ایک اور افغان شیر اپنے پیشروؤں کے نقش قدم پر چلنے مزاحمت کی شاندار تاریخ رقم کرنے پشتون شملے کی لاج رکھنے حملہ آوروں کے دانت کھٹے کرنے عمری کاروان کو طاقت بخشنے کے بعد اس جہان سے کوچ کر گئے۔

زندہ کسی نے نہیں رہنا مرنا سبھی نے ہے جلال الدین حقانی بھی مر گئے مگر خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو تاریخ میں زندہ رہتے ہیں اربوں لوگ مرے ہیں مگر زندہ خالد بن ولید رض۔ ایوبی۔ غزنوی۔ ابدالی۔ جنرل بخت خان۔ ملا عمر اور جلال الدین حقانی جیسے لوگ ہی رہتے ہیں باقی تو بس زمین کا بوجھ بڑھاتے ہیں۔

الوداع اے افغان شیر الوداع۔

محمد بھٹی نے لکھا:

ہے ستم اے چرخ تو کس کو یہاں سے لے گیا!

معرکہ خیر و شر میں اپنی تمام زندگانی شجرِ خیر کی آبیاری کے لئے دان کر دینے اور چار ضیغم صفت صاحبزادگان کو رہ حق میں تصدق کر کے اس دورِ جفا میں رسم محبت کو زندہ کرنے والا عہد رواں کا خالد بن ولید، اشتراکیت و سرمایہ داریت کے لئے خارِ چشم بننے والا افغان جہاد کا نیر تاباں آج کوہساروں کی سرزمین میں غروب ہو گیا۔

صبغت اللہ نے لکھا:

خراسان کے پہاڑوں کا ایک بوڑھا شیر ہم سے جدا ہو گیا...ہماری کل کی خاطر جس نے اپنا آج اسلام آباد کے سڑکوں سے لے کر وزیرستان کے پہاڑوں خوست کے پہاڑوں سے لے کر پکتیکا کے محاذوں پر اپنے بدر الدین سے لے کر عمر حقانی، محمد حقانی اور نصیر الدین تک کو قربان کرنے والا بوڑھا شیر، انس حقانی کو زندان میں تختہ دار کا منتظر چھوڑ کر اور سراج الدین حقانی کو امریکہ کے ایوانوں سے لے کر نیٹو کے خوابوں کو چکنا چور کرنے کی امید لے کر اس دنیا سے اپنی حقیقی منزل پانے کے لئے اپنے محبوب رب کو اپنی امانت لٹا کر اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلے گئے۔

مگر تاریخ میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک زندہ داستان بن کر دنیا کو یہ پیغام دے کر چلے ہیں کہ دو گز لمبے اور دو فٹ چوڑے مٹی کے گھر کو سپرد ہونے والا بوڑھا شیر، دو سپر پاوروں کے غرور کو خاک میں ملا کر اور ان کے سکون کو حرام کر کے خود سکون کی نیند سو گیا۔

مولانا جلال الدین حقانی کی قربانیوں کی داستانوں میں ایک داستان یہ بھی درج ہے کہ دو سپر پاور کے دعوے داروں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا جاتے ہوئے یتیموں اور بیواؤں کے علاوہ اگر کچھ چھوڑ کر گیا ہے تو وہ ہے داستان شجاعت اور یہی امید کہ ایک بار پھر خراسان کی مٹی پر امارت اسلامی کا قیام ہو اور انشاءاللہ عنقریب یہ خواب حقیقت ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ لکھنے کو بہت لکھنا تھا مگر کچھ لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی سوچا بس اظہار محبت کروں

قمر الدین عثمانی نے لکھا:

پندرھویں صدی ہجری کا خالد بن ولید...

جس کی لڑکپن سے بڑھاپے تک کی زندگی میدان کارگزار میں گزری...

مسلسل چالیس سال تک حالت جنگ میں رہنے والا عظیم جرنیل...

جو کبھی جوانی میں سپر پاور روس کو مطلوب ترین مجاہد رہا تو

کبھی بڑھاپے میں امریکی سامراج کو ناکوں چنے چبوانے والا جرنیل رہا

پوری دو نسلوں نے جس سے ایمان و جہاد کا درس سیکھا

جس کی پوری زندگی میں ایک واقعہ ڈھونڈے سے نہیں ملتا کہ مذاکرات یا سیاست کے نام پر کوئی دشمن اسے دھوکہ دے سکا ہو...لیکن خود وہ ایک کھلی کتاب کی مانند تھا۔

اس کی صاف گوئی اور بے باکی نے دشمن کو اس سے کوسوں دور رہنے پر مجبور رکھا۔

کاش کوئی دیوانہ اٹھے...

کاش کوئی ایمان کی شمع دل میں رکھنے والا قلمکار اٹھے...

اور کھول کھول کر مولانا جلال الدین حقانی کی زندگی کے ورق پلٹے...

اور امت کو بتائے کہ یہی وہ انسان ہے جس سے محبت کی خوشبو لیے موجودہ دنیا کا ہر جہادی اپنی منزل تک پہنچا!

☆☆☆☆☆

"میں پہلے خود کو اور پھر آپ سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈریں، قرآن کی تلاوت کریں اور اس کی آیات پر غور و فکر کریں۔ خصوصاً قتال سے متعلق سورتیں، انفال اور توبہ غور سے پڑھیں اور اللہ کا ذکر اور دعا کسی صورت چھوٹنے نہ پائے"۔

محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ

آگہی اور حوصلوں کی جنگ

شیخ ڈاکٹر ایمن الظواہری حفظہ اللہ

بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول نبی الکریم وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہ۔اما بعد:

تمام دنیا میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!!!

اپنے اس بیان میں ،مَیں ایک اہم معاملے کی جانب توجہ مبذول کرانے کی کوشش کروں گا۔ جس کا حکم شریعتِ مطہرہ نے دیا ہے اور بارہا اس پر زور بھی دیا ہے۔ یہ معاملہ مسلمانوں اور مجاہدین کے باہم اتحاد و اتفاق جیسے اہم فرض کا ہے، اور ان کے باہم مربوط ہو کر ایک مضبوط جمعیت بن کر ابھرنے کا ہے۔ اللہ نے اپنے کلام میں سچ بیان فرمایا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

"اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو، اور تفرقہ میں نا پڑو"۔

اسی مضمون پر اور بہت سی آیاتِ مبارکہ و مقدس احادیث تواتر سے موجود ہیں۔ بے بسی اور باہمی اختلاف و تفریق میں ایک طویل مدت گزارنے اور شریعت کے اصولوں سے روگردانی کے ایک تسلسل کے بعد، بالآخر جنگِ عظیم اول میں خلافتِ عثمانیہ کا صلیبی اقوام کے ہاتھوں خاتمہ ہو گیا۔ خلافت کے خاتمے کے بعد غاصب کافر اقوام نے بچی کھچی سلطنت کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ امتِ مسلمہ پچاس سے زیادہ حصوں میں منقسم ہو گئی، اور یہ تمام حصے بالواسطہ یا بلاواسطہ مشرک دشمن کے زیرِ تسلط آ گئے۔ امت میں اس کافرانہ جبری تسلط کے خلاف متعدد تحاریک اٹھیں۔ طویل جدوجہد اور جنگ کے بعد بالآخر امارت اسلامیہ افغانستان کا ظہور ہوا جس نے افغان جہاد کے ثمرات کو حقیقت میں ڈھالا جو کہ علاقائی جنگ و فتنہ میں بدل چکے تھے۔

قائدینِ جہاد' جیسا کہ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ' اس بات کی اہمیت کو بخوبی سمجھ گئے تھے کہ مجاہدین اور مسلمانوں کا اس مبارک امارت کو مضبوط کرنا اور اس کے گرد جمع ہونا ہی مسلمانوں کو بالآخر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو پھر سے قائم کرنے کی راہ پر گامزن کرے گا۔ شیخ رحمہ اللہ' امت سے مسلسل متحد ہونے اور امارتِ اسلامیہ کی نصرت کرنے کی درخواست کرتے رہے اور اس متعلق جوانب واطراف سے مثبت ردِ عمل پاتے رہے۔ پھر وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور اپنے رب کی بارگاہ میں ایک شہید کے طور پر پہنچے (نحسبہ کذالک)۔ شیخ رحمہ اللہ نے امارتِ اسلامیہ کے گرد مضبوط حصار قائم کرنے کا بیج بو دیا۔ مزید یہ کہ بہت سے اسلامی جہادی گروہ بھی اس امارت کے گرد اکٹھے ہوئے اور اللہ کے فضل سے ترکستان سے بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک ایک عالمی جہادی گروہ کی بنیاد رکھی گئی۔

مزید یہ کہ امتِ مسلمہ نے امارتِ اسلامیہ سے اپنی بے پایاں محبت کا اظہار کیا جو مظلوموں کی محافظ اور صلیبی غاصبوں سے جہادی میدانوں میں نبرد آزما ہے۔ اب ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنی مدد، حمایت اور قوت سے ترکستان سے بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک پھیلے اس جہادی گروہ کو مزید مستحکم کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم امتِ مسلمہ کو امارتِ اسلامیہ کی نصرت و حمایت کے لیے اور اُن صلیبی جارحانہ چال بازیوں کے خلاف پکاریں جو کہ یہ ہماری امت اور اس کی زمین پر روا رکھے ہوئے ہیں۔

ہم تمام مسلمان امت بشمول اس کے تمام گروہوں، مخلص علمائے کرام، اور صبر و ثبات کے پیکر مجاہدین کو، دستِ دعا بلند کرنے والوں کو اور ہر امتی کو بلاتے ہیں کہ آؤ اور توحید کے جھنڈے تلے اس عالمی کفری اتحاد کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ ہمیں ہر گزرتے دن اس اتحاد کو مضبوط تر کرنا ہے۔ اور اس کے لئے اپنی کوششیں تیز تر کرنی ہیں۔ پھر ہم پیش قدمی کریں گے لیکن اس بات کا مکمل دھیان رکھتے ہوئے کہ آگے بڑھنے کے بعد ہمیں پیچھے کی جانب نا ہٹنا پڑے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم علمائے کرام سے اور اہل الرائے سے، قلم کے شہسواروں اور وفادار اور مخلص طالبانِ دعا سے، کہ جو اس بات پر پشیمان رہتے ہیں کہ غاصب کفار اور ان کے مددگاروں کا مقابلہ کیسے کیا جائے' درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس معاملہ کی اہمیت کو امت پر واضح کریں۔ انہیں ضرور بالضرور مجاہدین، مخلص علمائے کرام اور اہلِ عزیمت سے اتحاد کی مثالیں تاریخ سے پیش کرنا چاہئیں۔

ہمیں ان سے درخواست کرنی چاہئے کہ وہ امت کو اس بات پر راضی کریں کہ ایسی عوامی رائے عامہ ہموار کی جائے جو اتحاد کی جانب بلاتی ہو اور فساد پر آمادہ اور صفوں میں انتشار پھیلانے والوں سے خبردار کرتی ہو۔ خصوصیت سے ان افراد سے خبردار کرتی ہو جو مسلمانوں کے مابین بے جا اور ناجائز خون بہانے پر ابھارتے ہوں۔

ہم تعمیر چاہتے ہیں تخریب نہیں، اتحاد چاہتے ہیں انتشار نہیں، اور پیچھے نہیں آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ امتِ مسلمہ کا اتحاد ہی دشمن کو سراسیمہ کرنے کو کافی ہے۔ اتحاد ہی فتح کا دروازہ ہے اور بحکمِ ربی خلافت علی منہاج النبوی کی مضبوط بنیاد!

وآخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔والصلوٰۃ والسلام علی محمدوعلی آلہ وصحبہ اجمعین

☆☆☆☆☆

"جو لوگ امریکہ اور اسرائیل میں فرق کرتے ہیں، یہ ہیں امت کے حقیقی دشمن، یہ ہیں خائن، اللہ، اس کے رسول اور ان کی امت سے خیانت کرنے والے، ان کی امانت میں خیانت کرنے والے، امت کو دھوکہ دینے والے"۔

محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ

فلسطین کو غداروں کے ہاتھوں میں نہیں جانے دیا جا سکتا

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

بسم اللہ والحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وآلہ وصحبہ ومن والاہ

دنیا بھر میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حماس کی قیادت نے وثیقۃ المبادئ والسیاسات العامۃ کے نام سے ایک نئی دستاویز جاری کی ہے۔ میں اس کی پوری تفصیل میں نہیں جانا چاہتا لیکن میں صرف یہ واضح کرنا چاہوں گا کہ اس قسم کے جھکاؤ سے کس طرح فلسطین کو شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ حماس کی قیادت اس دستاویز اور دیگر بیانات میں یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ ایک اسلامی تحریک ہے یا ان کا تعلق اسلام سے ہے۔ بد قسمتی سے ان کا یہ دعویٰ ان کے افعال و اعمال اور رویوں سے مطابقت نہیں رکھتا ایسا کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی تحریک اسلامی ہو اور وہ احکاماتِ اسلام سے باہر کہیں اور اپنے لیے حوالے ڈھونڈے؟ کیا شریعت کے بغیر بھی کوئی اسلام ہے؟ کیا شرعی احکامات صرف نظر انداز کرنے کے لیے نازل ہوئے ہیں؟ کیا اللہ رب العزت نے نہیں فرمایا کہ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء: ۶۵)

"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے"۔

کیا کوئی ایسی اسلامی تحریک ہو سکتی ہے کہ جو اسلام سے نسبت کا دعویٰ کرے اور پھر اس کا سیاسی دفتر کہے کہ چیچنیا 'روس کا داخلی معاملہ ہے؟ کیا حماس کی قیادت کوئی ایسا بیان تسلیم کر سکتی ہے کہ فلسطین 'اسرائیل کا داخلی معاملہ ہے؟ کیا کوئی ایسی اسلامی تحریک ہو سکتی ہے کہ جو اسلام سے نسبت کا دعویٰ کرے اور پھر اس تنظیم کے سیکولر چارٹر اور ڈھانچے کو تمام فلسطینیوں کا قومی چارٹر قرار دیا جائے۔ کیا فلسطین میں ہمارے مسلمان خاندان اور بھائی اس سیکولرزم کو اپنا چارٹر تسلیم کریں گے؟ حماس کی قیادت دعویٰ کرتی ہے کہ وہ صرف دریائے اردن سے ساحل سمندر تک کے علاقے کو فلسطین نہیں مانیں گے لیکن ان کا عمل اس کے متضاد ہے۔ کیا ایسی جماعت جو تمام فلسطین کی ترجمانی کی دعوے دار ہو وہ فلسطین کا سودا کرنے والے خائنین کو اپنا ترجمان بنا سکتی ہے؟ اور پھر ان کو جدوجہد میں اپنا بھائی قرار دے سکتی ہے؟ اس طرح کی ایک جماعت 'مکہ میں تمام عالمی معاہدوں کو تسلیم کرنے کے دستخط کیونکر کر سکتی ہے؟ اور کیسے محمود عباس کو فلسطین کے نام پر مذاکرات کرنے پر نامزد کر سکتی ہے؟ یا پھر قیدیوں کے دستاویز پر راضی ہو سکتی ہے؟

کیسے پورے فلسطین کے ساتھ اپنی نسبت جوڑنے والی کوئی تحریک محمود عباس کے اس اعلان پر اس کی نصرت وحمایت کر سکتی ہے جس میں وہ اقوام متحدہ سے اسرائیل کے پڑوس میں فلسطینی ریاست کی بات کرتا ہے جو اسرائیل کو تسلیم کرے اور اس کے ساتھ پر امن طریقے سے رہے؟ کیسے یہ تحریک عالمی قوانین کو تسلیم کر کے ان کی پاس داری کر سکتی ہے اور اس قانون کے مطابق ۱۹۶۷ء کی حدود کی بنیاد پر ایک فلسطینی ریاست کے مطالبہ کرتی ہے اور اس کے لیے درخواست دیتی ہے۔

کیا ہم یہ بھول گئے ہیں کہ عالمی قوانین کے مطابق اسرائیل اقوام متحدہ کا رکن اور ایک قانونی ریاست ہے؟ جس کے وجود اور جغرافیائی حدود کا احترام لازم ہے؟ جس ریاست کا حماس اور اس کی قیادت مطالبہ کر رہے ہیں وہ اسی قانون کے مطابق ہے جو اسرائیل کے مخالفت کرنے سے منع کرتا ہے اور جو فلسطین کو بیچ کھانے والے غداروں کے عالمی معاہدوں پر مشتمل ہے۔ یہ سب فلسطینی تحریک جہاد کو ضائع کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے! کیسے ممکن ہے کہ کوئی تحریک خود کو فلسطین جوڑے اور ساتھ ہی وہ خود اوسلو معاہدے کے مطابق چلتی ہو؟ حماس کی قیادت نے انتہائی متضاد پالیسی اپنا کر رکھی ہے۔ اپنے لوگوں میں، عربوں میں اور دیگر مسلمانوں کے میں یہ اعلان کر رکھا ہے کہ وہ اوسلو معاہدے کو مسترد کرتی ہے لیکن حقیقت میں انہوں اس مصیبت کو گلے لگا رکھا ہے۔

اسی بنیاد پر انہوں نے الیکشن میں حصہ لیا اور نہ صرف پارلیمنٹ، اسمبلی، حکومت، وزارتوں اور دیگر اداروں میں حصہ لیا بلکہ ایک قانونی صدر بھی منتخب کیا جس کو "فلسطین کا صدر" کہا گیا، جس نے اقوام متحدہ میں جا کر اسرائیل کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا۔ یہ ایک انتہائی متضاد پالیسی ہے جس نے ایک ہی وقت میں باطل کو مسترد بھی کیا ہے اور اگلے ہی لمحے اُسے گلے بھی لگایا ہوا ہے صرف اور صرف خیالی سیاسی مفادات کی خاطر۔ لیکن حماس کی جانب سے یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی مغرب خصوصاً اقوام متحدہ کی طرف سے اسے دہشت گرد تنظیم ہی سمجھا جاتا ہے۔

اس کی تازہ ترین مثال ٹرمپ کا بیان ہے جو اس نے مقبوضہ فلسطین کے حالیہ دورے کے دوران دیا کہ "حماس ایک دہشت گرد تنظیم ہے"۔ حماس کی قیادت پھر دعویٰ کرتی ہے کہ اس سب میں کوئی قباحت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تضاد ہے۔ تو کیسے کوئی شخص فلسطین کے ساتھ اخلاص اور غدار لیڈروں کو تسلیم کر کے فلسطین کو بیچنے میں فرق کر سکتا ہے؟ کیسے کوئی شخص ایک ایسے گروہ میں شمولیت اختیار کر سکتا ہے جو تقریباً پورے فلسطین سے دستبردار ہو چکا ہے اور اسرائیل کو تسلیم کر چکا ہے اور کیسے کوئی اس سب باوجود مذکورہ بالا گروہ کی فلسطین کے ساتھ وفاداری میں فرق کر سکتا ہے؟

اس بابت حماس کی قیادت دو متضاد پالیسیاں چلا رہی ہے۔ ایک پالیسی امت مسلمہ، مجاہدین اور فلسطین و دیگر خطوں میں موجود اہل دین وباعزم افراد کو دکھانے کے لیے ہے، جو اوسلو معاہدے کے خلاف ہیں جب کہ دوسری پالیسی غداروں، ملک وملت کے سوداگروں

اور مغرب کے لیے ہے جو ان کو بتاتی ہے کہ کیسے اوسلو معاہدے میں شامل ہونا ہے۔اس لیے حماس کی جانب سے نشر ہونی والی حالیہ دستاویز پر زیادہ حیرت نہیں ہونی چاہئے۔ اس دستاویز کا آرٹیکل ۲۱،اوسلو معاہدے اور اس کے بعد پید اہونے والی صورت حال کو مسترد کرتا ہے لیکن آرٹیکل ۳۱ یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ فلسطین کے عوام کی خدمت کے لیے فلسطینی حکومت کو ان کے سیکورٹی معاملات اور حقوق اور ملکی منصوبوں کی حفاظت کرنا ہے۔ حماس کی قیادت کا کہنا ہے کہ اوسلو معاہدے کو تسلیم کرنے سے ان کا کچھ نہیں بگڑ تا لیکن درحقیقت ان کا بہت کچھ بگڑ گیا ہے۔انہوں نے اوسلو معاہدے کے جرم کو قانونی سند بخشی ہے،بے وقوفوں کو دوست بنایا ہے اور مجرمین کو وزرا اور صدر بنالیا ہے۔دھوکہ دہی ایک مشن بن گیا ہے اور فلسطین کی فروخت کا سنگین معاملہ صرف اختلاف رائے کی حد تک رہ گیا ہے۔ان غداروں سے برأت کرنے کی بجائے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا' سیاست کی ضرورت قرار پایا ہے حالانکہ ان کی غداریوں کو وضح کرنا ضروری تھا تاکہ حقیقت کا صحیح ادراک ہوسکے۔انہوں نے فلسطین کے لوگوں، مجاہدین کی صفوں میں شکست خوردہ عناصر کے گھسنے کی راہ ہموار کردی ہے۔شہدا یعنی شیخ احمد یاسین رحمہ اللہ اور ڈاکٹر الرنتیسی رحمہ اللہ کے وقت جو کچھ حرام تھا وہ آج ''ذہنی بلوغت، قابلِ تعریف اور حقیقت پسندی'' قرار پایا ہے۔

میں دنیا بھر میں اور فلسطین میں اپنے بھائیوں کو شہید (نحسبہ کذالک) عبد العزیز الرنتیسی رحمہ اللہ کا موقف یاد دلانا چاہوں گا جنہوں نے اوسلو کے شکست خوردہ منصوبے کو مسترد کردیا تھا اور اس میں شرکت کرنے سے بھی انکار کردیا تھا۔انہوں نے ''کیا قابضین کے زیر اثر حکومت بنانا ہماری فتح ہے یا قابضین کی فتح'' کے عنوان سے ایک اہم مضمون لکھا۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ

> ''یہ واضح ہوگیا ہے کہ سب سے پہلی چیز جو ایک قابض اپنی طاقت ایک ملک پر پھیلا کر ملک کے وفادار طبقے کو ہٹا کر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ اپنی وفادار علاقائی انتظامیہ کا بندوبست کرے جو اُسے تمام معاملات کے جھنجھٹ سے آزادی دلا کر اس کے مفادات اور قبضہ کو برقرار رکھے۔ حقیقت میں یہ ان لوگوں کے عالمی و قومی مفادات سے بہت ہی متضاد ہوتا ہے جو قبضہ میں ڈوبے ہوتے ہیں۔اس بابت کم سے کم جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ یہی ہے کہ اس انتظامیہ کا پہلا مقصد قابض کو تسلیم کرنا اور عامۃ الناس کے سروں پر اس کا قبضہ برقرار رکھنے میں اس کی مدد کرنا ہے تاکہ امن وامان کی صورت حال قابو میں رہے، قابض مکمل اطمینان سے اپنا قبضہ برقرار رکھے اور اس انتظامیہ کو بھی قابض کی سرپرستی حاصل رہے۔اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ قابضین کے زیر سایہ بننے والی حکومت کو وہ تمام شرائط ماننا پڑتی ہیں جو قابض جرنیلوں کی ضرورت ہوتی ہیں اور یہ شرائط صرف اور صرف قابضوں کے ہی مفاد میں ہوتے ہیں۔ہم یہ سوچ کر ہرگز خود کو دھوکہ نہیں دے سکتے کہ قابض اپنی مفادات کی بجائے اپنے مدمقابل مظلوم اور کمزور دشمن کے مفادات کو ترجیح دے گا۔ قابضین کے سائے تلے بننے والی اس انتظامیہ نے فلسطین کے مسئلے کے حوالے سے آج تک کیا کچھ حاصل کیا ہے؟ اگر کوئی ایسا ہدف ہے جو حاصل کیا گیا ہے تو بتایا جائے کہ وہ کون سا سٹریٹجک ہدف ہے جو سر تسلیم خم کرکے حاصل کیا گیا ہے؟''

اس کے بعد شیخ الرنتیسی رحمہ اللہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ

> '' فلسطینی اب ایک خاص انتظامیہ کے ماتحت ہوچکے ہیں جو قابضین کے زیر سایہ بنی ہے۔ یہ قابضوں کا ایک ہدف ہے جو انہوں نے حاصل کرلیا ہے، یہ ہرگز کوئی قومی ہدف نہیں ہے اور نہ ہی اس کے مقاصد مخلصانہ ہیں''۔

ڈاکٹر الرنتیسی رحمہ اللہ کی شہادت کو بھی کئی سال بیت چکے ہیں اور اس دوران میں صورت حال بھی بدل گئی ہے،پیمانے ایک انتہا سے دوسرے انتہا کی جانب موڑے گئے۔حماس کی قیادت چاہتی تھی کہ کسی بھی طریقے سے اوسلو کے جرم کو جو مسترد کیا گیا تھا'اس کو ہٹا دیا جائے اور اس حد تک وہ پہنچ گئے کہ اسماعیل ہانیہ نے اوسلو گینگ کے کمانڈر محمود عباس کے سامنے حلف اٹھالیا۔پھر حماس کی قیادت نے عالمی قوانین کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا اور محمود عباس کو مکہ معاہدے میں اپنی طرف سے نامزد کردیا۔اس طرح حماس نے فلسطین کی پوری ریاست کی آزادی اور اسرائیل کو مسترد کرنے کے اپنے موقف سے بھی دست برداری اختیار کرلی۔انہوں نے ۱۹۶۷ء کی حد بندی کے مطابق اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرلیا اور اس کے خلاف کسی بھی قسم کے جہاد کو بھی منسوخ قرار دیا۔یہ فلسطین کو بیچنے والے غداروں کے ساتھ عالمی قوانین اور قومی معاہدوں کو ماننے کی بنیاد پر ہوا جو اسرائیل کے وجود کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں۔

اپنی بات ختم کرنے سے پہلے میں خالد مشعل کے ایک احساس کو اجاگر کرنا چاہوں گا جو شاید فلسطین کے مستقبل کے حوالے سے فکر مند حضرات کو متوجہ کرے۔جو اس نے محسوس کیا جب اس نے انتخابی نتائج کو تسلیم کیا۔یہ بیان شریعت کے بنیادی قوانین کے خلاف ہے اور مجھے جمی کارٹر کی اس بات کی بھی یاددہانی کرتا ہے جو اس نے ۲۰۰۸ء کو کہی تھی کہ ''حماس کی تحریک نے اس کو یقین دہانی کرائی ہے کہ اگر ان کے ساتھ امن معاہدہ ہوجائے اور فلسطینی بھی ریفرنڈم کے ذریعے اسے تسلیم کرلیں تو وہ اسرائیل کے حق کو تسلیم کرلیں گے''۔

فلسطین اور دیگر خطوں میں موجود میرے بھائیو!خطہ'فلسطین'حماس کی قیادت یا اوسلو کے معاہدے کا پابند ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ تو درحقیقت اسلام کا گھر ہے جس پر مشرکین نے قبضہ کیا ہوا ہے اور اس کو آزاد کروانا تمام مسلمانوں پر فرض ہے!چاہے یہ ایک ہزار ریفرنڈمز ہی اس کے خلاف کیوں نہ ہوجائیں اور پوری دنیا ہی اس کے خلاف کیوں نہ ہوجائے۔

فلسطین اور دنیا بھر کے میرے بھائیو! فلسطین ہر ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ پُر فریب طریقوں اور مسلمانوں کے حق کو اس طرح خلط ملط کر کے اس کو ہر گز آزاد نہیں کروایا جاسکتا اور نہ ہی اس کی حفاظت جاسکتی ہے۔ نہ ہی فلسطین کو بیچ کھانے والے سیکولر غداروں کو قانونی قرار دے کر یہ ہدف حاصل کیا جاسکتا ہے۔

آج امت مسلمہ مشرقی ترکستان سے لے کر بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک، قفقاز کی فلک بوس چوٹیوں سے لے کر وسط افریقہ تک ایک شدید وحشی طوفان کا سامنا کر رہی ہے۔ اس صلیبی، چینی، صفوی طوفان کا مقابلہ صرف اور صرف امت کے اتحاد اور کتاب وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھام کر کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (محمد: ۷)

"اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا"۔

اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں:

وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم (محمد: ۳۸)

"اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے"۔

اسی راستے پر چلنے کی توفیق کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے مجاہدین بھائیوں کو کامیابی عطا فرمائی اور انہوں نے اللہ کے فضل و کرم سے امریکہ پر کاری ضربیں لگائیں، جن میں سے سب سے بڑی ضرب اس کو اس کی اپنی سرزمین پر لگی۔ مجدد امام اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے اعلان کیا کہ امریکی اس وقت تک امن کا خواب بھی نہ دیکھ سکیں گے جب تک کہ ہم اس کو فلسطین اور اسلامی سرزمینوں پر نہ دیکھیں۔ اس نصرت کی تائید میں ڈاکٹر الرنتیسی رحمہ اللہ نے نے اپنے ایک مضمون "ہم کیوں نہ امریکہ کا محاصرہ کریں!" میں لکھا:

"انصاف کے ساتھ انہوں نے ہمیں سکھایا کہ ہمیں اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی وہی کرنا چاہئے جو وہ ہمارے ساتھ کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی تمہارے خلاف جارحیت کرے تو تم بھی اس کے خلاف جارحیت کرو"۔

پھر انہوں نے اس مجوزہ محاصرے کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا، جیسے معاشی محاصرہ، دہشت ورعب کے بل بوتے پر محاصرہ، ابلاغی اور سیاحتی محاصرہ وغیرہ۔ انہوں نے دہشت ورعب کے محاصرے کے بارے میں کہا کہ

"آج امریکہ نے فلسطین، عراق، افغانستان، فلپائن، چیچنیا، کشمیر اور دیگر علاقوں میں ہمارے امن کو ختم کیا، امریکہ یا بلاواسطہ خود ہم پر حملہ آور ہوا یا پھر ہمارے دشمنوں کی مدد کی تاکہ وہ اس کی پشت پناہی میں ہم پر حملہ آور ہوں۔ اس کے جواب میں ہمیں بھی امریکہ کا دہشت کے ساتھ محاصرہ کرنا ہوگا۔ ہم ہرگز ان لوگوں کو نہیں چھوڑیں گے جنہوں نے ہمارے امن وامان کا خاتمہ کیا اور خود چین سے رہنے لگے۔ جب بھی امریکی کسی اسلامی سرزمین پر اترتے ہیں تو ان کا پہلا مقصد ہر طرح کی جارحیت کا ارتکاب کرنا ہوتا ہے۔ یہ ان کے امریکی آقاؤں کے شیطانی ذہن کے بنائے ہوئے مہلک ہتھیار ہیں جو وہ ہم پر تجربہ کرتے رہتے ہیں تاکہ ہمیں تباہ کریں۔ یہ امریکی ہیں جو ظالم حکومتوں کو مسلمان نوجوانوں کے خلاف متحرک کرتے اور ابھارتے ہیں، ان کو قتل کراتے ہیں، مسلمانوں سے جنگ کراتے ہیں اور مسلمانوں کے دولت ووسائل پر قبضہ کراتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو ذلیل کردیا، یہاں تک کہ ٹیلی ویژن مناظر میں بھی دکھیا جاتا ہے کہ جو کچھ نازی صیہونی قید خانوں میں ہوتا تھا وہی کچھ اب گوانتاناموبے میں اور عراق میں بھی ہو رہا ہے۔ ہم مسلمانوں کے خلاف پوری امریکی جارحیت کا احاطہ نہیں کرسکتے، لیکن یہ کہہ سکتے ہیں کہ امریکی جارحیت نے ہر ایک مسلمان کو دہشت گرد بنادیا ہے اور دنیا بھر میں مطلوب بنادیا ہے۔ کیوں نہ ہم بھی ان کو اس طرح سے نقصان نہ پہنچائیں جس طرح وہ ہمیں پہنچاتے ہیں؟ کیوں نہ ہم بھی ان کو اس طرح سے خوف زدہ نہ کریں جس طرح سے وہ ہمیں خوف زدہ کرتے ہیں؟ ہم ایسا کرسکتے ہیں! لیکن اُن کے نزدیک ہمیں اپنے جسموں کو بم بنانے اور عظیم تباہی پھیلانے والے ہتھیار بنانے کا کوئی حق نہیں جیسا کہ وہ بنا کر ہمارے بچوں کا قتل عام کرتے ہیں؟ جب تک کہ یہ قاتل محسوس نہ کریں کہ ان کا امن سے رہنا ہمارے ممالک اور عوام کے امن وچین سے ہی منسلک اور مشروط ہے تب تک ہم کبھی بھی امن میں نہیں رہ سکتے"۔

فلسطین میں موجود میرے مسلمان بھائیو! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کو جو لوگ آپ کو عالمی قوانین کو تسلیم کر کے فلسطینی ریاست کے قیام کی طرف بلاتے ہیں ان کو غور سے سنیں کہ یہ اسرائیل کا دفاع کرتے ہیں، جس کی بنیاد فلسطین کو بیچنے والے غداروں سے قومی معاہدے اور عالمی قوانین ہیں۔

فلسطین اور دنیا بھر میں موجود میرے مسلمان بھائیو! ہمیں اپنے اور فلسطین کو بیچنے والے غداروں کے درمیان فاصلہ قائم کرنا ہوگا، ہمیں ان کی قانونی حیثیت ہر گز تسلیم نہیں کرنا! محمود عباس ایک غدار ہے، فلسطین کو بیچنے والا اسرائیلی انٹیلی جنس کا جاسوس ہے! چاہے حماس کی قیادت اس کو بھائی یا صدر کہے!!!

لہٰذا جان لیجیے کہ میں نے یہ پیغام پہنچادیا اور اللہ میرا گواہ ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم. والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

مشرقی افریقہ' دنیائے اسلام کا جنوبی مورچہ ہے

شیخ ڈاکٹر ایمن الظواہری حفظہ اللہ

اپنی پہلی نشست میں مشرقی افریقہ کے مسلمانوں کی مختصر تاریخ میں نے آپ کو بتائی تھی۔ میں نے اپنی بات برطانیہ کی طرف سے مصر کی افواج کو مشرقی افریقہ میں اپنے اڈے خالی کرنے کے احکامات دینے پر ختم کی تھی۔ میں اپنی بات وہیں سے شروع کروں گا۔

کمزور سلطنتِ عثمانیہ کی آخری نمائندہ فوج کی حیثیت سے جب مصری افواج کا مشرقی افریقہ سے انخلاء ہوا تو یورپی ممالک نے بادشاہِ حبشہ منلیک ثانی کے ہاتھوں (ایتھوپیا) کے مسلم علاقوں پر حملہ شروع کر دیا اور مسلمانوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا۔ ھرر اور اوگادین صوبہ پر قبضہ کیا گیا، صومالیہ کو اٹلی، فرانس اور برطانیہ میں تقسیم کر دیا گیا، برطانیہ نے زنجبار اور کینیا پر قبضہ کیا اور تنجانیکا پر جرمنی نے قبضہ جمایا۔ مشرقی افریقہ کے مسلم علاقوں پر قبضے کے ساتھ ایک بڑے پیمانے پر عیسائی تحریک بھی شروع کر دی گئی۔ اسی اثنا میں صومالی لوگوں نے انقلابی تحریک شروع کی۔ اس جہاد کے عَلَم بردار محمد بن عبد اللہ بن حسن تھا جنہیں صحرا کا شیر کہا جانے لگا۔ وہ نصرانی سامراجیت کے سامنے مزاحمتی دیوار بن کر کھڑا ہوئے اور ان کی تحریک بیس سال تک چلی جو آج بھی (جہادی تحریکوں کے لیے) ضرب المثل ہے۔

منلیک ثانی کے گزرنے کے بعد اس کے پوتے لیج ایاسو' جس نے بعد میں اسلام قبول کیا' نے محمد بن عبد اللہ بن حسن سے روابط قائم کیے، مغربی افواج کے خلاف مسلمانوں کے اتحاد پر زور دیا اور سلطنتِ عثمانیہ سے تعلقات مضبوط بنانے کا عزم کیا۔ اس بات پر عیسائی پادریوں نے اس کو حبشہ کے تخت سے بے دخل کرنے کا فیصلہ کیا اور عیسائی عوام کو اور مغربی ممالک برطانیہ، فرانس اور اٹلی پر مشتمل اتحاد کو اس کے خلاف بھڑکا دیا۔ چرچ نے منلیک کی بیٹی زودیتو کو حکمران مقرر کیا اور اس کے چچازاد راس تافاری کو جانشین بنایا۔ راس تافاری نے آگے چل کر لیج ایاسو کو قتل کیا اور اقتدار حاصل کر لیا۔

ایتھوپیا کا بادشاہ ہیلا سلاسی اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اس نے ھرر، اوگادین، حبش اور اریٹیریا میں مسلمانوں کا قتل عام کروایا۔ اس کی اسلام دشمنی اس کی تقاریر میں بھی واضح ہوتی تھی۔

جنگِ عظیم دوم کے اختتام پر صومالیہ کی تقسیم ہو چکی تھی۔ فرانس نے جبوتی پر قبضہ کیا اور اریٹیریا بھی بین الاقوامی قبضے کا شکار ہوتا رہا۔

جہاں تک سوڈان کا تعلق ہے تو وہاں محمد بن احمد بن عبد اللہ' جس نے بعد میں 'مہدی' ہونے کا دعویٰ کیا' کی المہدی تحریک قدم جما لیے تھے۔ اس نے برطانیہ سے جنگیں لڑیں اور ۲۵ جنوری سنہ ۱۸۸۵ء کو خرطوم میں داخل ہونے کے قابل ہوئے اور وہاں برطانوی حکمران چارلس گورڈن کو مار دیا۔

۱۳۱۴ھ بمطابق ۱۸۸۹ء میں برطانیہ نے سوڈان کو دوبارہ فتح کرنے کے لیے لارڈ کچنر کی قیادت میں برطانوی اور مصری افواج پر مشتمل لشکر بھیجا۔ برطانوی افواج اور المہدی تحریک کے مابین متعدد جنگیں ہوئیں۔ جس میں المہدی تحریک کے جانثاروں نے اپنے سے زیادہ بہتر جنگی ساز و سامان اور ہتھیاروں سے لیس فوج کے مقابلے میں بڑی ہمت اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔

۱۳۱۶ھ بمطابق ۲ ستمبر ۱۸۹۸ء کو ام درمان کے مقام پر فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ جس میں محمد بن احمد بن عبد اللہ کا جانشین عبد اللہ التعاشی المہدی تحریک کی قیادت کر رہا تھا اور اس کی فوج پچاس ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ جب کہ برطانیہ اور مصر کی مشترکہ فوج کی تعداد ۲۵۰۰۰ تھی جو توپوں، جدید رائفلوں، جنگی حفاظتی دستے اور بھاری جنگی سامان سے لیس تھی۔ عبد اللہ التعاشی کی فوج کو شکست ہوئی جو تلواروں، خنجروں اور پرانی رائفلوں سے یہ جنگ لڑ رہی تھی۔ المہدی تحریک کے ۱۱۰۰۰ فوجی مارے گئے، ۱۶۰۰۰ زخمی ہوئی اور ۴۰۰۰ قیدی بنے۔ انتہائی بہادری دکھانے کے باوجود برطانوی-مصری افواج میں سے صرف ۴۸ قتل اور ۲۳۸ زخمی ہوئے۔

ام درمان میں لڑی جانے والی "کرری کی جنگ" میں جو کچھ ہوا وہ بھی آج تک جاری ہے۔ عراق کے گھیراؤ میں امریکیوں کی مدد کس نے کی؟ کس نے عراق پر حملہ کرنے میں مدد کی؟ کس نے افغانستان پر چڑھائی کرنے میں ان کی مدد کی؟ کس نے غزہ کا محاصرہ کر رکھا ہے؟ کون ہے جو مجاہدین کا شکار کرتا ہے، ان کو گرفتار کرتا ہے، تشدد کرتا ہے اور امریکہ کے لیے ان کو مارتا ہے؟ کیا اس سب کے پیچھے مصر، سعودی عرب، الجیریا، مالی، عراق، اردن، یمن اور پاکستان کی بدعنوان، فاسق و فاجر حکومتیں نہیں ہیں؟ کیا ان حکومتوں نے "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے نام پر امریکہ اور مغرب کو اسلام کے خلاف ان کی نئی صلیبی جنگ میں ہر قسم کی مدد اور تعاون فراہم نہیں کیا؟

صرف چہرے اور نام بدلے ہیں، باقی حقائق، المیے اور غداریاں نہیں بدلی ہیں۔ برطانوی کچنر تو چلا گیا البتہ ہماری اپنی صفوں میں "دیسی کچنر" پیدا ہوتے رہے۔ دوسری بات یہ کہ جو کچھ کرری کی جنگ میں ہوا وہ مسلسل دہرایا جاتا رہا ہے اور پچھلی دو صدیوں سے مسلم دنیا کی طرف سے دہرایا جا رہا ہے۔ پوری مسلم دنیا میں غاصب صلیبی طاقتوں کو زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن ہتھیاروں کی برتری صلیبی حملہ آوروں کے حق میں ایک فیصلہ کن عنصر تھا۔ کیوں ہم لڑائی کے فن اور اس کے علم میں پیچھے ہیں؟ کیوں وہ صلیبی ہم سے آگے نکل گئے؟

ہم اس میں بہت سی وجوہات کی بنا پر پیچھے رہ گئے۔ جن میں ہماری کمزوری اور سیاسی بدعنوانی شامل ہے۔ ان وجوہات نے ہماری اندرونی لڑائیوں کو ہوا دی، ہماری طاقت کو

بکھیر کر رکھ دیا اور ہماری معیشت کو تباہ کر دیا۔ اسی سیاسی بدعنوانی کی وجہ سے ہی مغرب کا ہم پر، ہماری دولت پر اور ہمارے وسائل پر کنٹرول ہو گیا اور ہم کو ہمارے وسائل سے فائدہ اٹھانے اور ترقی کرنے سے محروم کیے رکھا۔

میرے مجاہدین اور مسلمان بھائیوں! میں آپ کو امت مسلمہ کی فتوحات اور جہاد کی مختصر داستان بتاتا ہوں تاکہ ہم یہ جان سکیں کہ کیسے اور کیوں ہم اس دگرگوں حالات اور شکست میں مبتلا ہوئے ہیں۔ مسلم امت کا جہاد اور اپنے دشمن سے جنگ کا معاملہ مختلف مراحل سے گزرا ہے۔

پہلا مرحلہ : یہ مرحلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور کی فتوحات کا ہے۔

دوسرا مرحلہ : یہ اموی خاندان کی فتوحات کا مرحلہ ہے۔ جس میں اندلس اور مشرق کے ممالک فتح کیے گئے۔

تیسرا مرحلہ : یہ عباسیہ حکومت کا پہلا نصف ہے جہاں فتوحات گھٹتی گئیں، دراڑیں پڑنا شروع ہوئیں اور اندلس الگ ہو گیا۔

چوتھا مرحلہ : یہ عباسیہ سلطنت کا دوسرا نصف ہے جہاں ٹوٹ پھوٹ بڑھتی چلی گئی۔ سلجوق اور فاطمی سلطنتیں عباسی خلیفوں پر غالب آنا شروع ہو گئیں۔ مسلمانوں کے خلاف صلیبی تحریک اور تاتاری حملے ہونے لگے لیکن مسلمان ان میں سے بیش تر کے مقابل رد عمل دینے میں کامیاب رہے۔

پانچواں مرحلہ : یہ مرحلہ شاندار عباسیہ حکومت کے اختتام کا مرحلہ تھا اور سلطنتِ عثمانیہ کی شروعات ہوئی ۔جب اندلس صلیبیوں کے ہاتھوں میں چلا گیا اور مسلمانوں نے قسطنطنیہ اور مشرقی یورپ کے کچھ حصے فتح کیے۔ البتہ مسلمانوں نے عراق کے مشرقی ممالک کھو دیے اور صفوی مسلمانوں کی کمر میں خنجر کی مانند ابھرے۔

چھٹا مرحلہ : یہ مرحلہ صلیبیوں اور کمیونسٹوں کی جانب سے امت مسلمہ پر حملوں کا مرحلہ تھا جو سلطنتِ عثمانیہ کے زوال کے ساتھ ختم ہوا۔ ایک عظیم سلطنت جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور ذرے بن کر کفار کے ہاتھوں میں آ گئی۔

ساتواں مرحلہ : یہ مرحلہ مسلم امت پر تھوپے گئے بادشاہوں اور حکمرانوں کا ہے اور کٹھ پتلی قومی ریاستوں کے قیام کا ہے۔

جو کوئی بھی ان مراحل کا جائزہ لے گا تو وہ کمزوری، بدعنوانی اور مسلم سرزمین پر کفار کے قبضے کو دیکھے گا جو مسلم امت میں سیاسی بدعنوانی کی وجہ سے ہے۔ جو بھی بدکردار، فاسق و فاجر شخص زبردستی اقتدار پر قبضہ کر بیٹھا تو اُس نے شورائیت کو نظر انداز کر دیا اور نااہل افراد کو اہم امور کے معاملات سونپ دیے۔ اور پھر وہ یہ حکومت اپنی نالائق اولاد کو ورثہ میں دے گیا۔ لہٰذا کرپشن کا چکر چلتا رہا جس کا نتیجہ دولت کی لوٹ مار اور اقتدار کی حوس کی صورت میں نکلتا رہا۔ اس کا براہ راست اثر یہ ہوا کہ جہاد سے دوری پیدا ہوئی اور فتوحات میں مسلسل کمی آتی رہی۔

جہاد سے فرار کی وجہ سے امت (بے جا) مسائل میں الجھ گئی، مظاہرِ فطرت کے علوم سے دور ہو گئی، تفریحات میں غرق ہو گئی، گمراہ کن تصوف (صوفی ازم) وجود میں آ گیا جو گمراہیوں، توہمات اور بدعات سے پُر تھا۔ یہی سب کچھ صلیبیوں نے جہادیوں کے خلاف لڑنے میں استعمال کیا اور یہی کچھ چیچنیا اور مشرقی افریقہ میں ہو رہا ہے۔

ان وجوہات کی وجہ سے مسلم فتوحات رک گئیں اور دشمن نے مسلمانوں کو شکست دینے کا آغاز کیا۔ پھر عثمانیوں کا ظہور ہوا' اللہ پاک ان کے درجات بلند کرے' انہوں نے قسطنطنیہ فتح کیا اور مسلم سرزمین کے بڑے حصے کو متحد کیا۔ انہوں نے مسلم سرزمین کے خلاف صلیبی فتوحات کو پانچ صدیوں تک روکے رکھا۔ تاہم ان کی سلطنت کا زوال طے تھا کیونکہ ناانصافی اور بدعنوانی پھیل چکی تھی۔ نتیجتاً یورپی قوانین درآمد ہوئے اور وطنیت اور لادینیت نے سر اٹھایا۔ سلطنتِ عثمانیہ کے زوال سے جدید صلیبی تحریک کا آغاز ہوا۔

میرا مقصد سیاسی بدعنوانی کے خطرات بتلانا ہے جو حکومت کی اجارہ داری سے شروع ہوئے۔ یہ سب کچھ اچانک ہی نہیں ہوا کہ ایک رات ہم سو کر اٹھے تو خلافت کی جگہ مرتد حکمران مسلط ہو چکے تھے۔ بلکہ سیاسی بدعنوانی کی یہ فصل صدیوں سے پکتی چلی آ رہی تھی، جو آگے چل کر کئی اور شاخوں میں تقسیم ہو گئی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے کہا کہ ہم اس سیدھے راستے پر ہمیشہ ثابت قدم نہیں رہ سکتے جو اللہ تعالیٰ نے دورِ جاہلیت کے بعد ہم کو دکھایا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تم ضرور ثابت قدم رہو گے جب تک تمہارے امام سیدھے ہیں۔ یہ سیاسی بدعنوانی اور امت مسلمہ کے زوال کے براہ راست تعلق کی ایک بہترین مثال ہے۔

وسطی افریقی ملک چاڈ میں ۱۲۹۷ھ بمطابق ۱۸۷۹ء میں ایک جہادی تحریک شروع ہوئی۔ اس کے رہنما امیر رابح اور ان کے فرزند فضل اللہ تھے۔ انہوں نے ایک اسلامی امارت قائم کی تھی جس کا دارالحکومت دیکوا تھا۔ متعدد لڑائیوں کے بعد فرانسیسی کمانڈر لامی مارا گیا اور امیر ربیح اور فضل اللہ رحمہما اللہ شہید ہو گئے۔ ۱۳۲۷ھ بمطابق ۱۹۰۹ء کو فرانسیسی' امارت کے دارالحکومت پر حملہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اسلامی مزاحمت کو شکست دینے کے بعد فرانسیسیوں نے چار سو علما کو ایک جگہ پر جمع کیا اور ان کو ذبح کرتے گئے۔ یہ واقعہ ''کبکب کے قتل عام'' سے جانا جاتا ہے جو ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۸ء کو پیش آیا۔ قصیری شہر، جس کے دروازے پر لامی مارا گیا تھا، اس کو فورٹ لامی کا نام دیا گیا جو بعد نجامینا کہلایا اور چاڈ کا دارالحکومت ہے۔



من لی بھذا الخبیث

وقت کے کعب بن اشرف اپنی گز گز لمبی زبانیں نکال کر چوک چوراہوں میں آبیٹھے ہیں، اور مذاق اڑاتے ہیں........ واللہ! یہ لکھتے ہوئے ہاتھ کانپ کانپ جاتے ہیں! رات کے تاریک سناٹوں کی پیداوار، دھرتی کے بدترین لوگ اپنی نجس زبانوں سے اس ہستی کا مذاق اُڑا رہے ہیں جو منبع کائنات ہیں۔ سوچ کر ہی روح کانپ اٹھتی ہے، دل دہل جاتے ہیں اور کلیجے منہ کو آتے ہیں، وہ مقدس ومطہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، وہ معطر ومنور مسیحا جس نے اپنے پاکیزہ وجود سے کائنات کو روشنی بخشی، سیاہ اندھیروں سے نکلے کچھ دریدہ دہن ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ اقدس پر اپنی زبان وقلم سے حملہ آور ہیں۔

دوستو! ٹیکنالوجی کا دور ہے، دنیا گلوبل جنگل بن چکی ہے اور جنگل کے کسی ایک کونے پر برپا کسی خنزیر کی بے حیائی کو پورا جنگل دیکھتا ہے اور جو جنگل کے شیر تھے، جو طوفانوں سے لڑنے والے تھے، کعب بن اشرف جیسی رذیل مخلوق سے نبٹنے والے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے روحانی جانشین... شیر کی بجائے برائلر مرغیوں کا کردار ادا کر رہے ہیں! آج پھر کئی کعب بن اشرف اور مسیلمہ کذاب اپنا پھن پھیلائے ڈنگ پر ڈنگ مار رہے ہیں۔ ذرا چشمِ تصور سے دیکھیے تو سہی کیسے گنبدِ خضریٰ سے "من لی بھذا الخبیث" کی صدا آرہی ہے اور ہم میں سے کوئی بھی رجل رشید اپنی مسلمانیت ثابت کرنے سے یوں بے نیاز بیٹھا ہے گویا کچھ ہوا ہی نہیں...

روزانہ رات کو مزے کی نیند بھی آتی ہے اور دن کو خوب بھوک بھی لگتی ہے، قہقہے بھی بکھرتے ہیں اور "روٹین لائف" نامی چکّی کا گھن چکر مکمل انہماک سے چل رہا ہے۔ عقلیت وفلسفے کی گمراہیوں میں نظریہ ہی کہیں کھو سا گیا ہے، اور جہاں کچھ فکر و نظر موجود ہے وہاں ڈائریکشن ہی کوئی نہیں۔ بے سمت خلا میں دوڑے جا رہے ہیں، اس بات کا ادراک تک نہیں کہ یہ دوڑ اپنے مرکز کی جانب ہے یا دور! اور دوسری صورت میں تو یکسر خسارے ہی کا سودا ہے۔

یہ وقت ہے جاگنے کا، اپنے بھائیوں کو جگانے کا، فکر مند ہونے کا، دنیا کے سب سے بڑے مسئلے کی حساسیت برقرار رکھنے کا، خبیب وبلال رضی اللہ عنہما کی سنت زندہ کرنے کا، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم کی پیروی کا!!! کیا فرمایا تھا امام مالک رحمہ اللہ نے کہ اس امت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں جس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی جائے۔ زندہ رہنے کا حق واپس لینا ہے تو طریقہ ایک ہی ہے! وہی طریقہ جس کو اپنانے والوں کو ناطق وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر نے خوش خبریاں سنائی کہ

اَفْلَحَتِ الْوُجُوْہ

تازہ میرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بولہب!!!

وَرَفعنَا لکَ ذِکُرَکَ

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ
تیری خوشبو میری چادر
تیرے تیور میرے زیور
تیرا شیوہ میرا مسلک
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ

تیری مِدحت میری بولی
تُو خزانہ میں ہوں جھولی
تیرا سایہ میری کایا
تیرا جھونکا میری ڈولی
تیرا رستہ میرا ہادی
تیری یادیں میری وادی
تیرے ذرّے میرے دیپک
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ

تیرے دم سے دلِ بینا
کبھی فاراں کبھی سینا
نہ ہو کیوں پھر تیری خاطر
میرا مرنا میرا جینا
یہ زمیں بھی ہو فلک جیسی
نظر آئے جو جھلک سی
تیرے دَر سے میری جاں تک
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ

میں ہوں قطرہ تُو سمندر
میری دُنیا تیرے اندر
سگِ داتا میرا ناتا
نہ ولی ہوں نہ قلندر
تیرے قدموں میں پڑے ہیں
میرے جیسے تو بڑے ہیں
کوئی تُجھ سا نہیں بے شک
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ

میں ادھورا تُو مکمل
میں شکِستہ تُو مُسلسل
میں سُخن ور تُو پیمبر
میرا مکتب تیرا اِک پل
تیری جُنبش میرا خاماں
تیرا نقطہ میرا اناماں
کیا تُو نے مجھے زِیرک
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ

میری سوچیں ہوں سوالی
میرا لہجہ ہو بِلالی رضہ
شبِ تیراں کرے خیرہ
میرے دن بھی ہوں مثالی
تیرا مظہر ہو میرا فن
رہے اُجلا میرا دامن
نہ ہو مجھ میں کوئی کالک
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکُرَکَ

مظفر وارثیؒ

اس طرح مشرقی افریقہ 'مغربی صلیبی طاقتوں کے کنٹرول میں آگیا سوائے ایتھوپیا کے، جس پر بعد میں اٹلی نے ۱۹۳۵ء میں حملہ کیا تھا۔ ایتھوپیا نے دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر اتحادیوں کی مدد سے اٹلی سے آزادی حاصل کی۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں مغربی اقوام نے اپنی کالونیوں کو علامتی آزادی دینی شروع کر دی اور انہی کی طرف سے حکومتیں بٹھائی گئیں۔ جس طرح کینیا میں ۱۹۶۳ء میں ہوا۔ ان حکومتوں نے مسلمانوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا، صومالی علاقوں پر حملہ کیا اور ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ مشرقی افریقہ کا خطہ سیاسی اتھل پتھل کا شکار رہا جس کی وجہ سے مسلمانوں پہ ظلم ہوا اور ان پر سیکولر قوانین تھوپے گئے۔ یہی کچھ کینیا، ایتھوپیا، صومالیہ، تنزانیہ اور وسطی افریقہ میں ہوا۔

۱۹۹۰ء کی دہائی کی شروعات سے اس خطے میں مذہبی اور جہادی تحریکیں ابھرنے لگیں۔ اسی اثناء میں شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے مجاہدین بھائیوں کے ساتھ سوڈان کا رخ کیا اور پھر ان کی توجہ مشرقی افریقہ کی جانب ہوئی جہاں وہ شیخ حسن حرسی رحمہ اللہ سے ملے اور شیخ ابی عبیدہ پنجشیری رحمہ اللہ، شیخ ابی حفص القائد رحمہ اللہ سمیت کئی مجاہدین کی تشکیلات کینیا اور صومالیہ میں کیں۔ جب امریکہ نے صومالیہ پر حملہ کیا تو شیخ اسامہ رحمہ اللہ نے اپنے صومالی مجاہدین بھائیوں کا ساتھ دیا اور امریکہ کے خلاف جہاد میں شرکت کی۔ پھر وہاں شرعی عدالتوں کا قیام ہوا۔ تاہم اس سے قبل جہادی تنظیم الشباب کی بنیاد ڈالی جاچکی تھی، جو کہ مغربی صلیبی طاقتوں اور کٹھ پتلی حکومتوں کے خلاف مزاحمت کرتی چلی آ رہی تھی۔ اس تنظیم نے بعد میں جماعۃ قاعدۃ الجہاد میں شمولیت کر کے اس کے ماتحت جہاد کرنے کا عزم کیا۔

اس طرح مشرقی افریقہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جہاد کا از سر نو احیا ہوا۔ یہ احیا ایک دہائی سے جاری جہادی تحریک سے ہوا جو توحید کی دعوت دیتی ہے اور اسی کے گرد مسلمانوں کو جمع کرتی ہے۔ جس نے ہند کے ساحل سے لے کر اوقیانوس کے کناروں تک مجاہدین کو ملایا۔ جو مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں اور یلغاروں کے سامنے چٹان بن کر کھڑی ہوئی ہے۔

لہٰذا مشرقی و وسطی افریقہ میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!

آؤ! اس دنیا میں عزت کی زندگی جئیں اور آخرت میں بھی انعام کمائیں۔ آؤ جہاد کی طرف اور ظلم و جبر اور بدعنوانی و ناانصافی سے نجات حاصل کر لو۔ جہاد کا عَلَم تمہارے براعظم میں بہ سمتِ مشرق بلند ہو چکا ہے! آؤ! صومالیہ میں اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ مل جاؤ اور امت کے مشترکہ دشمن کے خلاف ان کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ آؤ مل کر مشرقی افریقہ کو صلیبیوں کے جرائم سے آزاد کرائیں، شریعت کا نفاذ کریں اور انصاف اور امن قائم کریں۔ آؤ کہ ہم مشرقی افریقہ میں اسلام اور جہاد کی ایک مضبوط بنیاد ڈالیں۔ تاکہ ہم امت مسلمہ کی نصرت کر سکیں اور اس پر ظلم و تشدد کرنے والوں اور ہمارے مقدس مقامات پر حملہ کرنے والوں کو سزا دے سکیں۔ آیئے کہ ہم کاشغر سے لے کر ٹمبکٹو تک اور گروزنی سے لے کر مقدیشو تک اپنے مجاہدین بھائیوں کے لیے قلعے کی مانند ایک مضبوط صف بنائیں۔

مشرقی افریقہ کے میرے مجاہد بھائیو!

آپ کو اس عظیم ذمہ داری کی عظمت کا احساس کرنا ہو گا جو آپ نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھی ہے۔ آپ کوئی خانگی یا گھریلو لڑائی نہیں لڑ رہے بلکہ آپ کا سامنا جدید صلیبی مہم اور اس کے ساتھی اسرائیل سے ہے۔ یہ دونوں مل کر مشرقی افریقہ پر اپنا کنٹرول جمانا چاہتے ہیں، وادیٔ نیل اور اس کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور مشرقی افریقہ اور دنیا بھر میں جاری جہادی تحریک کو کچلنا چاہتے ہیں۔ آپ کے جہاد کی تجدید نو اسرائیل کے لیے، مشرقی اور وسطی افریقہ میں امریکی، صہیونی اور فرانسیسی مفادات کے لیے اور ایتھوپیا میں عیسائیت کے وجود کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔

میرے مجاہد اور مسلمان بھائیو!

اگر ہم علیحدہ علیحدہ اور منتشر رہیں گے تو یہ جنگ پوری طور پر نہیں لڑی جا سکتی۔ لہٰذا احد سے تجاوز نہ کرو اور وعدہ خلافی نہ کرو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (النحل:۹۱)

"اور جب اللہ سے عہد کر لو تو اس کو پورا کرو اور جب قسمیں کھاؤ تو مت توڑو کہ تم اللہ کو اپنا ضامن مقرر کر چکے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے"۔

میں اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں دعا کرتا ہوں جو اپنے وعدے اور عہد و پیماں بھرپور انداز میں پورے کرتے ہیں۔ میرے مجاہدین اور مسلمان بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی کی نوید سنا دی ہے اور وہی بہترین خبر دینے والا ہے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلۃ:۲۱)

"اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوں گے۔ بے شک اللہ قوت والا اور زبردست ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ نبوی منہج پر خلافت کا قیام ہو گا۔ (مسند احمد)

تو پھر آئیں متحد ہو جائیں، اپنے اختلافات ایک طرف رکھ کر سب مل اپنے دشمن سے مقابلہ کریں۔ میں اپنی بات اسی نکتہ پر ختم کرتا ہوں۔

وآخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین وصلی علی رسولہ الکریم و آلہ و صحبہ اجمعین۔

تم بھی قدسیوں کے اس قافلہ میں شامل ہو جاؤ!

محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ

محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ نے شعبان ۱۴۲۸ ہجری کو گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں میں شامل انیس جانبازوں میں سے ایک نوجوان ابو مصعب ولید الشہری شہید رحمہ اللہ کی وصیت کے اجرا کے موقع پر بطور تقدیم' مندرجہ ذیل تحریر لکھی۔[ادارہ]

یقیناً تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں، اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، اور اسی سے استغفار کرتے ہیں، ہم اپنے نفس کے شرور سے اور اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کر دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جسے اللہ ہی گمراہ کر دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ امابعد!

میری اس وقت کی گفتگو گیارہ ستمبر کے انیس جانبازوں میں سے ایک جانباز نوجوان کی وصیت سے متعلق ہے جو حد درجہ خطرات میں جا کودا۔ ایسا نادرِ روزگار نوجوان جس کی مثال انسانوں میں کم ہی ملتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے)۔

بطورِ تمہید میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگرچہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا، اور قرونِ اولیٰ کو گزرے ہوئے بھی عرصہ دراز بیت گیا، تاہم آج بھی انسانیت ایسے عظیم اور نادر لوگوں کا مشاہدہ کرتی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہدِ زریں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

بے شک ابو مصعب الشہری ایک ایسے ہی کردار کا زندہ نمونہ تھے۔ وہ اپنی ذات سے ہٹ کر سوچنے کے عادی تھے۔ ان کی سوچ کا محور نصرتِ دین اور رضائے الٰہی کا حصول اور ان کی مساعی کا ہدف امت کا دفاع اور صراط مستقیم کی جانب اس کی رہنمائی تھا۔ تاکہ دنیا وآخرت کی کامیابی ان کا مقدر بن سکے۔

ابو مصعب الشہری ان عظیم لوگوں میں سے ایک تھے جن پر قرآنی آیات اس طور سے اثرانداز ہوتی ہیں جس طرح قرون اولیٰ کے لوگوں پر ہوا کرتی تھیں۔ ان آیات نے انہیں علائقِ دنیا کی پستیوں سے نکال کر دنیا وآخرت کی وسعتوں تک پہنچا دیا۔ یہی آیات ان کے لئے تزکیۂ نفس، ثباتِ قلب، نورِ نظر اور باطنی بصیرت کے حصول کا ذریعہ بنیں۔ پھر جب انہوں نے زندگی کو قرآن کے نور سے دیکھا تو ایمان کی ایسی مٹھاس پائی کہ اس کے بعد ہر مٹھاس ان کے لئے بے وقعت اور ہر طرح کی ظاہری آب و تاب حقیر ٹھہری۔ انہوں نے حریتِ حقیقی کا اصل لطف پالیا، اور اللہ کے سامنے عجز و انکساری اختیار کی اور اسی کے تقویٰ کو اپنا شعار بنایا، اسی پر توکل کیا اور اس کے ماسوا کسی اور کے سامنے جھکنے کو تیار نہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، (ہم ان کے بارے میں اچھی امید رکھتے ہیں تاہم حساب کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے)۔

آپ نے حق کو پہچانا اور اس کی پیروی کی اور باطل کی ظاہری سج دھج کے باوجود اس سے اجتناب کیا۔ طاغوت صفت حکام کی ظاہری سطوت، ان کے مکر وفریب اور علمائے سوء کی جانب سے ان حکمرانوں کی خوشامد ان کو متاثر نہ کر سکی۔ یہ ان کا مقدر تھا کہ انہوں نے ایک ایسے دور میں آنکھ کھولی جس میں ہر جانب یہود ونصاریٰ کی شوکت وعظمت اور مسلمانوں کی پست ہمتی اور مرعوبیت کا دور دورہ ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو ایک ایسی حالت میں پایا جس کا بہترین نقشہ ہمارے ایک مجاہد بھائی محفوظ ولد الوالد نے اپنے اشعار میں شیر دل مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے کھینچا ہے کہ:

تم ایسے دور میں آئے جس میں ہماری تاریخ جمود کا شکار ہے
اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہر جانب سے ٹھوکریں ہمارا مقدر ہیں
ہماری پہچان، ہماری زمینیں، ہماری ہر شے
حتیٰ کہ ہمارے ٹھکانے اور نام تک بدلے جا چلے جاتے ہیں
تم آئے تو ایسے وقت میں جب مسلمان اقتدار کھو چکے ہیں
اور ان کے بادشاہ نصرانیت اختیار کر چکے
سو دیکھو کہ میرے وطن میں نصرانی کیسے دندناتے پھرتے ہیں
رہ گئے ہمارے نوجوان تو وہ بھی یہودیوں کے ذہنی غلام ہیں
برکت والی مسجدِ اقصیٰ سے لے کر
عظمت والے کعبہ تک
مسجدِ اقصیٰ سے لے کر ہر ایک مسجد تک
ہر جانب جنودِ کفر کا حکم نافذ ہے
پھر ایسے میں وہ شخص کیوں مجرم ٹھہرے
جو ان حکومتوں اور حکمرانوں کا باغی ہے

ابو مصعب الشہری نے بھی ایسے ہی تنگ وتاریک حالات میں آنکھ کھولی حالانکہ کل تک یہ امت مسلمہ ہی تھی جو تمام اقوام سے آگے کھڑی تھی۔ تمام عالم کی سیادت وقیادت کا عَلَم اسی کے ہاتھ میں تھا۔ اسی نے لوگوں کو حقیقی آزادی سے روشناس کرایا اور انہیں انسانوں کی عبادت سے نکال کر ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کا عبادت گزار بنایا۔ نصرانی طواغیت میں سے کسی میں بھی اس پر حکم چلانے، روکنے ٹوکنے یا اس کی اہانت کرنے کی جرأت نہ تھی۔ یہاں تک کہ عظمتِ اسلام کے ان دنوں میں جب ان میں سے ایک بے وقوف نے ایسی

جسارت کرنے کی غلطی کی اور دور کی ایک زمین سے ہماری ایک بہن کی فریاد عراق میں خلیفۃ المسلمین تک پہنچی کہ: ہائے معتصم!
تو وہ بذات خود ایک لشکرِ جرار کی قیادت کرتا ہوا اس کا بدلہ لینے جا پہنچا۔ اس نے ان کے دونوں برج گرا دیے اور انقرہ شہر فتح کر لیا۔ پھر ہم کیسے سکون سے بیٹھ رہیں جب کہ آج ہماری پاک دامن بہنیں عراق، فلسطین اور افغانستان میں یہود و نصاریٰ کی قید میں ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ!
آج ہم پر بھی ان مسلمان بہنوں کا آزاد کرانا ویسے ہی فرض ہے جس طرح معتصم نے یہ فرض ادا کر دِکھایا۔ اس کا یہ عمل مسلمانوں کے لئے ان کے دشمن سے دفاع، ان کے مصائب کا حل اور ان کے لئے مسرت و فرحت کا باعث بنا۔ اسی پر ابو تمام نے یہ مشہور قصیدہ کہا تھا کہ:

تلوار کی زبان کتابوں کی زبان سے زیادہ سچی ثابت ہوتی ہے
اور اس کی دھار عزت اور رسوائی کے مابین حد فاصل کا کام کرتی ہے
علم اپنی اصل چمک تو بوقت معرکہ نیزوں کی دھار پر ہی دکھلاتا ہے
تا کہ آسمان چمکنے والے ستاروں میں
معتصم نے تو مسلمانوں کے سروں کو فخر سے اونچا کر دکھایا
اور شرک اور دارِ شرک کو ذلیل و رسوا کر دیا
اللہ نے تجھے ان پر مسلط کر دیا اور ان کے دونوں برج گرا دیے
اور اگر اللہ کے علاوہ کوئی تجھے ان پر مسلط کرتا تو کوئی کامیابی نہ ہوتی
تُو نے ایک مسلمان خاتون کی پکار کی لبیک کہا
اور اس مقصد کی خاطر ہر طرح کی راحت کو ترک کر چھوڑا
تُو نے اسے بے نیام تلوار سے جواب دیا
اور اگر تو تلوار کے علاوہ کوئی اور زبان استعمال کرتا تو کچھ حاصل نہ ہوتا
تو نے زرد چہرے والی قوم کو ان کے نام کی مانند واقعی زرد کر چھوڑا
اور تیرے اس اقدام سے اہلِ عرب کے چہرے تمتما اٹھے

ابو مصعب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں طرف کے حالات کا گہرا موازنہ کیا تو انہیں اپنے اور دشمن کے مابین قابلِ ذکر فرق نظر آیا۔ ہمارا حال اس وقت یہ ہے کہ ہم تمام اقوام سے پیچھے کھڑے ہیں اور ہمارے حکام یہود و نصاریٰ کی کٹھ پتلیاں ہیں اور پھر بھی ان میں سے ہر ایک اپنے متعلق بڑے بڑے دعوے کرتا تھکتا نہیں گویا کہ یہ تمام انسانیت میں سے بہترین لوگ ہوں۔
اسی طرح انہوں نے دیکھا کہ ذرائع ابلاغ سے منسلک لوگ اور علما کی اکثریت محض ان حکمرانوں کی مدح و خوشامد کرنے اور ان کے ہر جھوٹ پر آمین کہنے میں مگن ہے۔ ان علما کی جانب سے ان جھوٹی گواہیوں کے باعث جو یہ لوگ عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ان حکام کے حسن سیرت سے متعلق بیان دیتے ہیں۔ ابو مصعب شدید صدمے سے دوچار ہوئے۔
آپ نے جب حق پہچانا تو حق والوں کو بھی پہچان لیا۔ لہٰذا آپ نے ان زعما اور قائدین کو اہل حق میں شمار نہ کیا، جن کے ہاں عدل و قسط کے تمام معیارات الٹ چکے ہیں اور تمام مفاہیم اپنی اصل سے ہٹ چکے ہیں۔ ان کے ہاں تقویٰ اور دین داری کی بنیاد پر نہیں بلکہ جاہ و حشم کی بنیاد پر قدر و منزلت پاتے ہیں۔ پس مال و جاہ کی زیادتی سے ان کے ہاں لوگوں کے مراتب بڑھتے اور کمی کے باعث کم ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے نقل پر مبنی معیارات کو ترک کر دیا ہے اور تمام عقلی پیمانوں کو باطل کر دکھایا ہے۔ سو حق ان کے ہاں تُلتا اور بکتا ہے جسے مال و جاہ کے حامل یہ طواغیت اپنی مرضی سے خریدتے ہیں۔ باطل اصل دین کی جگہ لے چکا ہے اور لوگوں کی اکثریت اسی باطل دین کو اپنائے بیٹھی ہے۔ جب کہ اصل حق کے تو یہ لوگ قریب آنے سے بھی ڈرتے ہیں۔
ابو مصعب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ساری صورت حال کو گہرائی سے سمجھا اور یہ جان لیا کہ یہ لوگ دراصل علما کے لباس میں شیاطین کے چیلے اور عوام الناس کو گمراہ کرنے والے لوگ ہیں، جو حقیر دنیوی مفاد کی خاطر دن رات لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے مکر و فریب کے جال بننے میں مصروف رہتے ہیں، تا کہ ان کو ایک اللہ کی عبادت سے نکال کر ان طواغیت اور بادشاہوں کا عبادت گزار بنا سکیں۔ سو وہ انہیں اور ان کی حقیر اور بے وقعت زندگی کو چھوڑتے ہوئے اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہوئے... اور دنیا ان کو دوسرے لوگوں کی طرح دھوکہ نہ دے سکی، حالانکہ یہی دنیا اِن کے سامنے بغیر کسی تکلیف و پریشانی اور بغیر کسی سخت کوشش کے بقدرِ وافر موجود تھی۔ انہوں اپنے لئے حصولِ عظمت اور رفعِ شان کا وہ معیار پسند نہ کیا جو دنیادار لوگوں نے کیا۔ درہم و دینار کے بندوں کے لئے یہ معیار محض مال و جاہ کا حصول ہے، جب کہ آزاد صفت لوگوں کے لئے یہ معیار صرف اور صرف اخلاق کریمانہ ہیں، کیونکہ نفس انسانی کی اصل قدر کو درہم و دینار کے پیمانوں سے نہیں تولا جا سکتا۔ دنیا ان کے سامنے آئی مگر انہوں نے اس سے منہ موڑ لیا، باقی رہ جانے والی چیز کو فنا ہونے والی پر ترجیح دی اور ان ساری ظاہری آسائشوں کو یہ جانتے ہوئے چھوڑ دیا کہ یہ تو ایک زائل ہو جانے والا سایہ ہے، تا کہ انہیں قیامت کے دن اللہ رب العزت کے عرش کا وہ سایہ نصیب ہو جائے کہ جس دن کے اس کے سائے کے ماسوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الشعراء: ۸۹، ۸۸)
"جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے۔ ہاں جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے گا)"۔

(بقیہ صفحہ ۱۱۳ پر)

معرکہ گیارہ ستمبر کی کہانی... محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کی زبانی

معرکہ گیارہ ستمبر کے بعد شیخ اسامہؒ کے پہلے انٹرویو سے اقتباس۔ شیخ رحمہ اللہ نے یہ انٹرویو معروف عرب صحافی تیسیر علوانی کو دیا۔ اس انٹرویو میں شیخ رحمہ اللہ نے گیارہ ستمبر کے معرکے کے نتیجے میں ہونے والے امریکی نقصانات مفصل ذکر کیا اور مجاہدین کی اس کامیاب ترین کارروائی کے ہمہ جہت فوائد کو بیان کیا[ادارہ]۔

میں سمجھتا ہوں کہ گیارہ ستمبر، بروز منگل نیویارک اور واشنگٹن میں جو واقعات رونما ہوئے' یہ ہر لحاظ سے کامیاب کارروائی ہے۔ اور اِس کے نتیجے میں کفر کو پہنچنے والے نقصانات ابھی تک جاری ہیں۔ جڑواں برجوں (ٹوِن ٹاورز) کا گرنا از خود ایک انتہائی عظیم واقعہ ہے چہ جائیکہ اُس کے بعد رونما ہونے والے واقعات! ہم اقتصادی نقصانات کے بارے میں بات کرتے ہیں، جو ابھی تک مسلسل جاری ہیں۔ اُن کے اپنے اعتراف کے مطابق وال اسٹریٹ مارکیٹ میں خسارے کی شرح ۱۶ فی صد تک بڑھ گئی ہے' اور اُنہی کے ذرائع کے مطابق یہ ایک ریکارڈ خسارہ ہے، جو اس سے پہلے مارکیٹ کی ۲۳۰ سالہ تاریخ میں کبھی بھی رونما نہیں ہوا۔ اِس مارکیٹ میں گردش کرنے والا اصل زر ۴ ٹریلین ڈالر تک پہنچا ہوا ہے۔ اگر ہم خسارے کا حجم معلوم کرنے کے لیے ۴ ٹریلین ڈالر کا ۱۶ فی صد نکالیں' تو یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل سے ۶۴۰ بلین ڈالر تک پہنچتا ہے۔ یہ رقم سوڈان جیسے ملک کے ۶۴۰ سال کے بجٹ کے مساوی ہے۔ امریکیوں نے اللہ کے فضل سے یہ نقصان اُس حملے کے نتیجے میں اُٹھایا جو اللہ کی توفیق سے ایک گھنٹے میں مکمل ہو گیا۔

امریکہ کی یومیہ قومی آمدن ۲۰ بلین ہے اور (حملے کے بعد) پہلے ہفتے اُنہوں نے نفسیاتی صدمے سے دوچار ہونے کی وجہ سے قطعاً کوئی کام نہ کیا۔ اُن میں سے ایسے بھی ہیں جو آج دن تک دہشت اور صدمے کی وجہ سے کام پر نہیں جا رہے۔ اگر آپ ۲۰ بلین ڈالر کو ایک ہفتے سے ضرب دیں تو ۱۴۰ بلین ڈالر بنتے ہیں۔ اصل میں یہ رقم اِس سے بھی زیادہ ہے، پھر اِسے ۶۴۰ بلین میں جمع کر دیں تو کتنے ہو گئے؟ ہم نے تقریباً ۸۰۰ بلین ڈالر مالیت کے خسارے سے امریکہ کو دوچار کیا۔ اس کے علاوہ تباہ ہونے والی عمارتوں اور تعمیرات کا خسارہ ۳۰ بلین ڈالر سے زیادہ ہے۔ مزید برآں امریکی ایئر لائن کمپنیوں نے اپنے ایک لاکھ ستر ہزار سے زائد ملازمین کو فارغ کیا۔ یہ کمپنیاں یہ سامان بردار (کارگو) اور مسافر بردار (کمرشل) دونوں اقسام پر مشتمل ہیں۔

نیویارک اسٹاک ایکسچینج، امریکن اسٹاک ایکسچینج اور ناسڈاک اسٹاک مارکیٹ ۱۱ ستمبر سے لے کر ۱۶ ستمبر تک مکمل طور پر بند رہیں۔ جب یہ اسٹاک مارکیٹیں دوبارہ کھلیں تو اس وقت تک مجموعی طور پر وال سٹریٹ مارکیٹ کے حصص ۷.۱ فیصد گر چکے تھے۔ جب کہ مزید ایک ہفتے میں ''ڈاؤ جونز انڈسٹریل ایوریج''(Dow Jones Indutrial Average) میں ۱۴.۳ فیصد کی کمی کے ساتھ ۱۳۶۹ پوائنٹس کی کمی واقع ہو چکی تھی۔ اسٹاک مارکیٹوں میں اس کمی سے صرف پندرہ دنوں میں امریکی معیشت کو ۱۴۰۰ ارب(۱.۴ trillion)ڈالر کا نقصان پہنچ چکا تھا۔ خود امریکی معاشی تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ اسٹاک مارکیٹ کی ۲۳۰ سالہ تاریخ کا بدترین خسارہ تھا۔

امریکی تجزیہ نگار اپنی تحریروں میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل سے) یارہ ستمبر کے معرکے کے بعد امریکی عوام میں سے ۷۰ فی صد آج دن تک ڈپریشن اور نفسیاتی اضطراب سے دوچار ہیں۔ مشہور امریکی ہوٹل کمپنیوں میں سے ایک کمپنی انٹر کانٹی نینٹل نے بیس ہزار ملازمین کو برخاست کیا۔ اِن نقصانات کی بہتات اور کثرت کی وجہ سے اِن کا صحیح اور مکمل مالی تخمینہ لگانا کسی کے بس میں نہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل سے اِن نقصانات میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بس دیکھتے رہیے یہ رقم کم از کم ایک ٹریلین ڈالر سے اوپر جائے گی۔ ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اِن مبارک اور کامیاب حملوں میں جان دینے والے بھائیوں کو شہدا میں قبول فرمائے اور اُنہیں فردوسِ اعلیٰ عطا فرمائے۔

اِس کارروائی کے اور بھی بہت سے انتہائی اہم اثرات مرتب ہوئے ہیں' جو ٹاورز کے گرنے سے بھی زیادہ اہم ہیں۔ اور وہ یہ مغربی تہذیب' امریکہ جس کا سردار ہے' کی اقدار منہدم ہو گئی ہیں اور وہ بلند و بانگ اخلاقی بُرج زمین بوس ہو گئے ہیں جو آزادی، انسانی حقوق اور انسانیت کی باتیں کرتے ہیں' سب خاک بن کر بکھر گئے ہیں۔ یہ حقیقت اُس وقت پوری طرح منکشف ہوئی جب امریکہ نے میڈیا ایجنسیوں کو ہمارا چند منٹ پر مبنی موقف نشر کرنے سے منع کر دیا۔ اُنہیں خطرہ تھا کہ اب امریکی عوام کے سامنے حقیقت واضح ہونا شروع ہو گئی ہے اور ہم در حقیقت اُن معنوں میں دہشت گرد نہیں ہیں جن معنوں میں وہ ہمیں ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم پر فلسطین، عراق، لبنان، سوڈان، صومالیہ، کشمیر، فلپائن، اور ہر جگہ ظلم ڈھایا جا رہا ہے' تو یہ امت کے بیٹوں کی طرف سے امریکی حکومت کی اس جارحیت کا ردعمل ہے۔

لہٰذا امریکیوں نے ذرائع ابلاغ پر پابندی کا جو اعلان کیا اُس وقت اُن کی آزادی اظہار رائے اوران جیسے تمام امور پر مبنی دعووں کی قلعی کھل گئی۔ امریکہ میں آزادی اور انسانی حقوق کے علم بردار چکی کے دو پاٹوں کے درمیان آ چکے ہیں۔ امریکی حکومت اپنی عوام کو دہکتی ہوئی جہنم میں دھکیل دے گی اور مغرب بھی گھٹن زدہ زندگی میں داخل ہو جائے گا' کیونکہ

ان کی قیادتیں آپس میں گہرے روابط اور تعلقات رکھتی ہیں اور وہ صیہونی لابی کے اثر و نفوذ کے تحت اسرائیل 'جو ہمارے بیٹوں اور بچوں کو ناحق قتل کر رہا ہے' کے مفادات کی حفاظت پر مامور ہیں تاکہ وہ اپنے اقتدار کو طول دے سکیں۔

ان واقعات نے دنیا بھر میں جاری امریکی دہشت گردی کو بھی پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ اسی لیے بش نے واضح طور پر کہہ دیا کہ دنیا میں صرف دو ہی قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں: ایک جو بُش اور اُس کا ساتھ دینے والے ہیں اور دوسرے جو بُش حکومت کے ساتھ عالمی صلیبیت کا ساتھ نہیں دیتے 'یہی لوگ لامحالہ دہشت گردوں کے ساتھ ہیں۔ تو اِس امریکی دہشت گردی سے زیادہ واضح اور کون سی دہشت گردی ہے؟ لہٰذا ایسے بہت سے کمزور ممالک امریکی دہشت گردی میں اُس کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئے۔ اُنہوں نے بش کی چاپلوسی کرنے میں ہی عافیت جانی اور یہ کہنے پر بھی مجبور ہو گئے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

یہ ممالک خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ مجاہدین اپنے مظلوم بھائیوں اور مقدس مقامات کا دفاع کر رہے ہیں۔ دنیا بھر کے تمام حکمران 'چاہے مغربی ہوں یا مشرقی 'اعلانات کر رہے ہیں کہ دہشت گردی کی بنیادی جڑوں اور مشکلات کا حل ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ مشکلات ہیں کیا؟ سب سے پہلے تو فلسطین کا مسئلہ۔ اِس کا مطلب ہے کہ اُن کے نزدیک بھی ہم صحیح موقف اختیار کیے ہوئے ہیں۔ لیکن امریکہ کے خوف سے وہ حکمران یہ نہ کہہ سکے کہ صحیح موقف رکھنے والے لوگ ہیں۔ اب ہمارے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم دہشت گرد ہیں لیکن ساتھ ہی کہتے ہیں کہ مسئلہ فلسطین حل کرو۔

اِن حملوں اور ان کے بعد کے اثرات کی بنیاد پر بُش اور بلیئر متحرک ہوئے اور اُنہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ فلسطین کے لیے ایک مستقل ریاست قائم کی جائے۔ سبحان اللہ! اتنے عشروں سے یہ وقت نہ آیا اور اب اِن حملوں کے بعد آ گیا؟ بس وہ حملے کی زبان اور قتل کی زبان کے علاوہ کوئی زبان نہیں سمجھتے۔ جس طرح وہ ہمیں قتل کرتے ہیں تو ہمیں بھی اُنہیں قتل کرنا چاہیے حتیٰ کہ طاقت کا ایک توازن قائم ہو جائے۔ یہ پہلی بار ہوا ہے کہ مسلمانوں اور امریکیوں کے مابین طاقت کا پیمانہ توازن کے قریب پہنچا ہے۔

امریکی حکمران ہمارے ساتھ جو جی چاہتا تھا کرتے تھے اور اُن کے ستم پر شور کرنے اور رونے کی بھی اجازت نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کے لیے تباہی برپا کی جاتی تھی اور پھر قانا (لبنان، ۱۹۹۶ء) کی خوں ریزی کے بعد کلنٹن نے پوری ڈھٹائی سے کہا کہ یہ 'اسرائیل کا حق ہے کہ وہ اپنا دفاع کرے اور حتی کہ اسرائیل کو زبانی طور پر بھی ملامت نہیں کی گئی۔

جب بُش اور وزیر خارجہ کولن پاول نے حکومت سنبھالتے ہی اسرائیل کا دورہ کیا تو اُنہوں نے کہا کہ ہم اپنا سفارت خانہ تل ابیب سے قدس (یروشلم) منتقل کر دیں گے اور قدس ہمیشہ کے لیے 'اسرائیل' کا دارالحکومت رہے گا، کانگرس اور سینیٹ اراکین نے اس موقع پر تالیاں بجائیں۔ یہ ایسی منافقت ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی منافقت نہیں ہے، یہ واضح اور صریح ظلم ہے۔ یہ اُس وقت تک نہیں سمجھتے جب تک تلوار آ کر اُن کے سروں پر نہ آ جائے۔ اب الحمدللہ یہ جنگ امریکہ کے اندر منتقل ہو گئی ہے اور ہم باذن اللہ اِس کو جاری رکھنے کی کوشش کریں گے تاوقتیکہ کامیابی حاصل ہو جائے یا پھر ہم اس راستے میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیں۔

"معرکہ گیارہ ستمبر کی برکات میں سے ایک بہت بڑی برکت یہ ہے کہ اللہ نے اس امت کے اوپر اس کا عقیدہ واضح کیا۔ دوستی اور دشمنی کی وہ پہچان جو کئی دہائیوں سے گم ہو چکی تھی، اللہ تعالیٰ نے وہ پہچان دوبارہ عطا کی اور اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو، یعنی ہر طبقے کو...اہلِ علم کو، معاشرے کے عام لوگوں کو، حکمرانوں کو، افواج کو اللہ نے دو حصوں میں بانٹ دیا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے آخری زمانے کے حوالے سے کہ لوگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے... "فسطاط ایمان لا نفاق فیہ"... کہ ایک ایمان والوں کا خیمہ یا کیمپ ہو گا کہ جس کے اندر نفاق کا کوئی ذرہ، کوئی آمیزش نہیں ہو گی...اور دوسرا..."فسطاط نفاق لا ایمان فیہ"... نفاق کا خیمہ ہو گا جس کے اندر ایمان کا کوئی شائبہ نہ ہو گا۔ تو آج تو ہر صاحبِ بصیرت شخص کو واضح نظر آ رہا ہے کہ پوری دنیا دو حصوں میں بٹ چکی ہے۔ اور اسلام تو پہلے ہی کہتا تھا کہ "لا الی ھولاء ولا الی ھولاء" والا انداز قبول نہیں ہے۔ لیکن کفر کے امام نے بھی، یعنی بش نے بھی اس بات کی تصریح کر دی، کہ یا ہمارے ساتھ ہو جاؤ، یا مجاہدین، یعنی ان کی اصطلاح میں دہشت گردوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ تو پوری دنیا دو خیموں میں بٹ گئی۔ تو یہ اتنے بڑے بڑے احسانات ہیں کہ اتنے دجل و فریب، اتنے مکر سے، تعلیمی نظام کے ذریعے سے اور میڈیا کے ذریعے سے انہوں نے امت کے عقیدے کو جو آلودہ کر دیا تھا، دوست اور دشمن کی پہچان کو خراب کر دیا تھا...ایک گیارہ ستمبر کی برکت سے اس ساری پہچان کو، اس سارے کھوئے ہوئے عقیدے کو اور جہاد کی تڑپ کو اللہ تعالیٰ واپس لے کر آئے"۔

استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

معرکہ گیارہ ستمبر کے فدائیوں کو امرائے جہاد کا ہدایت نامہ

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

مترجم: استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

امیر محترم، صاحب سیف و قلم، شیخ ایمن الظواہری (حفظہ اللہ ورعاہ) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب 'فرسان تحت راية النبي' میں بہت سی قیمتی ایمانی و عسکری نصیحتوں پر مشتمل اس تاریخی ہدایت نامے کے منتخب حصے نقل کیے ہیں جو گیارہ ستمبر کی مبارک کارروائی سے پچھلی رات کو کارروائی میں شریک فدائی ساتھیوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ عالمِ ربانی شہید استاد احمد فاروق رحمہ اللہ نے اس ہدایت نامے کا ترجمہ کیا، جو قارئین نوائے افغان جہاد کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ [ادارہ]

اس ہدایت نامے کا ہر ہر لفظ ایمان کو جلا بخشتا ہے اور دلوں کا زنگ دھو ڈالنے کا ذریعہ ہے۔ جس بندۂ خدا نے بھی یہ تحریر لکھی ہے، ایسی غیر معمولی ایمانی کیفیات میں ڈوب کر لکھی ہے جس کو سمجھنا بھی ہم جیسے زنگ آلود قلوب والوں کے لیے سہل نہیں۔ اس تحریر کو پڑھنے سے اس بات کا فیصلہ بھی بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ گیارہ ستمبر کا معرکہ نعوذ باللہ یہود کی سازش تھی یا کچھ اولیاء اللہ کی غیرتِ ایمانی سے لبریز جہد جسے محض توفیقِ الٰہی نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا؟ اس تحریر کو پڑھنے سے یہ سمجھنا بھی آسان ہو جاتا ہے کہ فدائی کارروائیوں میں شریک بھائی کیسے عالی ایمان اور پاکیزہ کیفیات کے حامل، توحید کی حقیقت کا ادراک رکھنے والے اور رب کی معیّت سے لطف اندوز ہونے والے مجاہدین ہوتے ہیں فدائی حملوں کے خلاف فتاویٰ دینے والے سرکاری مولوی صاحبان بھی کچھ لمحے توقف کر کے اس تحریر کو پڑھ لیں شاید کہ انہیں احساس ہو جائے کہ وہ ایمان کی کیسی بلندیوں پر فائز ان عجیب بندگانِ خدا پر زبان کھولنے کی جرات کرتے ہیں!

یہ ہدایات شہیدی کارروائیوں پر روانہ ہونے والے ہر بھائی کی خدمت میں بندۂ فقیر کی جانب سے ایک چھوٹا سا تحفہ ہے جو رب کی جنتوں کی جانب سفر کے آخری مراحل میں اس کے لیے زادِ راہ بھی ثابت ہو گا اور ان شاء اللہ اس کے قدم جمانے کا ذریعہ بھی بنے گا اس تحفے کے بدلے مجھے اپنے فدائی بھائیوں سے کچھ نہیں درکار سوائے دل کی گہرائی سے نکلی دعاؤں کے جو میری مغفرت کا باعث بھی بن جائیں۔ آیئے اب دل کی آنکھوں سے اس ہدایت نامے کو پڑھیے اللہ ہمارے قلوب کو بھی ایمان سے لبریز کر دے، شہادت کا شوق دل میں جگا دے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرما دے!

پہلا مرحلہ:

۱۔ موت پر بیعت کریں اور اپنے دل میں اس بیعت کی تجدید کرتے رہیں۔

۲۔ کارروائی کے منصوبے کو ہر پہلو سے اچھی طرح سمجھ لیں اور دشمن کی جانب سے ردعمل اور مزاحمت کی توقع بھی رکھیں۔

۳۔ سورۃ توبہ و انفال کو پڑھیں اور ان کے معانی پر غور و تدبر کریں۔ اور بالخصوص اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے شہدا کے لیے کیسی دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔

۴۔ اس رات میں اپنے آپ کو یاد دہانی کراتے رہیں کہ آپ نے اس کارروائی کے تمام مراحل کے دوران سمع و طاعت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا ہے کیونکہ عنقریب آپ ایسے فیصلہ کن مراحل کا سامنا کرنے لگے ہیں جن میں سو فیصد سمع و طاعت لازم ہے۔ پس اپنے آپ کو امیر کی بات سننے اور ماننے کے لیے تیار کریں اور اس اہم فریضے کی ادائیگی کا جذبہ خود میں بیدار کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُواْ إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (الأنفال: ۴۶)

"اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ (متفرق اور کمزور ہو کر) بزدل ہو جاؤ گے اور (دشمنوں کے سامنے) تمہاری ہوا (یعنی قوت) اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

۵۔ قیام اللیل کا اہتمام کریں اور خوب گڑگڑا کر گریہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد و تمکین مانگیں، فتح مبین مانگیں، کاموں میں آسانی طلب کریں اور یہ دعا کریں کہ اللہ ہم پہ پردے ڈالے رکھے۔

۶۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کریں اور جان لیں کہ بہترین ذکر قرآن کی تلاوت ہے۔ میرے علم کی حد تک اس بات پر علماء کا اجماع ہے اور ہمارے لیے تو بس یہی بات بہت ہے کہ یہ زمین و آسمان کے خالق کا کلام ہے، وہ خالق جس سے ملاقات کے لیے آپ رواں دواں ہیں۔

۷۔ اپنے دل کو صاف کر لیں ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک کر لیں اور دنیا نامی کسی بھی چیز کو بھول جائیں بھلا دیں! کھیل کا وقت گزر گیا وہ وعدہ جو برحق تھا آ پہنچا ہم نے زندگی کے کتنے ہی اوقات ضائع کر دیے۔ کیوں نہ اب یہ چند لمحات اللہ کا قرب پانے اور اس کی اطاعت کرنے میں ہی صرف کریں؟

۸۔ پورے شرحِ صدر کے ساتھ اس کام کی طرف بڑھیں کیونکہ اب آپ کے اور آپ کے اگلے نکاح کے درمیان محض چند لمحات کا فاصلہ ہے۔ ایک پاکیزہ و دل پسند زندگی کا آغاز ہوا چاہتا ہے، ہمیشہ کی نعمتیں اور انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی

صحبت سامنے ہی کھڑی ہے اور یقیناً ان سے بہتر ساتھی و رفیق کوئی نہیں۔ ہم اللہ سے اس کے اس فضل کا سوال کرتے ہیں۔ پس آپ اچھے امور سے نیک شگون لیں کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر کام میں نیک شگون لینا پسند فرماتے تھے۔

۹۔ پھر یہ بات بھی اچھی طرح ذہن میں جما لیجیے کہ اگر آپ کسی آزمائش میں مبتلا ہو گئے تو آپ کیا کریں گے؟ کیسے ثابت قدم رہیں گے؟ اور کیسے اللہ کی طرف رجوع کریں گے؟ جان لیجیے! کہ جو کچھ آپ کو پہنچا ہے آپ اس سے بچ نہیں سکتے تھے اور جس سے بچ گئے وہ کبھی پہنچنے والا نہیں تھا اور یہ یقین رکھئے کہ آزمائش اللہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے آپ کے درجات بلند کرے اور آپ کے گناہوں کو مٹائے۔ پھر یہ یقین بھی رکھئے کہ یہ بس چند لمحات ہیں، پھر اس تکلیف نے اللہ کے اذن سے چھوٹ جانا ہے۔ پس خوش بخت ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کے یہاں اجرِ عظیم کا مستحق بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ (آل عمران:۱۴۲)

”کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں“۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی یاد رکھئے:

وَلَقَدْ كُنتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِن قَبْلِ أَن تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ (آل عمران:۱۴۳)

”اور تم تو موت کے سامنے آنے سے پہلے (راہ حق میں) مرنے کی تمنا کر رہے تھے سو (وہ اب تمہارے سامنے آ گئی اور) تم نے اس کو (کھلی آنکھوں) دیکھ لیا“۔

اور یہ فرمان بھی کہ

كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّهِ.. (البقرۃ:۲۴۹)

”بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آ گیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے“۔

اور یہ مبارک فرمان بھی کہ:

إِن يَنصُرْكُمُ اللّهُ فَلاَ غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللّهِ فَلْيَتَوَكِّلِ الْمُؤْمِنُونَ (آل عمران:۱۶۰)

”اگر اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمہیں چھوڑ دے، تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو؟ پس جو سچے مومن ہیں ان کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے“۔

۱۱۔ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو مسنون دعاؤں کی پابندی کی یاددہانی کرواتے رہیں اور ان دعاؤں کے معانی پر غور و فکر کا اہتمام کریں (یعنی صبح و شام کے اذکار، کسی نئے شہر میں داخل ہونے کے اذکار، کسی نئی جگہ پر اترنے کے اذکار، دشمن سے ٹکراؤ کے وقت کے اذکار وغیرہ)

۱۲۔ دم کرنے کا اہتمام کریں (اپنے آپ پر، اپنے سامان پر، اپنے کپڑوں پر، اپنی چھری پر، اپنے آلات پر، اپنے شناختی کارڈ پر، اپنے پاسپورٹ اور ویزا پر اور اپنے تمام دستاویزات پر)۔

۱۳۔ روانگی سے قبل اپنے اسلحے کو اچھی طرح دیکھ لیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: تم میں سے جو شخص ذبح کرنے لگے وہ اپنی چھری تیز کر لے اور اپنے ذبیحے کو راحت پہنچائے۔

۱۴۔ اپنا لباس اچھی طرح کس لیں کیونکہ یہ ہمارے صالح اسلاف کا طریقہ ہے (اللہ ان سے راضی ہو)۔ وہ معرکے سے قبل اپنا لباس اچھی طرح کس لیتے تھے۔

۱۵۔ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں اور اس کے اجر پہ غور و فکر بھی کریں۔ اس کے بعد اذکار کا اہتمام کریں اور اپنے کمرے سے باہر نکلیں تو وضو ہی کی حالت میں۔

دوسرا مرحلہ:

جب ٹیکسی آپ کو ایئر پورٹ تک لے جا رہی ہو تو گاڑی میں کثرت سے اللہ کا ذکر کریں (سواری کی دعا، نئے علاقے کی دعا، نئی جگہ کی دعا اور دیگر اذکار)۔

جب آپ ایئر پورٹ پر پہنچ جائیں اور ٹیکسی سے اتریں تو نئی جگہ اترنے کی دعا پڑھیں اور اس کے بعد بھی جہاں جہاں جائیں وہاں یہ دعا پڑھنے کا اہتمام کریں۔ مسکرایئے اور مطمئن ہو جایئے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے اور ملائکہ آپ کی حفاظت کر رہے ہیں بغیر اس کے کہ آپ کو اس کا شعور ہو۔ پھر یہ دعا پڑھئے (اللّٰهُ اَعزُّ مِن خَلقِهِ جَمِيعاً) اور یہ دعا کہ (اللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِم بِمَا شِئتَ) اور یہ دعا (اللّٰهُمَّ اِنَّا نَدرَأُ بِكَ فِي نُحُورِهِم وَنَعُوذُبِكَ مِنْ شُرُورِهِم) اور یہ دعا کہ (اَللّٰهُمَّ اجْعَل لَّنَا مِن بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِم سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُم فَهُمْ لَا يُبْصِرُون) اور یہ ذکر بھی پڑھیں (حَسبُنا اللّٰهُ وَنِعمَ الْوَكِيل)۔ اور اسے پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذہن میں رکھیں:

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُواْ حَسْبُنَا اللّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (آل عمران:۱۷۳)

"جن سے لوگوں نے کہا کہ: تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ: ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے"۔

پس یہ ذکر پڑھ لینے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ کے کام آپ کی کسی قسم کی قوت اور طاقت کے بغیر ہی کس طرح سے آسان ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کے جو بندے یہ ذکر کہہ دیں اللہ ان کو یہ تین چیزیں دیں گے:

۱۔ وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس لوٹیں گے۔

۲۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

۳۔ وہ اللہ کی رضا والے رستے پہ چلیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَانقَلَبُواْ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُواْ رِضْوَانَ اللّهِ وَاللّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ (آل عمران:۱۷۴)

"سو اس (ایمان و یقین اور صدق و اخلاص) کے نتیجے میں وہ اللہ (کی طرف) سے ملنے والی بڑی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے، اس حال میں کہ کسی (تکلیف اور) برائی نے ان کو چھوا تک نہیں، اور انہیں اللہ کی رضا کی پیروی کا شرف بھی حاصل ہو گیا، اور اللہ بڑا ہی فضل فرمانے والا (اور نوازنے والا) ہے"۔

یاد رکھئے! کہ دشمن کی مشینیں، ان کے حفاظتی دروازے اور ان کی ٹیکنالوجی یہ سب کی سب اللہ کے اذن کے بغیر نہ نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان۔ اسی لیے اہلِ ایمان ان سے خوف نہیں کھاتے۔ ان چیزوں سے خوف تو صرف شیطان کے ساتھی کھاتے ہیں جو درحقیقت شیطان سے ڈرتے ہیں اور اللہ ہی ہمیں شیطان کا ساتھی بننے سے اپنی پناہ میں رکھے!

یاد رکھئے! خوف ایک عظیم عبادت ہے اور یہ عبادت اللہ ہی کے لیے خالص ہونی چاہیے کیونکہ وہی اس کا اصل مستحق ہے۔ مذکورہ بالا آیات کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءهُ (آل عمران:۱۷۵)

"(اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ) وہ دراصل شیطان تھا جو اپنے دوستوں سے تمہیں ڈرا رہا تھا"۔

شیطان کے اولیا درحقیقت مغربی تہذیب کے گرویدہ وہ لوگ ہیں جن کے سینوں میں اس گندی تہذیب کی محبت و عظمت انڈیل دی گئی ہے اور جن کے دل و دماغ پر اس تہذیب کے کمزور و بے حقیقت ساز و سامان کا خوف چھا چکا ہے۔ اللہ رب العزت تو یہ فرماتے ہیں کہ:

فَلاَ تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران:۱۷۵)

"سو (آئندہ) تم ان سے ذرا بھی نہ ڈرنا اور ہم سے ڈرتے رہنا اگر تم (واقعی) مومن ہو"۔

پس ذہن نشین کر لیجیے کہ خوف ایک عظیم عبادت ہے اور اللہ کے اولیا اور اس کے مومن بندے اپنے واحد اور احد رب کے سوا جس کے ہاتھ میں ہر شے کے خزانے ہیں، کسی کو اس عبادت کا مستحق نہیں سمجھتے۔ اہلِ ایمان اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی تمام چالیں ناکام فرما دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ (الأنفال:۱۸)

"یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ ہے اور کافروں کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ اللہ ان کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے"۔

اسی طرح آپ پر لازم ہے کہ آپ اس عظیم ذکر کا اہتمام کریں جس کا شمار افضل ترین اذکار میں ہوتا ہے، یعنی لا الہ الا اللہ۔ لیکن اس بات کا بھی پورا اہتمام کریں کہ آپ پر نگاہ رکھنے والے کسی بھی شخص کو یہ محسوس نہ ہو کہ آپ ذکر کرنے میں مصروف ہیں۔ اس ذکر کی فضیلت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ جس نے دل کے یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

نیز اس کی فضیلت سمجھنے کے لیے یہ جاننا بھی کافی ہے کہ یہ ایک جملہ، عقیدۂ توحید کا خلاصہ ہے، وہ توحید جس کی دعوت کو بلند کرنے اور جس کے جھنڈے تلے قتال کرنے کے لیے آپ اپنے گھروں سے نکلے ہیں، وہ توحید جس کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ اور آپ کی اتباع کرنے والوں نے جہاد کیا اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔

اور ہاں اس بات کا بھی اہتمام کیجیے کہ آپ پر پریشانی یا اعصابی تناؤ کے اثرات نظر نہ آئیں، شاداں و فرحاں رہیں، شرحِ صدر اور اطمینانِ قلب کے ساتھ ہر قدم اٹھائیں کیونکہ آپ ایک ایسے کام میں مصروف ہیں جو اللہ کو محبوب ہے اور اللہ کی رضا پانے کا ذریعہ ہے اور اسی لیے اللہ سے امید ہے کہ یہ وہ مبارک دن ہے جس کی شام آپ جنت میں حور عین کے ساتھ کریں گے۔

اے نوجوان! موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراؤ کیونکہ تم ہمیشہ باقی رہنے والی جنت کی طرف بڑھ رہے ہو!

تیسرا مرحلہ:

جب آپ ہوائی جہاز پر سوار ہوں تو اپنا پہلا قدم رکھتے وقت جہاز میں عملاً داخل ہونے سے قبل اذکار اور دعاؤں کا اہتمام کریں اور ذہن میں یہ بات تازہ کر لیں کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ کے ایک معرکے میں داخل ہو رہے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام نکلنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سب سے بہتر ہے۔

جب آپ جہاز کے اندر چلے جائیں اور اپنی کرسی پر بیٹھ جائیں تو وہاں بیٹھ کر بھی اذکار کہیں اور وہ معروف دعائیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا، اہتمام سے پڑھیں۔

پھر جب جہاز دھیرے دھیرے چلنے کا آغاز کرے تو آپ سفر کی دعا پڑھیں کیونکہ آپ کا اپنے مالک کی طرف سفر شروع ہو چکا ہے اور کیا ہی کہنے اس مبارک سفر کے!

پھر جب جہاز اڑان بھرے اور اپنی پرواز شروع کر دے تو آپ سمجھ لیں کہ اب صفوں کے ٹکرانے کا وقت آگیا ہے۔ پس اللہ کی کتاب میں مذکور یہ دعا پڑھیں:

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (البقرۃ:۲۵۰)

"اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر، ہمارے قدم جما دے اور اس کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب کر"۔

اور اس آیتِ مبارکہ میں مذکور دعا بھی لبوں پر جاری رکھیں:

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلاَّ أَن قَالُواْ ربَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (آل عمران:۱۴۷)

"اُن کی دعا بس یہ تھی کہ: اے ہمارے رب، ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما ہمارے کام میں تیرے حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہو اُسے معاف کر دے، ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر"۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھلائی ہوئی یہ دعا بھی پڑھیں کہ:

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَاب، مُجْرِيَ السَّحَاب، هَازِمِ الْاَحْزَاب، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِم، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُم۔

"اے اللہ! اے کتاب کو نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، لشکروں کو شکست دینے والے، ان کو شکست دے اور ہمیں ان پر فتح دے۔ اے اللہ ان کو شکست دے اور ان کو ہلا مار"۔

اس موقع پر اپنے لیے اور اپنے سب ساتھیوں کے لیے فتح، نصرت اور تمکین کی دعا کریں۔ یہ دعا کریں کہ آپ کے نشانے ٹھیک ہدف پر بیٹھیں اور دشمن کو نہایت کاری ضرب لگے اور اللہ سے ایسی شہادت طلب کریں کہ وقتِ شہادت آپ آگے بڑھ رہے ہوں، پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہ ہوں اور صبر کے ساتھ اجر کی نیت لیے شہادت کی طرف لپک رہے ہوں۔

اس کے بعد آپ میں سے ہر ایک کارروائی میں اپنا اپنا کردار سنبھالنے کے لیے تیار ہو جائے اور اس کردار کو ایسے عمدہ طریقے سے ادا کرنے کا عزم کرے کہ اللہ آپ سے راضی ہو جائیں۔

اس موقع پر آپ زور سے اپنے دانت پیسیں جیسا کہ ہمارے اسلاف معرکے کے آغاز سے عین قبل کیا کرتے تھے۔ پھر جب لڑائی کا آغاز ہو تو مردوں والی ضرب لگائیں۔ ان ابطال کی طرح آگے بڑھیں جو دنیا کی طرف واپس پلٹنا نہ چاہتے ہوں اور تکبیر بلند کریں کیونکہ تکبیر سے کافروں کے دلوں پر رعب پڑ جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کریں:

فَاضْرِبُواْ فَوْقَ الأَعْنَاقِ وَاضْرِبُواْ مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (الأنفال:۱۲)

"پس تم (کس کس کر) ضربیں لگاؤ ان کی گردنوں پر، اور کاٹ ڈالو ان کے پور پور (اور جوڑ جوڑ) کو"۔

جب آپ ذبح کریں تو جس کافر کو بھی قتل کریں اس کا مال اٹھالیں کیونکہ یہ محمدِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ ہاں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ مقتول کا مال سلب کرنا آپ کو دشمن کی خیانت یا اس کے کسی حملے سے غافل نہ کر دے۔

اور اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لیں بلکہ اپنی ہر ضرب اور ہر ہر قدم اللہ ہی کے لیے خالص کر لیں۔ پھر کافروں کو قید کرنے کی سنت پر عمل کریں اور انہیں قید بھی کریں اور قتل بھی کریں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّهُ يُرِيدُ الآخِرَةَ وَاللّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (الأنفال:۶۷)

"کسی نبی کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے۔ تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیشِ نظر آخرت ہے، اور اللہ غالب اور حکیم ہے"۔

غنیمت لینا ہرگز نہ بھولیں، چاہے پانی پلانے کا ایک کپ ہی کیوں نہ ہو جس میں موقع ملنے پر آپ خود بھی پانی پئیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی پانی پلائیں۔

پھر جب وعدۂ برحق کا وقت آ پہنچے اور وہ لمحہ آجائے جس کا انتظار تھا تو اپنی قمیض پھاڑ کر اس فی سبیل اللہ موت کے استقبال میں سینہ کھول دیں اور زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھیں۔

اور اگر آپ کے بس میں ہو کہ ہدف سے ٹکرانے سے چند لمحے قبل آپ نماز شروع کر دیں اور آپ کا خاتمہ اسی حالت میں ہو تو کیا ہی کہنے! اور کم از کم اتنا اہتمام تو ضرور کریں کہ آپ کے آخری کلمات لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہوں۔

اور اس کے بعد ان شاء اللہ، اللہ کی رحمت کے سائے میں جنتِ فردوس میں ملاقات ہو گی!

☆☆☆☆☆

خالد و مصعب رضی اللہ عنہما کے غیرت مند بیٹوں کے نام!

معرکہ گیارہ ستمبر کے جاں بازوں میں سے ایک فدائی مجاہد ابو عمر الازدی (مھنّد الشہری) تقبلہ اللہ کی وصیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب سے بزرگ و علیم ذات کا فرمان ہے:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (الروم:۴۷)

"مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی"۔

اس نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے دین کی نصرت کریں اور اس کے کلمہ کی سربلندی کی جدوجہد کریں، اور اس کے انعام کے طور پر دشمنوں پر فتح اور میدان میں ثابت قدمی جیسے انعامات سے سرفراز فرمایا۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (محمد:۷)

"اے اہل ایمان! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا"۔

اللہ کی راہ میں دشمن کا سامنا کرتے ہوئے جو شخص مارا جائے، اور وہ پیٹھ پھیرنے والوں میں سے نا ہو، تو وہ اللہ رب العزت کی طرف سے بہترین انعامات کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران:۱۶۹۔۱۷۱)

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں اور جو لوگ ان سے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ اور خدا کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ خدا مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا"۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبۃ:۱۴،۱۵)

"اُن سے خوب لڑو۔ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔ اور ان کے دلوں سے غصہ دور کرے گا اور جس پر چاہے گا رحمت کرے گا اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے"۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ خدائے بزرگ و برتر کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور نا ہی اس کا کوئی شریک ہے۔ وہ یکتا ہے اور ہر قسم کی شراکت داری سے پاک اور بلند ہے، اور اسے کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور بنی نوعِ انسان میں سب سے بہترین و بلند مرتبہ کے حامل ہیں، اس کی تمام مخلوقات میں سے انتخابِ خاص، اس کی وحی کے محافظ، اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان پیامبر، رب تعالیٰ کا سب سے بڑھ کر تقویٰ اختیار کرنے والے، اُس کی ذات وصفات کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے، اس کی امت میں سب سے زیادہ مخلص، جنہوں نے اُس کی راہ میں جہاد کو ویسے جاری فرمایا جیسا کہ جاری فرمانے کا حق تھا، یہاں تک کہ وہ اس امت کو واضح ہدایت کے رستے پر چھوڑ گئے۔ وہ راستہ کہ جس کی رات بھی ایسی ہی روشن ہے جیسا کہ دن، ایک ایسا راستہ جس سے بھٹک کر صرف ایک بدبخت ہی گمراہی کی طرف جائے گا۔

جیسا خدا کی وحدانیت پر وہ یقین رکھتے تھے، اور اس کا اعلان فرماتے تھے، اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، اس کے نبی و رسول بھی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بھی اور قیامت تک کے انسانوں پر جو آپ کے بتائے ہوئے رستے پر چلیں۔

اللہ کے ایک حقیر غلام ابو عمر الازدی کی جانب سے ان علما کے نام' جو کسی خوف و خطر کے بغیر حق بیان کرتے ہیں... ان مجاہدین و مرابطین کے نام جو محاذوں پر ڈٹے ہوئے ہیں... خالد و مصعب رضی اللہ عنہما کے غیرت مند بیٹوں کے نام، اور تمام قابلِ احترام بزرگ والدین کے نام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میری جانب سے محبت و خلوص میں گندھا سلام قبول فرمائیے، جنتوں کی لذت بھری نعمتوں کے پیغام سے مزین سلام! سلام پر اُس شخص کی طرف سے جو آپ کے لئے اس دنیا میں عمل کا اور اخروی زندگی میں کامیابی کا خواہاں ہے، خوشبوؤں اور گلابوں میں لپٹا سلام، شہدا کے پاک خون کی خوشبو لئے ہوئے، رب کے آزاد بندے کا سلام!

انہیں یہ کہتے سن کر حیرانگی ہوئی کہ میں نے

امید باندھنے، مثالیت پسندی اور مشکل اہداف منتخب کرنے میں مبالغہ سے کام لیا تھا

ان کا کہنا تھا کہ میں کچھ توقف کروں اور بنجر زمین پر بیج بونے میں اپنے ہاتھ نہ تھکاؤں

ایک لمحہ رُک کر میں نے کہا حوصلہ چھوڑ دینا میری منزل نہ تھی

میں اپنے بیج کاشت کروں گا اور پھل میرا رب دے گا

اگر میں نے اپنا پیغام پہنچانے میں بہترین کوششیں صرف کیں

پھر مجھے سننے والی سماعتیں ہی میسر نہ آئیں تو مجھے الزام مت دیجیے

میں آپ کو قندھار کی محبتوں بھری زمین سے اپنا یہ پیغام بھیج رہا ہوں... قندھار' کہ جس نے صدیوں سے غاصب کفار کے آگے جھکنے سے انکار کیا ہے۔ میں آپ کو یہ خط اپنے محبوب شہر قندھار سے لکھ رہا ہوں، جہاں سے غیرت مندوں کے قافلے روانہ ہوتے ہیں تاکہ اپنے خون سے قربانی کی عظیم ترین مثالیں رقم کر سکیں، اپنے بکھرے اعضا کی خوشبو سے ذلت و پستی کی تاریک رات کو ختم کر سکیں، اپنے ہتھیاروں سے اُن معبودانِ باطلہ کو نیست و نابود کر سکیں جنہیں لوگ خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہیں، اور اپنی تلواروں سے مغضوب غاصب کی گردنیں اتار سکیں۔ آپ میرے الفاظ کی حقانیت اس وقت تسلیم کر لیں گے جب میرا خون ان کی آبیاری کرے گا، تاکہ آپ سر اٹھا کر اپنے دین سے جڑے رہیں۔

میں اپنی جان کو بآسانی لے چلوں گا

مشکلات و خطرات کے درمیاں

یا تو یہ وہ زندگی ہو گی جو کسی دوست کے لئے سامانِ مسرت ہو

یا ایسی موت جو دشمن کو اشتعال انگیز کرے

ہاں! اس وقت تو بے دلی نے ہمارا محاصرہ کر رکھا ہے، بھائی چارہ کمزور پڑ گیا ہے، امرا نے اپنی دولت تجوریوں پر قفل چڑھا رکھے ہیں، قریب ترین ساتھی بھی ایسے کہ جو حوصلہ پست کرنے والے ہیں، علما جانتے بوجھتے حق بات کہنے سے کتراتے ہیں، نوجوان خوف اور ذلت کے پیالوں سے پیاس بجھا رہے ہیں، کچھ نے فرائض کو چھوڑ کر مستحبات پر سارا زور صرف کر دیا ہے، غاصبوں نے اس امت کو اخلاقی زوال و گندگی کی گہرائیوں میں دھکیل دیا ہے، جس کے باعث ہمارے قلوب' مروت و سنجیدگی کے بجائے پستی اور بے حمیتی سے بھر گئے ہیں۔

میں یہ سطور اس امید پر لکھ رہا ہوں کہ شاید قربانی، بے نفسی اور بہادری' سچائی پر بڑے پردے ہٹا دے، تاریکی کے لبادے کو تار تار کر دے، اور بھلائی اور عمل کے راستے کو واضح کر دے۔ میں آپ تک وہ آواز پہنچانا چاہتا ہوں جو شاید خوفِ خدا رکھنے والے ان قلوب کو خدا کے اس حکم "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!! مومنین کو قتال پر ابھاریئے" سے پھر بیدار کر دے۔ پس میری اس آخری وصیت پر غور کیجیے کہ میرے سفینے کے عرشے سے آتی یہ صدا آپ کو نجات کے ساحلوں تک پہنچنے میں رہ نمائی کرے۔ ممکن ہے کہ آپ کی زندگی کی ناؤ میرے الفاظ کے بعد ہمت و حوصلہ کی معراج کو چھو جائے اور باطل راستوں پر سفر کی بجائے اپنا رُخ جنت کے حسین باغات کی طرف موڑ دے۔

جہاد جیسے محکم فریضہ سے پیچھے بیٹھ رہنے والوں کی جگہ اللہ رب العزت یقیناً ایسے لوگ لائے گا، جو اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ عزت کی قیمت چکانے کے لئے تیار، اور رب کے دشمنوں پر حاوی ہوں گے۔ تب پیچھے بیٹھ رہنے والے بدنصیب' ناکام ٹھہریں گے، اور ان کا حساب بھی مقررہ وقت پر ہو گا، کہ اللہ قادر مطلق ہے، اور اسے اس بات سے کوئی نہیں روک سکتے کہ وہ تمہاری جگہ کسی اور سے دین کی نصرت کا کام لے لے۔

آج جب کوئی امت کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیتا ہے تو حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ غم کی کیفیات میں ڈوب جاتا ہے، جب وہ سوچتا ہے کہ یہی امت کبھی پوری دنیا پر حکمرانی کرتی تھی، شان و شوکت کے ساتھ اس کا نظم و نسق چلاتی تھی، دشمنوں کے قلوب کو خوف زدہ رکھتی اور تاریخ کے اوراق میں ایسی عظمت رقم کرتی جاتی تھی، جو پہلے کبھی موجود نہ رہی ہو۔ ایک وقت تھا جب عزت و سطوت' دین کے ساتھ جڑے رہنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا افراد ہی کے لیے خاص تھی۔

آج بد قسمتی سے صورت حال اس کے برعکس ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ جہاں تک مسلم خطوں کے محاذوں کا تعلق ہے، تو وہ مجاہدین کی موجودگی سے تہی داماں ہیں، بجز ان مٹھی بھر مجاہدین کے جنہیں نے اللہ سے اپنی جانوں کا سودا کر لیا ہے۔ مسلمانوں کی آبرو پامال کر دی گئی ہے۔ پاک باز بہنوں کی عصمتیں تار تار کر دی گئیں ہیں اور ماؤں کی کوکھیں اجاڑ دی گئی ہیں۔ دل چیر دینے والے مناظر آج ہر سو بکھرے پڑے ہیں۔ وہ معصوم بچی، جس نے ابھی ابھی اپنے ماں اور باپ کو کھو دیا ہے، زار و قطار رو رہی ہے... وہ بچہ کہ جس کے بال اس تباہی کے باعث گرد و غبار سے اَٹ گئے ہیں... وہ بوڑھا آدمی جو خوف و تکلیف سے چِلّا رہا ہے... وہ معزز بزرگ جو اپنے ہی مکان کے ملبہ پر غم و حزن کی تصویر بنے کھڑا ہے۔

اللہ کی قسم! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ صرف افغانستان میں ملحد روس کے ہاتھوں کتنے مسلمانوں کا خون بہا؟ اور کشمیر میں ہماری کتنی بہنوں کی عزتیں شیطانی ہندوؤں کے ہاتھوں لٹیں؟ حقیقت یہ ہے کہ تشدد و بربریت میں ہندو سب سے آگے ہیں۔ کتنے مسلم خاندان بوسنیا میں سرب فوج کے ہاتھوں رسوا ہوئے؟ یہ نسل کُشی اس نفرت کا واضح ثبوت ہے جو یہ صلیبی ہم سے رکھتے ہیں۔ چیچنیا، فلسطین و انڈونیشیا میں مسلمانوں کا قتلِ عام کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں! اور آپ فلسطین کے بارے میں کیا جانیں! جہاں ابھی پہلے بہا خون سوکھا بھی نہیں ہوتا کہ صیہونیوں کے ہاتھوں بہائے گئے خون کی نئی دھاریں ان کی نفرت کو مزید واضح تر کرتی جاتی ہیں۔

مسلمان ان مظالم سے آنکھیں پھیرے ہوئے ہیں، ایسے جیسے مظلوموں اور ان کے درمیان ایمان اور اسلام کا کوئی رشتہ ہی نہیں۔ مغرب نے مسلمانوں کو دوستی اور پھلتے پھولتے زیتون کے باغوں کے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہوا ہے۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میں قیامت سے قبل زیتون کی شاخ دے کر بھیجا گیا ہوں (اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں!) نہیں! بلکہ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا:

”میں قیامت سے قبل تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں، میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے ہے، اور جو میری حکم عدولی کریں ان کے لیے ذلت و رسوائی مقدر کر دی گئی ہے“۔

بدقسمتی سے آج مسلمان دکھ کے اظہار، احتجاج و مذمتوں میں ہی ماہر ہیں۔ وہ بے کار طریقے جو کبھی حق دار کو اس کا چھینا گیا حق واپس نہیں دلوا سکتے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ ان زخموں پر مزید نمک پاشی کرتی ہماری معاشی صورت حال ہے۔ پوری معیشت سود پر کھڑی ہے۔ عالمی استعمار اس تمام معاشی سرگرمی کا واحد ٹھیکے دار ہے۔ اس سودی نظام کی آڑ میں مسلمانوں کی دولت پر ڈاکہ اور لوٹ مار جاری ہے۔ امتِ مسلمہ کو ایک دھچکا نظریاتی محاذ پر پہنچایا گیا۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین 'روز مرہ زندگی کے لیے ضروری ٹھہرے۔ عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر کفار کے ساتھ دوستی' سیاسی کردار کے حصول اور معاملہ سازی کے لیے اولین شرط بنی۔ جہاد اور اس کے احکامات کی معطلی بار بار دہرایا جانے والا عمل بن گیا کہ جس پر کوئی اچنبھے کا شکار نہیں ہوتا۔ کوئی بھی شخص جو دینی غیرت و حمیت سے لبریز ہو' اُس سے جنگ کی جاتی ہے، دھوکہ دہی سے یا اس کے بنیادی حقوق سلب کر کے۔

تعلیم و تعلم کے میدان میں، اور آپ کیا کو کیا معلوم کہ یہ میدان کیا ہے! ایسے ادارے تخلیق کیے گئے جنہوں نے ایک پوری نسل کو اپنی زمین اور وطنیت کی محدود محبت کے جذبات میں گوندھ کر پروان چڑھایا۔ سیکولر تعلیمی نصاب مرتب کیا گیا، جس کے نتیجے میں ایک پوری نسل اپنی بنیاد اور اپنے عقیدہ سے محروم کر دی گئی اور عزت و بہادری جیسے اوصاف ان کے قلوب میں ہی دفن ہو کر رہ گئے۔ معاشرتی سطح پر، اخلاقی دیوالیہ پن عام ہوا اور اعلیٰ اخلاق رخصت ہوئے۔ گھر اجڑ گئے، ٹی وی، ریڈیو، سینما اور ویڈیوز نے خاندانوں کے خاندان اجاڑ ڈالے۔

سیاسی میدان میں امت مسلمہ کو ان خائن ظالم حکمرانوں کے ہاتھوں اذیت میں مبتلا رکھا گیا، جنہیں عالمی سامراج نے اپنے ہاتھوں سے اس مقصد کے لئے تیار کیا تھا کہ وہ مسلم خطوں کو مقبوضہ رکھنے، عوام کو مغلوب رکھنے، انصار اللہ کو معذب رکھنے میں مدد و معاون ہوں اور عیسائیوں اور قابلِ نفرت سیکولروں کو طاقت ور کریں۔ ان حکمرانوں نے اپنی ”ذمہ داری“ بخوبی نبھائی۔ ان کے جرائم پر دسیوں صفحات بھی ناکافی ہیں کہ کیسے انہوں نے امت کے وسائل اپنے ذاتی مقاصد کے لئے لوٹے۔

اسلام کے خلاف بپا کی گئی ان کی منظم جنگ کے حوالے سے تو نا ہی پوچھئے! دین سے جڑے لوگوں کا قتلِ عام، عوام کی نظر میں ان کو دہشت گرد اور جاسوس باور کروانا، انسانوں کے بنائے قوانین کی بزور قوت تنفیذ اور کفر کے قوانین کے مطابق فیصلوں کی بابت بھی مت پوچھئے! اس صورت حال کی عکاسی ان اشعار کی صورت ہی کی جاسکتی ہے:

بدعقیدگی و مغرب پرستی علم بن گئی
اور رقص و برہنگی فن کہلائی
برہنہ ٹانگیں اور بازو دیکھنا جائز قرار پایا
اور ایک جسم کی نظر حرام ہوئی
بدکاروں کے لئے انہوں نے کلب کھول دیے ہیں
اور نیکوکاروں کے لیے عقوبت خانے!
تم اللہ کی جانب بلانے کو تشدد کہتے ہو
کیا اللہ کی جانب بلانے والوں کا قتل تشدد نہیں؟
ہمارے حکمرانوں کی طرف سے مسلط کردہ ظلم سے بڑھ کر کیا دہشت گردی ہو گی؟
آہ! علما کی فکر کھوکھلی، مفلوج اور خوف کے سائے تلے چُھپ گئی۔
تم دین کو صرف ایک انسان کی جان بچانا اور چند کھوکھلے الفاظ کا مجموعہ سمجھتے ہو
جو دوسروں کو جگا بھی نہ سکیں
اے پسماندہ عربو!
کیا تم ان تباہیوں سے کچھ سبق حاصل کرو گے؟

(جاری ہے)

یقین جانیں! آپ بھول جائیں گے کہ آپ کی آنکھ سے ایک آنسو بھی بہا ہو، یا آپ کو غم کا کوئی سایہ بھی گزرا ہو... اگر آپ محسوس کر سکیں، ان معصوم بچوں کی حالت جنہوں نے اپنی آنکھوں سے ماں باپ کو ذبح ہوتے دیکھا، جلتے دیکھا، تڑپتے دیکھا... یا ان ماؤں کی حالت' جنہوں نے اپنے لعل، اپنے سسکتے دل کے ساتھ زیرِ خنجر کٹتے پائے... میں تمھیں بتاؤں راہِ حق کی آزمائش کیا ہے؟

یہ ہے راہِ حق کی آزمائش! یہ ہے لا الٰہ الا اللہ!
یہ ہیں رب کے محبوب! یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین!
جو سامنے ماں بہن بیٹی بیوی اولاد سب کچھ لٹتا دیکھ کر بھی،
لا الٰہ الا اللہ ّسے منہ نہیں موڑتے!
شہادت کو بڑھ کہ گلے لگاتے ہیں!
اگر تم محسوس کر سکو...
ان کمسن لڑکیوں کی کیفیت، جو نجانے کتنے گندے ہاتھوں میں درندگی سے مسلی جاتی ہیں۔
یا وہ نومولود کلیاں' جو بھوک سے رویں تو چپ کرانے کے لئے شہہ رگ پہ چُھری کا درد پاتے ہیں ...
بس اگر تم محسوس کرو تو... تو یہی ہے راہِ حق کی آزمائش!!!

امریکہ کی عالمی طاقت کے زوال میں القاعدہ کا کردار

جرمنی کی سرکاری نیوز ایجنسی 'ڈوئچے ویلے' کی ویب سائٹ پر یہ مضمون شائع ہوا...اللہ تعالیٰ نے اپنے کمزور بندوں کو کیسی توفیق اور نصرت سے نوازا کہ عالمی کفر کے سرغنہ کے خلاف ان کے ایمان و توکل کی بنیاد پر اپنائی جانے والی 'سٹریٹیجی' اور منصوبہ بندی اور عالمی کفر کے سردار کے سر پر لگائی جانے والی ان کی پیہم ضربوں نے اُسے بالکل نڈھال کر دیا ہے اور اُس کی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ اب ماضی کے اوراق میں گم ہونے کو ہے... مجاہدین اپنے رب پر ایمان اور توکل کی بنیاد پر کفر کی اس حالت کو کئی عرصہ سے بیان کر رہے ہیں...اب ہبلِ عصر امریکہ کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہو گئی ہے کہ صلیبی دنیا کے سرکاری ابلاغی ادارے بھی اس حقیقت کو 'نیم دروں نیم بروں' بیان کیے بغیر نہیں رہ پا رہے! فاللہ الحمد والمن کلہ

اس تجزیہ کو جرمن نیوز ایجنسی 'ڈوئچے ویلے' کے اس ویب لنک پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے: http://p.dw.com/p/12W3b

تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکی سرزمین پر ہونے والے دہشت گردانہ حملوں کے بعد القاعدہ اپنی اس حکمت عملی میں کافی کامیاب رہی ہے جس کا مقصد عالمی سطح پر امریکہ کے زوال کے عمل کو تیز کرنا تھا۔

خارجہ پالیسی کے عمل میں شامل فکری اشرافیہ میں اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ سابق صدر جارج بش کی انتظامیہ نے گیارہ ستمبر کے دہشت گردانہ حملوں پر ضرورت سے زیادہ ردعمل ظاہر کیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

اس کی ایک اہم وجہ اس وقت کی امریکی انتظامیہ میں حامیوں کے طور پر نئے قدامت پسندوں یعنی نیو کنزرویٹیوز کا اثر و رسوخ تھا جن میں نائب صدر ڈک چینی، پینٹاگون کے سربراہ ڈونلڈ رمزفیلڈ اور ان کے بیش تر ساتھی شامل تھے۔ ابھی لوئر مین ہٹن میں زمین بوس ہونے والی عمارتوں کی گرد بیٹھی بھی نہ تھی کہ نئے قدامت پسندوں نے صدر بش کی خارجہ پالیسی پر قبضہ جما لیا اور اسے ایک ایسی انتہا پسند راہ پر لے کر چل پڑے جس کا مقصد نہ صرف وسیع تر مشرق وسطیٰ میں امریکی غلبے کو مستحکم کرنا تھا بلکہ عالمی طاقت بننے کا خواب دیکھنے والے ملکوں اور علاقائی حریف طاقتوں کو بھی ان کے عزائم سے باز رکھنا تھا۔

نئے قدامت پسندوں نے چار برس قبل 'پروجیکٹ فار نیو امریکن سینچری' نامی تھنک ٹینک میں شمولیت اختیار کی تھی۔ اس تھنک ٹینک کے بانیوں میں ولیم کرسٹل اور روبرٹ کیگن جیسے نظریہ ساز شامل تھے جنہوں نے بہت پہلے سے امریکہ پر زور دینا شروع کر دیا تھا کہ وہ جب تک ممکن ہو، دنیا میں اپنی اجارہ داری قائم رکھے۔

انہوں نے مختلف خطوط اور مضامین کے ذریعے زیادہ فوجی اخراجات، ممکنہ خطرات کے خلاف پیشگی اور ضرورت کے مطابق یکطرفہ فوجی کارروائی اور امریکہ کے نزدیک ناپسندیدہ ملکوں کی حکومتوں کو بزور طاقت تبدیل کرنے کے نظریات کو فروغ دینا شروع کر دیا تھا۔

گیارہ ستمبر کے بعد دنیا بھر میں امریکہ کے ساتھ ہمدردی اور عوام کے اتحاد نے انہیں اپنے عزائم کو عملی شکل دینے کا موقع فراہم کر دیا۔ چنانچہ اسامہ بن لادن اور القاعدہ کے دیگر رہنماؤں کو گرفتار کرنے اور افغانستان کی تعمیر نو کی بجائے بش انتظامیہ نے عراق کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ۲۰۰۳ء میں عراق کے خلاف جنگ کو امریکی خارجہ پالیسی کا انتہائی تباہ کن فیصلہ تصور کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے نا صرف واشنگٹن کو حاصل بین الاقوامی حمایت اور یکجہتی ختم ہو گئی بلکہ دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ امریکہ کی جنگ اسلام کے خلاف ہے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ عراق پر حملہ کرنے سے امریکہ اسامہ بن لادن کے پھینکے ہوئے اس جال میں پھنس گیا، جس کا مقصد اسے جنگوں میں الجھا کر اس کی طاقت کمزور کرنا تھا۔ اسامہ بن لادن کو یقین تھا کہ جس طرح افغانستان میں جنگ کے بعد سابق سوویت یونین کمزور ہو گیا تھا، اسی طرح امریکہ کو بھی الجھا کر کمزور کیا جا سکتا ہے۔ اپنے ۲۰۰۴ء کے ایک آڈیو پیغام میں اسامہ بن لادن نے کہا تھا:

> ''ہم امریکہ کو اتنا لہولہان کر دیں گے کہ وہ دیوالیہ ہو کر رہ جائے گا۔ ہمارا کام بس اتنا ہے کہ کسی بھی جگہ ایک کپڑا لہرا کر اس پر القاعدہ لکھ دیں اور فوجی جنرل فوراً ہی وہاں دوڑ پڑیں گے اور اس کے نتیجے میں امریکہ کا جانی، مالی اور سیاسی نقصان ہوتا رہے گا''۔

بن لادن کی پیشگوئی درست ثابت ہوئی اور عراق، افغانستان کی جنگوں اور یمن، صومالیہ اور پاکستان میں ڈرون حملوں سے اس کے فوجی اخراجات میں نا صرف اضافہ ہوا بلکہ ان جگہوں پر لڑائی کے دوران شہریوں کی ہلاکت اور امریکی فوجیوں کے ہاتھوں قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک سے واشنگٹن کی اخلاقی ساکھ بھی پامال ہوئی۔

واشنگٹن دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں اب تک ۴ اعشاریہ ۴ ٹریلین ڈالر سے زائد اخراجات برداشت کر چکا ہے اور اس رقم کا امریکہ کے مالیاتی بحران میں قابل ذکر حصہ ہے۔ اگرچہ امریکہ کی فوج اب بھی دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ہے لیکن جس کامیابی سے دنیا کے غیر منظم گوریلا گروپوں نے اسے چوٹ لگائی ہے، اس سے بتدریج دنیا میں امریکہ کی طاقت کمزور ہوتی جا رہی ہے۔

بش کے دور میں قومی سلامتی کے اعلیٰ عہدے دار رچرڈ کلارک نے لکھا:

> ''ہم اپنے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلتے رہے، جنہوں نے جان بوجھ کر ایسی کارروائیاں کیں کہ ہم ان کا جواب ان کے اندازوں کے مطابق دیں، جس سے ہماری معیشت کو شدید نقصان پہنچا اور مشرق وسطیٰ میں ہمارے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا''۔

☆☆☆☆☆

ایمان اور کفر... قرآن و سنت کی روشنی میں

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضابطہ تکفیر:

اس لیے تکفیرِ مسلم کے بارہ میں ضابطۂ شرعیہ یہ ہو گیا کہ جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویلِ صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے کلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو، یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف ائمہ اجتہاد میں واقع ہو اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے، لیکن اگر کوئی شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی ہی تاویل و تحریف کرے جو اس کے اجماعی معانی کے خلاف معنی پیدا کر دے تو اس شخص کے کفر میں کوئی تامل نہ کیا جائے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

تتمہ مسئلہ از امداد الفتاویٰ (جلد سادس):

یہ کل بیان اس صورت میں تھا جب کہ کسی شخص یا جماعت کے متعلق عقیدۂ کفریہ رکھنا یا اقوالِ کفریہ کا کہنا متیقّن طریق سے ثابت ہو جائے، لیکن اگر خود اسی میں کسی موقع پر شک ہو جائے کہ یہ شخص اس عقیدہ کا معتقد یا اس قول کا قائل ہے یا نہیں؟ تو اس کے لیے اَحوَط واَسلم کا وہ طریق ہے جو امداد الفتاویٰ میں درج ہے۔ جس کو بعینہٖ ذیل میں بطورِ تتمہ نقل کیا جاتا ہے۔

اگر کسی شخص کے متعلق یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردّد ہو خواہ تردّد کے اسباب علما کا اختلاف ہو، خواہ قرائن کا تعارض ہو یا اصول کا غموض تو اَسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جاوے نہ اسلام کا، حکمِ اوّل میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، اور حکمِ ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے۔ پس احکام میں دونوں کو جمع کیا جائے گا، یعنی اس سے نہ عقدِ مناکحت کی اجازت دیں گے، نہ اس کی اقتداء کریں گے، نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے اور اس پر سیاستِ کافرانہ جاری کریں گے۔ اگر تحقیق کی کی قدرت ہو اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے اور اس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو ویسے ہی احکام جاری کریں گے، اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو تو سکوت کریں گے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں گے۔ اس کی نظیر وہ حکم ہے جو اہلِ کتاب کی مشتبہ روایات کے متعلق حدیث میں وارد ہے:

لاتصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم وقولواآمنا بالله وما انزل الينا۔الآية(رواه البخارى)

"نہ اہلِ کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب، بلکہ یوں کہو کہ: ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس وحی پر جو ہم پر نازل ہوئی"... الخ۔

دوسری فقہی نظیر احکام خنثیٰ کے ہیں:

يؤخذ فيه بالاحواط والاوثق فى امور الدين وان لايحكم بثبوت حكم وقع الشك فى ثبوته واذا وقف خلف الامام قام بين صف الرجال والنساء ويصلى بقناع ويجلس فى صلوٰته جلوس المرأة ويكره له فى حياته لبس الحلى والحريروان يخلوا بى غير محرم من رجل او امرأة او يسافر مع غيرمحرم من الرجال والاناث ولا يغسله رجل ولا امرأة وتيمم بالصعيد ويكفن كما يكفن الجارية وامثاله مما فصله الفقهاء

"خنثیٰ مشکل کے بارہ میں امورِ دین میں وہ صورت اختیار کی جاوے جس میں احتیاط ہو اور کسی ایسی چیز کے ثبوت کا اس پر حکم نہ کیا جاوے جس کے ثبوت میں شک ہو۔ اور جب وہ امام کے پیچھے نماز کی صف میں کھڑا ہو تو مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان میں کھڑا ہو، اور عورتوں کی طرح دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے اور قعدہ میں اس طرح بیٹھے جیسے عورتیں بیٹھتی ہیں، اور اس کے لیے زیور اور ریشمی کپڑا پہننا مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ کوئی مرد یا عورت غیر محرم اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھے یا ایسے مرد یا عورت کے ساتھ سفر کرے جو اس کا محرم نہ ہو، اور مرنے کے بعد اس کو نہ کوئی مرد غسل دے نہ عورت۔ بلکہ تیمم کرا دیا جاوے اور کفن ایسا دیا جارے جیسا لڑکیوں کو دیا جاتا ہے، اور اسی طرح دوسرے احکام جن کو فقہاء نے مفصل لکھا ہے"۔

خلاصہ رسالہ مع جواب بعض شبہات:

اس معاملہ میں سب سے پہلی بات قابلِ نظر یہ ہے کہ دائرۂ اسلام سے نکلنے یا کافر ہونے کے لیے اس کا قصد وارادہ ضروری نہیں۔ شیطانِ اکبر "ابلیس" نے کافر ہونے کا ارادہ نہیں کیا تھا مگر اس کی حرکت نے اس کو کافر بنا دیا۔ اسی کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے:

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (البقرۃ:۳۴)

"اور تھا وہ کافروں میں سے"۔

قرنِ اوّل میں مانعینِ زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب کے متبعین نے بھی ملتِ اسلامیہ کو چھوڑا نہیں تھا، مگر باجماعِ صحابہ 'اسلام سے خارج کر دیے گئے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر تاویل کے ساتھ انکار کرنے کو، مطلقاً انکار و تکذیب سے خارج قرار دیا جائے تو پھر دنیا میں کوئی بڑے سے بڑا کافر بھی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ "بت پرست" اور "یہود و نصاریٰ" سبھی کو مسلمان کہنا پڑے گا، کیونکہ شیطان ابلیس نے نہ کبھی خدا کا انکار کیا، نہ اس کی خدائی کا، نہ اس کی کسی صفت کا، بلکہ اس نے تو صرف غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ وہ تو یہ کہہ سکتا ہے کہ میں "موّحدِ اعظم" ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سرکشی کو تکذیب ہی کے حکم میں رکھ کر کفرِ عظیم قرار دیا۔ اسی طرح عام بت پرست اپنے

بتوں کی پرستش کی کبھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم بتوں کو خود خدا نہیں مانتے بلکہ ان کو قربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر رضا جوئی کے لیے ان کی عبادت کرتے ہیں۔ خود قرآن کریم نے بت پرستوں کی اس تاویل کا ذکر کرکے نا قابلِ التفات قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر:۳)

''ہم بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں''۔

اور کہیں یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ بت براہِ راست خدا نہیں بلکہ خدا کی مِلک ہیں، مگر غایتِ تقرب کی وجہ سے یہ بھی علم و قدرت وغیرہ میں خدا کے شریک ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مشرکینِ عرب اپنے حج میں بطورِ تلبیہ کہا کرتے تھے:

لاشریک لک الاشریکا ھو لک

''تیرا کوئی شریک نہیں، بجز اس کے جو تیری ہی مِلک سے ہے یعنی بت وغیرہ''۔

الغرض بت پرست اور مشرکین بھی کلمہ لاالہ الااللہ کی صریح مخالفت نہیں کرتے بلکہ تاویل کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ لیکن قرآن وحدیث نے ایسی تاویلاتِ باطلہ کو تکذیب وانکار ہی کا مترادف قرار دے کر ان سب کو کافر ہی کہا ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث کی تصریحات دربارۂ توحید ''لاشریک لک'' سے کسی فرد کے استثنٰی کی متحمل نہیں، اور ''لاالہ الااللہ'' کا عموم اپنے ظاہری معنی پر بلا کسی تخصیص واستثنٰی کے امتِ اسلامیہ کا اجماعی عقیدہ ہے۔

اسی طرح جو شخص، آیت ''خاتم النبیین'' یا حدیث ''لا نبی بعدی'' میں امتِ مسلمہ کے اجماعی عقیدہ کے خلاف کسی تخصیص واستثنٰی کی راہ نکالے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تو ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، مگر بجز اس کے جو ظلّی وبروزی طور پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عین یا ظل ہو، تو یہ درحقیقت مشرکینِ عرب کی اسی تاویل کا چربہ ہے جو وہ ''الا شریک ھو لک'' سے کیا کرتے تھے۔

اگر خاتم النبیین اور لا نبی بعدی میں تاویلاتِ باطلہ کرنے والے کو دائرۂ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو پھر بت پرست اور مشرکین کو، بلکہ ان کے معلّم وامام ابلیس کو بھی دائرۂ اسلام سے خارج یا کافر نہیں کہہ سکتے۔

اور جو لوگ ایسی تاویلاتِ باطلہ کرکے امت کے اجماعی عقائد اور قرآن وحدیث کی واضح تصریحات کی تکذیب کرنے والوں کو امتِ اسلامیہ سے علیحدہ کرنے کو اس لیے برا سمجھتے ہیں کہ اس سے اسلامی برادری کو نقصان پہنچتا ہے، ان کی تعداد کم ہوتی ہے یا ان میں تفرقہ پڑتا ہے، تو انہیں غور کرنا چاہیے کہ اگر تفرقہ اور اختلاف سے بچنے کے یہی معنی ہیں کہ کوئی کچھ کیا کرے اور کہا کرے، مگر اس کو دائرۂ اسلام سے خارج نہ سمجھا جائے تو پھر ان مٹھی بھر ملاحدہ وزنادقہ سے ملت کو کیا سہارا لگتا ہے؟ ایسی پوچ تاویلات کے ذریعہ تو سارے جہان کے کافروں کو ملتِ اسلامیہ میں شامل کیا جاسکتا ہے، اگر ایسی ہی رواداری کرنا ہے تو پیٹ بھر کے کی جائے تاکہ دنیا کی ساری قومیں اور سلطنتیں اپنی ہو جائیں اور یہ کفر وایمان کی جنگ ہی ختم ہو جائے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس روشن خیالی اور رواداری کے ساتھ قرآن سے ہاتھ دھونا پڑیں گے:

فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ (التغابن:۲)

''بعض تم میں کافر ہیں، اور بعض تم میں مومن ہیں''۔

کا اعلان کیا، اور جس نے ''حزب اللہ'' اور حزب الشیطان'' کا تفرقہ قائم کیا، اور جس کا تقریباً آدھا حصہ کفر اور کفار کے ساتھ جہاد وخلاف سے لبریز ہے۔

یہ کافر بنانا نہیں بتانا ہے!

آج کل بہت سے وہ لوگ جو اصولِ دین سے واقف نہیں، ملحدین کے ظاہری نماز، روزہ وغیرہ سے متاثر ہوکر ان کو کافر قرار دینے والے علما پر یہ الزام لگایا کرتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں۔ مذکورالصدر دلائل سے واضح ہوگیا کہ وہ کسی کو کافر بناتے نہیں، البتہ جو خود اپنے عقائدِ کفریہ کی وجہ سے کافر ہو جائے اس کا کافر ہونا مسلمانوں کو بتاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تکذیبِ رسول کی یہ صورت، جس کا نام ''زندقہ والحاد'' ہے، تکذیب وکفر کی بدترین اور اسلام اور مسلمانوں کے لیے ہر کفر سے زیادہ خطرناک ہے۔ ''ابلیس'' جیسا کافرِ اکفر اسی قسمِ تکذیب کی وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہے۔

لیکن یہ تکذیب چونکہ صاف تکذیب کے رنگ میں نہیں ہوتی اس لیے خود مسلمان بھی اس میں اکثر دھوکہ کھاتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ اس کا مرتکب عام شعائرِ اسلام، نماز روزہ، تلاوت اور قرآن وغیرہ کا پابند ہو۔

اس لیے ضرورت تھی کہ قرآن وحدیث اور اکابرِ امت کی تصریحات سے اس کی اصل حقیقت کو واضح کیا جائے۔ سو بحمد للہ اس رسالہ میں اس کی مکمل تفصیل آگئی، جس سے واضح ہوگیا کہ اسلام کے قطعی اور یقینی احکام کو بذریعۂ تاویلات ان کے منصوص اور اجماعی مفہوم سے پھیر کر اس کے خلاف کسی مفہوم پر محمول کرنا، درحقیقت رسول کی تکذیب ہے۔

اسی کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حدیث میں جو اہلِ قبلہ کی تکفیر کو منع کیا گیا ہے، اس کا یہ مفہوم نہیں کہ جو قبلے کی طرف منہ کرے، وہ مسلمان ہے۔ بلکہ یہ شرعِ اسلام کا ایک اصطلاحی لفظ ہے، جو صرف اُن لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو اسلام کے عام شعائر، نماز وغیرہ مسلمانوں کی طرح ادا کرتے ہوں اور ان سے کوئی قول وفعل ایسا سرزد نہ ہو، جس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

احتجاج کا مطلب

فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا نام سنتے ہی ایک ایسے حق گو اور بے باک عالم ربانی کا تصور خود بخود ذہن میں آتا ہے جو دورِ حاضر میں لایخافون لومۃ لائم کی تصویر تھے، دینی احکامات و مسائل کو کسی معذرت خواہانہ طرزِ تحریر و تکلم کے بغیر دوٹوک انداز میں بیان کرتے تھے، شرعی امور میں ''مصلحت و حکمت'' کی آڑ میں کسی قسم کی شرمندگی اور مداہنت کے بغیر پورے اعتماد اور فخر کے ساتھ بلا کم و کاست قرآن و سنت کی تعلیمات کا پرچار کرتے، معاملاتِ دینیہ میں کتمانِ حق کی روش اپنانے کی بجائے ہر قسم کے خوف، لالچ اور حرص سے کلّی طور پر آزاد ہو کر حق پر خود بھی چلتے اور اپنے متعلقین کو بھی بہر صورت حق ہی کی پیروی کرنے کا درس دیتے... آپ رحمہ اللہ 'عصر حاضر کے علمائے حقانی میں سے تھے جنہوں نے گمراہیوں اور ضلالتوں کے مقابلے میں 'دین و شریعت کی وہی ٹھیٹھ اور خالص تعلیمات عام کیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر چودہ صدیوں تک اسلافِ امت واکابرینِ اسلام نے اپنائی اور عام کیں۔ اپنی بے پناہ غیرتِ دینی اور حمیتِ ایمانی کے سبب معاشرے میں پھیلتی منکرات اور فتن و شرور کے مقابلے میں آپ ہمہ وقت مصروفِ عمل رہتے... آپ رحمہ اللہ ترکِ جہاد ہی کو امت مسلمہ کی پستی اور درماندگی کی وجہ مانتے تھے اور جہاد و قتال جیسے محکم ایمانی فریضہ کی طرف امت کے رجوع کو ہی مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ رحمہ اللہ کی قبر کو نور سے بھر دے کہ آپ نے امارتِ اسلامیہ افغانستان کی نصرت کا بھی حق ادا کیا اور طالبان حکومت کے قیام وانصرام میں بھی آپ رحمہ اللہ کا بنیادی کردار رہا۔ ادارہ نوائے افغان جہاد حضرت رحمہ اللہ کے مواعظ اور ملفوظات وارشادات میں سے جہاد، قتال کی فرضیت واہمیت اور فتنوں کے سدباب کے حوالے سے حضرت رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعلیمات کو سلسلہ وار شائع کرنے کا آغاز کر رہا ہے۔ تاکہ حضرت نور اللہ مرقدہ ہی کی تعلیمات کے ذریعے اُن لوگوں کی مذموم کاوشوں کا تدارک کرنے کی سبیل پیدا ہو جو حضرت نور اللہ مرقدہ کی حقیقی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر محض آپ رحمہ اللہ کے نام کی نسبت سے موجودہ دور میں نا صرف فتنوں کی آبیاری میں مصروف ہیں بلکہ حضرت رحمہ اللہ کی تعلیمات کے علی الرغم فتنوں کو پھیلانے اور اُنہیں دینی عنوانات دینے کے مراکز کا قبیح کام کر رہے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ یہ عناصر حقیقی طور پر علمائے سوء کا کردار نبھاتے ہوئے سرکار و دربار سے وابستگی کو ہی کامیابی کی ضمانت اور مدارِ نجات سمجھ کر 'فریضہ جہاد و قتال کی عملاً منسوخی کے لیے مرزا قادیانی ملعون جیسا ہی کردار ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ 'اِن مفسدین کے شر سے امت کو محفوظ فرمائے، آمین [ادارہ]

معلوم ہوا کہ رات کہیں جہاد کا جلسہ ہوا اس میں کچھ حضرات نے یہ فرمایا کہ ہندوستان نے قابل میں جو فوج بھیجی ہے ہم اس پر احتجاج کریں گے... احتجاج!

میں نے یہ خبر سنانے والے سے کہا یہ تو بالکل غلط طریقہ ہے۔ احتجاج تو وہ لوگ کرتے ہیں جو اسلحہ نہیں اٹھا سکتے۔ پھر احتجاج بھی کیسے کرتے ہیں؟ کفن باندھ لیا اور تصویریں کھنچوا لیں، کچھ نعرے لگا دیے اخباروں میں بیان دے دیا، ہڑتال کروا دی کہتے ہیں ہم نے احتجاج کر دیا۔

احتجاج کا مطلب تو یہ ہے کہ جہاد بالکل نہیں کریں گے!

ایسے چیختے رہیں گے چلاتے رہیں گے!!!

میں نے خبر سنانے والے کو تنبیہ کی کہا احتجاج کیوں کیا؟ یہ کیوں نہیں کہا کہ جہاد کریں؟!

زندگی ہو تو اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ہو! اُن کے اشاروں پر جان قربان کرنے کے لیے انسان ہر وقت تیار رہے، مستعد رہے...

؎ عروجِ حال سے ہٹ کر درسِ قال کیسے دوں

بلندی مل گئی تو ہے خیال اب خام زینے کا

یہ حال اگر نصیب ہے تو اس کے لیے زندگی بہتر ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر اس کے لیے زندگی سے موت بہتر ہے!

اب دوسرا شعر سنیں:

؎ عروجِ حال سے ہٹ کر درسِ قال کیسے دوں؟

بلندی مل گئی تو ہے خیال اب خام زینے کا

اس کا مقصد تو سمجھ گئے ہوں گے! مجاہد جو ہوتا ہے نا وہ باتیں زیادہ نہیں کرتا وہ زبان چلانے کی بجائے تلوار چلاتا ہے، اسلحہ چلاتا ہے۔ وہ درسِ قال نہیں دیا کرتا!

اللہ تعالیٰ جسے جہاد کی بلندی عطا فرمائے وہ احتجاج وغیرہ کی باتیں نہیں کرتا!

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو صرف ایک ہی جملہ لکھا صرف ایک:

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ

''تم لوگ میرے مقابلے میں تکبر مت کرو اور میرے پاس تابع ہو کر آؤ''۔

اس جملے سے پہلے صرف بسم اللہ ہے اور اپنا نام ہے:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ

''وہ خط سلیمان کی طرف سے ہے، اور وہ یہ ہے کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تم لوگ میرے مقابلے میں تکبر مت کرو اور میرے پاس تابع ہو کر آؤ''۔

ایک جملے نے ملکہ سبا کی سلطنت میں زلزلہ پیدا کر دیا۔

ہارون الرشید رحمۃ اللہ تعالی کے وقت ایک ریاست پر کسی کافرہ کی حکومت تھی وہ مسلمانوں کو جزیہ ادا کرتی تھی۔ اس کے مرنے بعد اس کا بیٹا حاکم ہوا تو اس نے بغاوت کی اور یہ کہا کہ میری ماں یہاں حاکمہ تھی، عورتیں چونکہ بے وقوف اور کمزور ہوتی ہیں اس لیے وہ جزیہ ادا کرتی رہی، میں مرد ہوں میں جزیہ نہیں دوں گا۔ ہارون رشید رحمہ اللہ تعالی نے لکھا:

جوابک ما تری الی ما ستعلم

"تیرا جواب عن قریب تو دیکھ لے گا"۔

تیرا جواب پڑھنے سننے کا نہیں تیرا جواب دیکھنے کا ہے۔ اس کی خبر لینے کے لیے ایک لشکر بھیجا کہ لو دیکھو جواب!

وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ

"عن قریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے ظلم کیا کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے"۔

انہوں نے بڑے دعوے نہیں کیے کہ ایسے کر دوں گا ایسے کر دوں گا یا یہ کہ چلیں مذاکرات کر لیں۔ کچھ ہم آپ کی مان لیں گے، کچھ آپ ہماری مان لینا۔ کچھ نہیں! جوابک ما تری الی ما ستعلم۔ اپنی سرکشی کا جواب تو میرے خط میں پڑھے گا نہیں دیکھے گا! لشکر بھیجا اور تمام کو تہس نہس کر ڈالا، تباہ کر ڈالا!

مسلمان احتجاجی جلسہ جلوس نہیں نکالا کرتے! باتیں نہیں بنایا کرتے! وہ تو کام کر کے دکھاتے ہیں!!!

[جواہر الرشید ج ۱۱، ص ۳۱،۳۰،۲۹]

....

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلح جہاد کریں گے!

جہاد کے موضوع پر بیان کے دوران حضرتِ اقدس نے اہل مجلس سے دریافت فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے یا نہیں؟

سب نے جواب دیا: "جی!"

پھر پوچھا: "جب وہ تشریف لائیں گے تو مسلح جہاد کریں گے یا بھائی بھائی کہہ کر دعوت دیں گے؟"

اہل مجلس نے بیک زبان جواب دیا:

"مسلح جہاد فرمائیں گے"۔

پھر حضرتِ اقدس نے دریافت فرمایا:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلح جہاد اکیلے کریں گے یا آپ کو بھی دعوت دیں گے؟"

سب حاضرین نے جواب دیا:

"ہمیں بھی دعوت دیں گے"

فرمایا:

"اگر کوئی نہیں گیا تو اسے قتل کریں گے یا نہیں؟"

سب نے جواب دیا:

"ضرور قتل کریں گے"۔

(آستین کے سانپوں کا سر تو سب سے پہلے کچلا جاتا ہے)

اس پر حضرت اقدس نے اہل مجلس کے توسط سے ہر ہر مسلمان سے فرمایا:

"جب آپ سب لوگ مسلح جہاد کے لیے تیار ہیں تو کیا آپ نے جہاد کی تربیت حاصل کی؟ اگر نہیں کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا کہیں گے ہمیں اسلحہ چلانا سکھائیں؟ یہ کتنی بے حمیتی کی بات ہو گی۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ یہ نہیں فرمائیں گے کہ نالائق! پہلے سے تیاری کیوں نہیں کی؟ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ مسلح جہاد کی تربیت حاصل کرے!"

حضرت اقدس نے مسلمانوں سے پوچھا:

"جس وقت پتھر اور درخت اپنے پیچھے چھپے ہوئے یہودی کی خبر دیتے ہوئے آپ سے کہیں گے کہ اے مسلمان! میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اسے قتل کر۔ تو آپ اس وقت کیا کریں گے؟ یہودی کی گردن اڑائیں گے یا کہیں گے کہ بھائی بھائی! آجا میں تجھے مسلمان کر کے جہنم سے نکالتا ہوں۔ اگر آپ نے ایسا کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پتا چل گیا تو وہ یہ نہیں کہیں گے کہ میں تو اللہ کا یہ حکم لے کر آیا ہوں کہ اللہ کے باغیوں کو قتل کرو اور یہ اسے دعوت دے رہا ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے مردود کو قتل فرمائیں گے یا نہیں؟ وہ اسے بھی یہودی کے ساتھ ہی جہنم میں پہنچائیں گے!"

[جواھر الرشید: ج ۹، ص ۳۴،۳۳]

☆☆☆☆☆

"اگر اس امت کے اہلِ ثروت اپنے دستر خوانوں کے بچے کھچے ٹکڑے ہی نصرتِ جہاد کے لیے بھیج دیتے تو آج نہ صرف افغانستان بلکہ پوری امت مسلمہ، چالیس صلیبی افواج کے چنگل سے آزاد ہو چکی ہوتی۔ افغانستان 'تمام ڈھائی لاکھ امریکی و یورپی نیٹو افواج کا قبرستان بن چکا ہوتا۔ ایک صلیبی فوجی بھی یہاں سے زندہ واپس نہ جا پاتا۔ لیکن اللہ تعالی کو شاید امت کا مزید امتحان مقصود ہے کہ ہماری غفلت کے باعث، ہمارے سامنے، ہمارے ہاتھوں سے بچ کر یہ کافر "بحفاظت" افغانستان سے نکلے جا رہے ہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون"۔

انجینئر احسن عزیز شہید رحمہ اللہ

یکم محرم سے دس محرم تک...

قاری ابو عمارہ

یکم محرم 'سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت ہے، جب کہ ماہِ محرم کا پہلا عشرہ' واقعہ کربلا کے حوالے سے اور سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ اور اُن کے ساتھیوں کی شہادت کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ یوں یکم تا دس محرم، وہ اہم ترین دن ہیں جن میں اسلام کی سیاسی تاریخ کو یکسر بدل دینے والے واقعات بھی رونما ہوئے اور فتنہ پرور مجوسیوں اور اسلام دشمنوں کی طرف سے اِنھی واقعات کو تاریخ سے خیانت کرتے ہوئے اس طرح پیش کیا گیا کہ امت کے خلاف روافض کے شر و رفتن کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوا۔ درج ذیل مضمون میں قاری ابو عمارہ نے ان واقعات کا پس منظر پیش کیا ہے اور کسی بھی صحابیٔ رسول کی تنقیص سے بچتے ہوئے' احتیاط کا دامن تھام کر تاریخی واقعات کو اُن کی درست سمت میں پیش کیا ہے۔ مضمون اگرچہ طویل ہے، ہمارے معاشرے میں ماہِ محرم کی نسبت سے روافض کی جانب سے مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے حساس موضوع کو لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ و شتم اور تاریخ کو موڑ توڑ کر پیش کر کے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک ہستیوں اور اُن کی پاکیزہ سیرتوں سے تنفر پیدا کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں امید ہے کہ اس پُر فتن ماحول کے تناظر میں، ان تمام شرور کے سدباب کی کوشش کے طور پر ہی مضمون کو دیکھا جائے گا اور قارئین پر طوالتِ مضمون گراں نہ گزرے گی۔ [ادارہ]

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

تمام تعریفیں اس پروردگار کی ہیں جو کائنات کا رب ہے۔ اور جس کی قدرت کائنات اور سے باہر جو کچھ بھی ہے سب پر حاوی ہے۔ جس نے اس کائنات کو انسان کا مسکن بنایا۔ اور انسانوں کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا۔ ان انسانوں میں سے مسلمان امت کو سردار بنایا اور اس امت اور تمام جہانوں کی سرداری اپنے محبوب پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی۔ ان کو آخری نبی اور رسول بنایا اور اپنے دین کے غلبے کا وعدہ اس امت کے ساتھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے فرمایا۔ اور ایک دن وہ اس کائنات کو اپنے حرف 'کُن' سے ختم کر دے گا اور یوم حساب شروع ہو گا، جہاں وہ اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کو مسلمانوں کے حق میں قبول کرے گا۔

درود و سلام ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو عالمین کے سردار ہیں اور دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ان کے ساتھیوں سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر اللہ کی رحمت ہو جو اس کے دین کے غلبے کی خاطر پوری دنیا میں جدوجہد کرتے رہیں گے۔

تاریخ عالم کو قرآن حکیم کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے دو ہی گروہ ہیں۔ ایک وہ جو اپنی اور اپنے ساتھیوں کی فلاح کے لیے کام کرتا رہا، اس گروہ میں انبیاء و رسل اور مسلمان شامل ہیں، جو خیر خواہی کے جذبے سے تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کرتے رہے۔ دوسرے وہ ہیں جنھوں نے سرکشی اختیار کی اور آخر کار وہ اللہ کے نزدیک مغضوب قرار پائے یہاں تک کہ ان کو تباہ کر دیا گیا۔ قومِ نوح، عاد، ثمود، طسم، جدیس، عمالقہ، اصحاب الرس، اصحابِ مدین، قوم لوط وغیرہ جو اللہ سے باغی ہوئے اور تباہ کر دیے گئے یہ اللہ کی سنت کا ایک دور تھا۔

رفتہ رفتہ تمدنِ انسانی کی وسعت ایسی ہو گئی کہ بستیاں' سلطنتوں میں تبدیل ہو گئیں۔ اس دور میں اقوام کو تباہ کرنے کی بجائے خاص خاص سرکش لوگوں کو اللہ نے تباہ کر دیا اور ان کو باقیوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا تاکہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں۔ نمرود، فرعون، قارون، ہامان، بیل شازار، جالوت، بنی اسرائیل کے سرکش گروہ، دقیانوس، ابرہہ اور قیصر و کسریٰ اسی دور میں تباہ ہوئے۔ اس دور کا سب سے بڑا واقعہ حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع الی السماء ہے۔ اس رفع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص علاقے، رنگ یا نسل کے لیے نہیں بلکہ پورے عالم انسانی کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مکمل ضابطۂ حیات کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا گیا' جو دین اسلام کہلاتا ہے۔ اس میں احکام و قوانین، سیاسیات، سماجیات اور عمرانیات کے تمام ضابطے موجود ہیں جو قیامت تک کے لیے انسانوں کو کافی ہیں۔ اور اسی کو فلاح کا راستہ قرار دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چُنی ہوئی جماعت کا تعاون بھی دیا گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس دین کو دنیا میں پھیلانے کے لیے تیار تھی۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت ہے جن کو دنیا میں ہی 'رضی اللہ عنهم و رضوا عنه' کا تمغہ عطا کر دیا گیا۔ اس جماعت میں تین قسم کے افراد شامل تھے۔

۱۔ وہ لوگ جو ہجرت سے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے اور سابقون الاولون کا خطاب حاصل کر چکے تھے۔ اس جماعت کا عمومی مزاج ہی اللہ کے دین کی مناسبت سے ڈھل گیا تھا اور سرداران اسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ خلفائے راشدین اسی طبقے کے لوگ تھے۔

۲۔ وہ لوگ جو بیعتِ رضوان کے بعد اور فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے۔ یہ زیادہ تر عسکری ذہنوں کے لوگ تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں عسکری شکستوں کے بعد مسلمان ہوئے۔ آگے چل کر یہ لوگ اسلامی عسکری تاریخ کا ایک اہم حصہ بن گئے۔

۳۔ وہ لوگ جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ یہ زیادہ تر انتظامی صلاحیتوں کے لوگ تھے۔

ان تین گروہوں کے اشتراکِ عمل سے نہ صرف عرب میں فتنہ ارتداد و بغاوت کا خاتمہ ہوا بلکہ اسلام' عرب کی حدود سے نکل کر روم و فارس میں پھیل گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب خلیفۃ رسول' سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے اور اپنا جانشین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بنا چکے تھے۔ نئے خلیفہ کی ذمہ داری اس صورت حال میں بہت زیادہ ہوگئی تھی کہ ایک جانب مسلمان افواج روم اور دوسری جانب فارس میں لڑ رہی تھیں۔ ان افواج کی ذمہ داری اور حوصلہ افزائی خلیفہ' دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مرہونِ منت تھی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس ذمہ داری کو بہت احسن طریقے سے نبھایا حالانکہ یہ بہت مشکل کام تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنے ہوئے زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ جسر کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور بہت سے لوگ میدان سے بھاگ آئے، ان لوگوں کو حوصلہ دے کر واپس میدان میں بھیجنا اور لوگوں کو طعنہ زنی سے روکنا' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہی کام تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اس پالیسی کی وجہ سے ایک جانب قادسیہ میں ایرانی جنگی قوت تباہ کر دی گئی دوسری جانب یرموک میں روم کی قوت پاش پاش ہوگئی، ایک طرف وسط ایشیا اور خراسان کے راستے کھل گئے تو دوسری جانب مصر اور ترکی کی جانب مسلمان افواج کا راستہ صاف ہو گیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام پر سہ جہاتی کام جاری تھا۔

1۔ نئے علاقے فتح ہو رہے تھے اور ان علاقوں میں اللہ کے دین کی اشاعت ہو رہی تھی۔ ایک روایت کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک ہزار چھتیس شہر فتح ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وسیع خطے میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا راستہ کھل گیا۔

2۔ مفتوحہ علاقوں میں اللہ کے دین کی تبلیغ کے لیے علماء صحابہ رضی اللہ عنھم کو بھیجا جا رہا تھا۔ چنانچہ شام میں ابو درداء رضی اللہ عنہ، کوفہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، بصرہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ اسی دور میں بھیجے گئے تھے۔ یہ فہرست اپنی جگہ بہت طویل ہے حدیث و تاریخ میں یہ تفصیل موجود ہے۔

3۔ جیسے جیسے مختلف علاقوں کی آبادی مسلمان ہو رہی تھی، ویسے ویسے اسلام کو نئے مسائل اور نظریات سے سابقہ پیش آ رہا تھا۔ اس سے نمٹنے کے لیے تدوینِ سنت کا کام ہوا اور فقہِ اسلامی کی بنیاد پڑی، یعنی اسلام' ایک نظام کی حیثیت سے غیر مسلموں کے سامنے پیش ہوا۔[1] جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ تعلیمِ دین و سنت کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں علماء صحابہ کو بھیجا تھا۔ ان صحابہ رضی اللہ عنھم کے شاگردوں نے ابتدائی طور پر ان صحابہ رضی اللہ عنھم کی تعلیمات سے جو نوٹس اور تشریحات لکھیں ان پر آئندہ فقہ کی بنیاد رکھی گئی۔ خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تعلیمِ دین کے لیے ایک خاص محکمہ قائم کیا تھا جس کے تحت حفاظ، قراء اور علما کو تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے خاص حلقے کا شمار کیا گیا تو یہ سولہ سو حفاظ پر مشتمل تھا۔ قبائل میں تعلیمِ قرآن و سنت کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص ابو سفیان کو مقرر کیا۔ یہ قبائل میں گھوم کر ہر شخص کا امتحان لیتے تھے اور نماز و قرآن کو پرکھتے تھے اور جس شخص کی کوئی کمی یا کوتاہی دیکھتے اس کو سزا دیتے تھے۔ ان تمام کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرے میں سنت' مزاج بن گئی۔ اسی دور میں اسلامی نظام پر قلمی کام بھی شروع ہو چکا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پالیسی یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مفتوحہ علاقوں میں راسخ کر دیا جائے، نو مسلموں کو قرآن و سنت کی تعلیم دی جائے اور ان کے سامنے احادیث بھی وہ پیش کی جائیں جو سنن ہوں نہ کہ متشابہات، تاکہ ان کے ذہن کسی گمراہی کی طرف مائل نہ ہوں۔ بعد میں جب احادیث کی روایت عام ہوگئی اور گمراہ فرقوں نے متشابہات سے استدلال شروع کیا تو اس پالیسی کی حکمت سب کو سمجھ میں آئی۔

تاریخ کی تدوین مختلف نکتہ ہائے نظر کے تحت کی جاتی رہی ہے۔ قدیم یونان سے لے کر آج تک ہر دور میں یہ نکتہ ہائے نظر تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ قرآن حکیم کا موضوع چونکہ انسان کی دنیوی اور اخروی فلاح ہے، اس لیے اُس کی تقسیم ہی' درست تقسیم ہے۔ موجودہ دور میں جو اینلائٹمنٹ کے حوالے سے تاریخ لکھی جا رہی ہے، وہ اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ یہ باغی اذہان کی جانب سے لکھی گئی ہے، جو اپنی عقل سے معاملات کو درست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یورپی یا امریکی مورخین کو دیکھیں تو وہ اس پر متفق نظر آتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا نظام ہی بہترین ہے لیکن وہ مغربی سرمایہ دارانہ نظام کو اس کی تمام ترنحوستوں کے باوجود قابلِ قبول مانتے ہیں اور استدلال یہ کرتے ہیں کہ موجودہ دور میں چودہ سو سال پہلے کا نظام لانا ممکن نہیں ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اسلام کی برکات پر متفق ہونے کے باوجود عقلی طور پر وہ اس پر اتفاق کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اپنی سلطنت پر سیاسی گرفت بھی آہنی تھی اور ان کی موجودگی میں کسی فتنہ کا امکان بھی نہیں تھا۔ سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار پوچھا کہ "جن فتنوں کی پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے ان میں مَیں بھی مبتلا ہو سکتا ہوں؟" تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ کے اور

[1] یہاں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس سے پہلے اسلام مدون نہ تھا یا سنت کی تدوین نہ ہوئی تھی، بلکہ یہ ایک نظام کی حیثیت سے غیر مسلم اقوام کے سامنے نہ آیا تھا وہ ایک مذہب کی دوسرے مذہب پر فتح کے تناظر میں اسلام کی فتوحات کو دیکھتے تھے۔ چنانچہ اس تدوین سنت کا جو پورے عالم اسلام میں ہو رہی تھی آگے چل کر فقہ اسلامی کی تدوین اور مسائل کی تخریج پر اہم اثر پڑا۔

ان فتنوں کے درمیان ایک دروازہ ہے اس لیے آپ ان فتنوں سے محفوظ ہیں"۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ "کیا یہ دروازہ کھلے گا یا توڑ دیا جائے گا؟" جواب ملا: "یہ توڑ دیا جائے گا"۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پھر وہ دروازہ میں خود ہوں"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آپ رضی اللہ عنہ کو بھی یہ احساس تھا کہ جو قوتیں اسلام کی دشمنی پر اُتری ہوئی ہیں وہ آپ رضی اللہ عنہ کی جان کے بھی درپے ہیں۔ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ سے دعا فرمائی: "اے اللہ مجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں شہادت کی موت عطا فرما" جو قبول ہو گئی۔

اصل الفاظ یہ ہیں "سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا فتنہ"...یہ اس فتنہ کی ہمہ گیریت کی جانب اشارہ ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کے آخر میں ظاہر ہوا۔ حقیقت میں یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہی شروع ہو گیا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اسلامی نظام کی مضبوطی کا اس قدر شدید احساس تھا کہ آپ نے معاشرے کی تربیت غیر طبقاتی بنیاد پر کی، جہاں کوئی نہ تو اعلیٰ ہو نہ ہی ادنیٰ بلکہ سب ہی برابر ہوں۔ خود آپ رضی اللہ عنہ اپنے عُمّال کی ہر حرکت پر نظر رکھتے تھے اور ان کو کسی طرح بھی حد سے تجاوز نہ کرنے دیتے تھے، تاکہ نئے مسلمان ہونے والے لوگوں پر اس کا برا اثر نہ پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اپنی حیثیت بھی مسلمانوں کے ایک فرد سے زیادہ نہ تھی سوائے اس کے کہ آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر تھے۔ دس سال آٹھ ماہ کی خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ نے خلافتِ اسلامی کو اتنی مضبوط بنیادوں پر استوار کر دیا تھا کہ بعد کی تمام سازشیں اس خلافت کے ادارے کو ختم کرنے میں ناکام ثابت ہوئیں۔ ہاں خود مسلمانوں کے معاملات ایسے ہو گئے کہ خلافت ختم ہو گئی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت حادثہ تھا یا اس کے پیچھے کوئی سازش تھی؟ عام مورخ تو اس کے پیچھے کوئی سازش نہیں دیکھتے مگر محققین کے نزدیک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سازش کا نتیجہ تھی اور اس کے پیچھے ایرانی قوم پرست تھے۔ جنھوں نے ابولولو فیروز کو آلۂ کار بنایا تھا۔ ہرمزان، جو ایک ایرانی نومسلم تھا اور اسلام قبول کر کے مدینہ میں ہی رہائش پذیر ہو گیا تھا، کو ابولولو سے ملتے دیکھا گیا تھا اور اس وقت ابولولو کے پاس وہ خنجر بھی تھا جس سے اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ ایک عیسائی جفینہ سے بھی ابولولو کی ملاقات ثابت ہوتی ہے۔ بعد میں عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے غصے میں بے قابو ہو کر ہرمزان اور جفینہ کو قتل کر دیا اور یہ شواہد کسی ٹھوس صورت میں سامنے نہ آ سکے۔

محققین نے اس پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے لیکن واقعہ یہی ہے کہ ٹھوس شواہد سامنے نہیں آ سکے۔ ہرمزان کے قتل کے شاہدین کا کہنا یہ ہے کہ اس نے قتل کے وقت کلمہ شہادت پڑھا تھا اس سے تو ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ہرمزان اس قتل کا شریک نہیں تھا (واللہ اعلم)۔ لیکن مدینہ میں عجمی اور فارسی النسل غلاموں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو جنگوں میں شکست کے بعد گرفتار کیے گئے تھے اور غلام بنا لیے گئے تھے۔ یہ لوگ سابقہ سپاہی تھے اور اپنی بے بسی اور سابقہ شہنشاہی شان و شوکت یقینی طور پر ان لوگوں کے ذہن میں راسخ تھی، حالات نے ان کو غلامی کی زندگی کی جانب دھکیل دیا تھا مگر ان کے ذہنوں میں قدیم شہنشاہیت والا ماضی زندہ تھا اور اگر ان لوگوں کی جانب سے سازش ہوئی تھی تو یہ حیرت انگیز نہیں ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان عجمی النسل لوگوں کو مدینہ میں رکھنے کے خلاف تھے مگر صحابہ رضی اللہ عنھم کے دباؤ کی وجہ سے انہوں نے اِن غلاموں کو مدینہ میں رہنے دیا۔ جیسا کہ وفات سے کچھ دیر پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مکالمے سے ظاہر ہوتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ ان غلاموں کو مدینہ میں رکھنے کے حامی تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تاریخ اسلامی کا ایک عظیم سانحہ ہے لیکن سیاستِ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اتنی فیصلہ کن تھی کہ اس سے فائدہ اٹھانے کا غیر مسلم طاقتوں کے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ انتہائی پُرامن طریقے سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے اور اگلے چھ سال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سیاست ہی کارفرما رہی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم مزاجی کے باوجود کوئی فتنہ برپا نہیں ہوا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں کیونکہ مال و دولت کی فراوانی ہو گئی تھی اور مختلف علاقوں کی فتوحات کی وجہ سے مال غنیمت اُمڈا چلا آ رہا تھا اس سے بہت سی خرابیاں بھی رونما ہو رہی تھیں۔ عام لوگ خوش حال اور فارغ البال ہو گئے تھے۔ خوش حالی تو فتنہ نہ تھی مگر فارغ البالی فتنے کا سبب بن رہی تھی۔ بے فکری عام تھی اور نئے مفتوحہ علاقوں میں مسلمان ہونے والے اس سطح کی تربیت حاصل نہ کر سکے تھے جو صحابہ رضی اللہ عنہ کو یا ان کے بعد آنے والوں کو ملی۔ اسلام کا بنیادی طرزِ حیات سادگی اور قناعت کی دعوت دیتا ہے، اس سادگی اور قناعت کو مدینہ یا مکہ میں تو برقرار رکھا جا سکا مگر شام، عراق، مصر وغیرہ، جہاں پہلے شہنشاہیت موجود رہی تھی، وہاں اس سادگی کو برقرار رکھنا مشکل ہو گیا۔ یوں وہ طبقاتی تفاوت ابھر کر سامنے آ گیا جس کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوری قوت سے دبائے رکھا تھا۔ سب سے پہلے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے شام میں اس تفاوت کے خلاف آواز بلند کی۔ گو یہ آواز طبقاتی تفاوت کے خلاف تھی لیکن بہت جلد اس کا رُخ مڑ کر مال و دولت جمع کرنے والوں کے خلاف ہو گیا۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ مال و دولت جمع ہونا ہی اس تفاوت کی وجہ بنا تھا۔ شام میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر تھے انہوں نے پہلے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کو سمجھایا مگر انہوں نہ اس پر کان نہ دھرے اور بدستور مال و دولت جمع کرنے کی مذمت جاری رکھی۔ ان کا استدلال تھا کہ مال کو اکٹھا کر کے رکھنے کے نتیجے میں یہ قیامت کے دن سانپ بنا کر اور آگ میں تپا کر داغا جائے گا، اس لیے اس کو خرچ کر دو۔ مگر دوسرے صحابہ رضی اللہ عنھم کا استدلال تھا کہ مال و دولت میں سے زکوٰۃ نکالنے کے بعد یہ پاک ہے اور اس پر

عذاب نہ ہو گا بلکہ اگر سارا ہی مال خرچ کر دیا جائے گا تو وراثت کے احکامات کس طرح جاری ہوں گے؟ ظاہر ہے اس مسئلے میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا مسلک انتہا پسندی پر مبنی تھا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی شکایت مرکزِ خلافت میں کی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلا لیا۔ مگر مدینہ بھی اب وہ مدینہ نہ رہا تھا، مال و دولت کی فراوانی نے یہاں بھی اپنے اثرات چھوڑے تھے۔ چنانچہ یہاں بھی ابو ذر رضی اللہ عنہ کے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مناظرے ہوئے مگر ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور تنگ آ کر ابو ذر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ربذہ کے مقام پر منتقل ہونے کی خواہش ظاہر کی جو پوری کر دی گئی، ان کو وظیفہ ویسے ہی جاری رہا جیسے اس سے پہلے ہوتا تھا۔ یہیں ابو ذر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

اسی دوران میں شام میں عبد اللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بدسلوکی کی کہانیاں پھیلا کر رائے عامہ کو مشتعل کرنے کی کوشش کی۔ اس کوشش کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیا اور فسادیوں کو مصر و عراق میں منتشر کر دیا گیا۔ یہ منتشر کرنا خود سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر تھا جو کشت و خون کو ناپسند کرتے تھے، ورنہ اس جرم کی سزا قتل سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ ان باغیوں نے جُہلا کو اپنے ساتھ ملایا اور ایک تحریک کھڑی کر دی جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف کام کر رہی تھی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر مختلف الزامات عائد کیے گئے اور یہ لوگ بصرہ، کوفہ اور مصر سے مدینہ آ دھمکے۔ ان لوگوں کی بات چیت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور اکابر صحابہ نے بھی ان کو سمجھایا اور بعض یقین دہانیوں پر یہ لوگ واپس جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ ابھی یہ لوگ کچھ دور گئے تھے کہ انہوں نے ایک سازش تیار کی اور واپس مدینہ آئے اور ایک شخص کو پیش کیا جو مصر جا رہا تھا اور اس کے پاس مصر کے حاکم کے لیے ہدایت تھی کہ ان باغیوں کو قتل کر دیا جائے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال سے برأت کا اظہار کیا۔ باغیوں نے اس حکم نامے کو لکھنے کا الزام مروان بن حکم پر لگایا اور اس کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مطالبے کو رد کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خود امیر تھے اور اس طرح کے مقدمات میں فیصلہ کا اختیار انہی کے پاس تھا، سو ان سے اس طرح کا مطالبہ کرنا ہی اس بات کی علامت تھا کہ ان کو خلیفہ اور امیر تسلیم نہیں کیا جا رہا۔ مروان کی حوالگی سے انکار کے بعد باغیوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر خلافت سے دست برداری کے لیے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ اس کشمکش میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور مسلمان کسی امیر کے بغیر رہ گئے۔ باغیوں کو معلوم تھا کہ حج ہو چکا ہے اور مسلمانوں کے قافلے اب دربارِ نبوی پر حاضری کے لیے روانہ ہوں گے، مدینہ کے لوگ جو حج کے لیے جا چکے تھے وہ بھی واپس آئیں گے تو باغیوں کو امان نہیں ملے گی۔ انہوں نے مدینہ میں موجود اکابرین پر دباؤ ڈالا کہ وہ خلافت کی مسند پر بیٹھ جائیں۔ مدینہ میں علی المرتضیٰ، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنھم اجمعین موجود تھے۔ ان تینوں نے انکار کر دیا مگر باغیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کی دھمکی دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے باغیوں سے بیعت لینے کی بجائے مسجد نبوی میں اہل مدینہ سے بیعت لی، اس بیعت کے بعد باغیوں نے بھی بیعت کر لی۔

اس بیعت سے صورت حال نہیں بدلی۔ سب متفق تھے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ناحق اور مظلوم شہید ہوئے ہیں اور ان کا قصاص لیا جانا واجب ہے۔ چنانچہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنھما مدینہ سے مکہ گئے، جہاں اماں عائشہ رضی اللہ عنھا پہلے ہی موجود تھیں۔ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنھما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت بھی کر لی تھی اور اس کو فسخ کرنے کے لیے بھی وہ تیار نہیں تھے۔ مگر قتلِ عثمان ایسا معاملہ تھا جس کو کسی طرح موخر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس صورت حال میں کہ خلیفہ باغیوں کے نرغے میں ہو یہی فیصلہ ہو سکتا تھا کہ چھاونیوں کا رخ کیا جائے اور افواجِ اسلامیہ کو باغیوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا جائے۔ ایک لشکر جس کی سربراہی زبیر رضی اللہ عنہ کر رہے تھے[2]، بصرہ کی جانب روانہ ہوا۔ بصرہ سے مدد حاصل کرنے کے بعد یہ لشکر کوفہ کو مڑا، مگر اس سے پہلے ہی باغی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ چھوڑ کر کوفہ روانہ ہونے کے لیے مجبور کر چکے تھے۔ کوفہ پر قبضہ کے بعد ابھی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کچھ سانس ہی لے سکے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا لشکر کوفہ پہنچ گیا۔ اس لشکر کی سربراہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں برائے نام ہی تھی کیونکہ قاتلین عثمان اس لشکر کے اراکین اور سرداران تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اور عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ تھے۔ ان دونوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا، یہاں صلح کی بات چیت ہوئی اور اصولی طور پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اعتماد اور قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے پر اتفاق رائے طے پا گیا۔ اس وقت کیونکہ رات ہو رہی تھی اس لیے صلح کا زبانی اعلان کر دیا گیا اور اصل کارروائی کو اگلے روز پر ملتوی کر دیا گیا۔ اس التوا کا فائدہ اٹھا کر قاتلین عثمان' جو اس صلح سے سب سے زیادہ پریشان تھے کہ ان کی جانوں پر بن گئی تھی نے' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ کی اور جنگ شروع کر دی۔ رات کی تاریکی میں تو کچھ معلوم نہ ہوا مگر صبح ہوئی تو دونوں لشکر ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے۔ اس جنگ نے عشرہ مبشرہ کے دو اہم ارکان کو نگل لیا، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنھما اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا الزام مروان بن حکم پر لگایا جاتا ہے لیکن اس کی کوئی ٹھوس شہادت موجود نہیں ہے۔ ویسے بھی جنگ کے اژدہام میں یہ دیکھنا کہ کون کس کو نشانہ بنا رہا ہے ممکن نہیں تھا اور جمل کی جنگ تو ویسے بھی ایک

---

[2] عام طور پر اس لشکر کی سربراہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کو بتایا جاتا ہے مگر یہ غلط ہے: دیکھیں ابن کثیر

بھگدڑ تھی۔ اندازہ یہ ہے کہ یہ نام بعد میں داخل کیا گیا تاکہ مروان کی ذات پر باغیوں کے الزامات کو درست ثابت کر کے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شبہ سے نکالا جا سکے (واللہ اعلم)۔ کہا یہ جاتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کو فتح ہوئی مگر کیا یہ واقعی فتح تھی؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کاش کہ میں بیس سال پہلے مر گیا ہوتا"۔ فتح پر اس طرح کے الفاظ کون بولتا ہے؟

باغیوں نے فتح کے نشے میں مالِ غنیمت کی تقسیم کا بھی مطالبہ کیا مگر حضرت علی ضی اللہ عنہ نے سوال کیا: "تم میں سے کون اپنی ماں عائشہ رضی اللہ عنہ کو باندی بنانا چاہتا ہے؟" اس سوال پر باغی اپنے مطالبے سے دست بردار ہو گئے۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کا مطالبہ بہت حیرت انگیز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت بھی باغیوں میں مسلمانوں کو کافر سمجھنے والا عنصر موجود تھا جیسا کہ صفین کے بعد خوارج کی صورت میں سامنے آیا۔ بہر حال جنگ ختم ہو گئی، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنھما شہید ہو گئے، اماں عائشہ رضی اللہ عنھا کو عزت و احترام سے واپس مدینہ روانہ کر دیا گیا اور عراق میں امن قائم ہو گیا۔ لیکن یہ امن عارضی تھا کیونکہ اصل مسئلہ یعنی قصاصِ عثمان ابھی تک حل نہیں ہوا تھا اور مسلمانوں میں اضطراب کا باعث بن رہا تھا۔ ابھی تک مصر و شام نے کسی قسم کی مخالفت نہیں کی تھی اور شاید یہ سوچ کار فرما تھی کہ مدینہ و کوفہ ہی اس معاملے کو بہتر طور پر سمجھ کر حل کر لیں گے۔ مگر ہوا اس کے برعکس اور مدینہ کی مرکزی حیثیت بھی کوفہ منتقل ہو گئی، جہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھے اور اس لشکر کے اصل کارپرداز وہ باغی تھے جو قتلِ عثمان میں ملوث تھے۔

ان حالات میں شام و مصر نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہ لیا جائے۔ یہ ایک نئی طرز کا اقدام تھا۔ اس کو سمجھنے کے لیے شام و مصر کے حالات کا اندازہ کرنا ضروری ہے۔

شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے گورنر چلے آ رہے تھے۔ جب کہ مصر میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی کافی عرصے سے گورنر تھے اور اپنے علاقوں پر ان کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ سیاسی تدبر کے لحاظ سے یہ دونوں عرب کے مانے ہوئے لوگ تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو 'سیاس العرب' کا خطاب خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فہم فراست کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں کیا رائے پائی جاتی تھی۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی اسی پائے کے آدمی تھے۔ اس صورت حال میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مشکل محاذ کھل گیا تھا اور یہ ایسا محاذ تھا جو نہ ان کی مرضی سے کھلا تھا نہ جس پر وہ لڑنا چاہتے تھے۔ خود حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پہلے کوفہ کی جانب پیش قدمی کی شدید مخالفت کی تھی اور بعد میں صفین کی جانب کوچ کے موقع پر بھی آپ کی مخالفت واضح تھی۔ مگر حالات ایسے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں "عقلیں حیران ہیں اور فتنہ کا ایک در بند کرتے ہیں تو دوسرا کھل جاتا ہے" والا معاملہ ہو گیا تھا۔ اس سارے معاملے کی توجیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کی انہوں نے فرمایا:

> "جب اللہ کے کسی نبی کو قتل کیا گیا تو اس قاتل قوم کے ستر ہزار افراد اس کے بدلے میں قتل کیے گئے اور جب کسی نبی کے خلیفہ کو قتل کیا گیا تو پینتیس ہزار افراد قتل ہوئے"۔

جمل کی خوں ریزی ابھی خشک نہ ہوئی تھی کہ باغیوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش قدمی کروا دی۔ یہاں معاملہ یہ تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تجویز کہ "پہلے بیعت کر لی جائے بعد میں قصاص کا معاملہ دیکھ لیا جائے گا"۔ یہ ہر لحاظ سے بہترین تھی مگر حالات ایسے تھے کہ کسی کو بھی باغیوں کی نیت پر اعتماد نہ تھا۔ جمل کا معاملہ سب کے سامنے تھا جب ہوئی ہوئی بیعت کو دھوکے سے جنگ میں بدل دیا گیا تھا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کوچ کی خبر ملی تو وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ صفین کی جانب روانہ ہو گئے جو شام و عراق کا ایک سرحدی مقام ہے۔

شام میں صرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری ہی نہیں تھی بلکہ بنی امیہ کی ایک بڑی تعداد بھی شام میں آباد ہو گئی تھی۔ جب یہاں شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر پہنچی تو رائے عامہ مشتعل ہو گئی یہ اشتعال نہ تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تھا نہ ہی خلافت کے، بلکہ یہ اشتعال باغیوں کے خلاف تھا۔ اس اشتعال میں اور بھی اضافہ ہوا جب جمل کی صلح کو دھوکے سے جنگ میں بدل دیا گیا۔ چنانچہ اب مصر بھی شام کے ساتھ شامل ہو گیا اور عالمِ اسلام عملاً دو حصوں میں بٹ گیا۔ ایک جانب حجاز عراق اور خراسان تھے تو دوسری جانب یمن مصر اور شام تھے۔ صفین میں جو افواج اکٹھی ہوئی تھیں وہ انہی علاقوں سے آئی ہوئی تھیں۔

صفین میں کیا ہوا؟ یہ ایک انتہائی الجھا ہوا معاملہ ہے۔ تاریخی حوالوں سے دیکھیں تو ایک بڑی خونریزی اور جنگ و جدل جو دو ماہ تک جاری رہا۔ مگر جب ہم ان حوالوں کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اکثر کہانیاں ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صفین میں کوئی بڑی جنگ وقوع پذیر نہیں ہوئی بلکہ چند جھڑپیں ہوئیں جن میں سے ایک میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ چونکہ عمار رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی تھی کہ ان کو شہید کیا جائے گا اور ان کو ایک باغی گروہ شہید کرے گا تو یہ الزام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر پر لگا کر ان کو باغی گروہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیان نے واضح کر دیا کہ عمار

رضی اللہ عنہ کو انہی لوگوں نے شہید کیا تھا جو ان کو جھڑپ کے مقام پر لائے تھے۔ اگرچہ بعد میں اس بیان کو بھی مشکوک کرنے کی کوشش کی گئی لیکن خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک معاملے میں اختلاف کو اس سب لڑائی کی وجہ سمجھتے تھے۔

صفین میں ایک لشکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا اور دوسرا لشکر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا، یہ متحارب گروہ تھے۔ مگر ایک تیسرا لشکر بھی تھا۔ یہ لشکر قاریوں کا لشکر کہلاتا تھا اور اس کے خیمے دونوں افواج کے عین بیچوں بیچ لگائے گئے تھے اور اس سے کوشش یہ تھی کہ کوئی بھی کشیدگی وقوع پذیر نہ ہو اور اگر ہو جائے تو اس کو روکا جائے۔ یہ واضح رہے کہ خوارج کو بھی 'قراء' کا نام دیا جاتا تھا لیکن بعد میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تو ان کو الگ سے خوارج کا نام دیا گیا اور 'قراء' کا نام ان سے ساقط کر دیا گیا۔ ابو وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں 'قراء' کا لفظ ان صلح کروانے والے حضرات کے لیے استعمال ہوا ہے اور ابن کثیر نے اس سارے معاملے کو ابو وائل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ ان حضرات کی کوشش یہ تھی کہ صلح کی کوئی صورت نکل آئے اور مسلمانوں کے درمیان قتل و غارت کا سلسلہ بند ہو۔ ان کی کوششوں کے باوجود ایک معرکہ ایسا گرم ہوا کہ کسی طرح نہ رُکا۔ اس معرکے کو ختم کرنے کے لیے انہی حضرات نے قرآن نیزوں پر اٹھا کر جنگ بندی کی کامیاب کوشش کی۔ آخر کار دونوں گروہ تحکیم پر راضی ہو گئے۔ اور ان حضرات کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔ ایک اور روایت کے مطابق صفین کے معرکے کے ختم ہونے کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن مجید بھیجیں اور اس پر صلح کی بات کریں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو تسلیم کر لیا۔ اس طرح تحکیم کا معاملہ وقوع پذیر ہوا۔ لیکن اس روایت میں قرآن نیزوں پر اٹھانے کا تذکرہ نہیں ہے، ممکن ہے کہ یہ دونوں ہی واقعے ہوئے ہوں۔ تحکیم کے لیے دو حضرات کو نامزد کیا گیا

1۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

2۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

ان دونوں حضرات پر مسلمانوں نے کامل اعتماد کا اظہار کیا اور دومۃ الجندل میں ان حضرات کی بیٹھک ہوئی۔ ان حضرات کے سامنے امت کے مستقبل کا سوال تھا۔ یہ واضح رہے کہ یہ دونوں کسی گروہ کی نمائندگی کے لیے اکٹھے نہیں ہوئے تھے جیسا کہ بعض تواریخ میں لکھا جا چکا ہے بلکہ یہ امت کے نمائندوں کی حیثیت سے امت کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ اس کمیٹی کے سربراہ کی حیثیت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھی اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس کمیٹی کے رکن تھے۔ ان دونوں حضرات کے ساتھ ایک مضبوط جماعت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں موجود تھی تاکہ باغی ان مذاکرات کو سبوتاژ نہ کر سکیں۔ اس بات کا خدشہ یوں تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر تو صفین سے واپس ہو گیا تھا مگر علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے بہت سے لوگ دومۃ الجندل آ گئے تھے اور ان کے پرانے کرتوت کو دیکھتے ہوئے یہ کوئی ناقابل یقین بات نہیں تھی کہ وہ ان دو حکم حضرات پر حملہ کی کوشش نہ کرتے۔ چنانچہ غیر جانبدار افراد جو صفین میں قاری کہلائے تھے ان دونوں حضرات کی حفاظت پر مامور ہوئے۔ ان حضرات کی گفتگو کئی دن تک جاری رہی اور یہ دونوں ایک حکمت عملی وضع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس حکمت عملی کا اعلان کرنے کے لیے یہ دونوں حضرات اپنی جائے قیام سے باہر آئے اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس حکمت عملی کا اعلان کیا۔ یہ دو نکات پر مشتمل تھی۔

1۔ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو ان کے مناصب سے معزول کیا جاتا ہے۔

2۔ مسلمان اپنا امیر چننے کے لیے آزاد ہیں۔

ابو موسیٰ شعری رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا "علی رضی اللہ عنہ کو تو بے شک معزول کر دو مگر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان کے عہدے پر رہنے دو"۔ اس بات کو اتنا اچھالا گیا کہ آج بھی ان پر سب سے بڑا الزام یہی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے نمائندے کی حیثیت سے بدعہدی کی لیکن حقیقت کیا ہے اس پر ایک بار نظر اڈالتے ہیں:

1۔ نہ تو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور نہ ہی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کسی گروہ کے نمائندے تھے، نہ وہ اس معاملے کو اپنی ترجیحات کے حوالے سے حل کر سکتے تھے بلکہ یہ معاملہ کتاب و سنت کے ذریعے حل ہونا تھا اور اس کا حل سیاسی ہونا بھی ضروری تھا کیونکہ یہ معاملہ ہی سیاسی تھا۔ یوں کہنا چاہیے کہ یہ دو رکنی کمیٹی تھی۔

2۔ کمیٹی کے سربراہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے نہ کہ کمیٹی میں دونوں برابر حیثیت کے مالک تھے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ہی کتاب و سنت کے عالم تصور ہوتے تھے اور مدینہ کے اصحاب فتویٰ میں آپ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کے فیصلے کی سیاسی تطبیق کر رہے تھے تاکہ اس معاملے میں کوئی ابہام باقی نہ رہ جائے۔

3۔ فیصلے کا اعلان بھی ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا نہ کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے۔

4۔ جب کمیٹی اپنا فیصلہ سنا چکی تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک رائے پیش کی جس کے متعلق مسلمانوں کو اختیار تھا کہ اس کو قبول کر لیں یا رد کر دیں۔

ان چاروں نکات کو ذہن میں رکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ کیا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر عائد کردہ الزام درست ہے؟ اور جو گفتگو ان دو معزز صحابیوں کی تاریخ کی کتابوں میں نقل کی گئی ہے وہ درست ہو سکتی ہے؟ اور کیا یہ ان حضرات کی بارگاہ میں بہت بڑی گستاخی نہیں کہ ان کو امت کے معاملات میں خائن بتایا جائے؟ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مشورے کی بنیاد یہ تھی کہ اصل معاملہ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے اور وہ مرکز سے متعلق ہے اس لیے معاملہ کو مرکز تک ہی رکھا جانا چاہیے۔ ایک صوبائی عامل کو معزول کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا معاملہ تو وہیں رہے گا۔

کمیٹی نے تو اپنا فیصلہ سنا دیا مگر اس فیصلے کو بوجوہ تسلیم نہ کیا گیا۔ دراصل کمیٹی کا فیصلہ قصاصِ عثمان کے معاملے میں آنا چاہیے تھا لیکن اس نے اس بنیادی جڑ کو ہی ختم کرنے کی کوشش کی تھی جو قاتلینِ عثمان کو پناہ فراہم کر رہی تھی۔ ان حالات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں کی جانب سے اس فیصلے کو مسترد کر دینا کچھ حیرت کی بات نہیں ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس فیصلے کو مسترد کر دیا۔ ہو سکتا ہے خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی کمیٹی نے اپنی حدود سے تجاوز کیا ہو۔ اب صورت حال کچھ ایسے بنی کہ شام مصر اور یمن کو خلافت کے زیر اثر آزاد علاقہ تصور کر لیا گیا۔ جب کہ حجاز عراق اور خراسان (ماوراء النہر) کو خلافت کا اصل علاقہ تصور کر لیا گیا۔ بہر حال جنگ بندی ہو گئی اور امن قائم ہو گیا۔

اسی دوران میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے ایک گروہ نے بغاوت کی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر تحکیم کو قبول کر لینے کی وجہ سے کفر کا فتویٰ عائد کیا۔ ان کے نزدیک اللہ کے علاوہ کسی کی تحکیم قابل قبول نہیں تھی۔ اس گروہ کے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بغاوت کی وجہ سے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ تحکیم کو قبول کر لینے کی وجہ سے کافر ہو گئے تھے (اعاذنا اللہ من ذالک)۔ اس گروہ کو توبہ کی دعوت دی گئی مگر جب انہوں نے توبہ نہ کی تو ان کے ساتھ قتال کیا گیا اور چار ہزار کی تعداد میں ان کو قتل کر دیا گیا۔ یہ امت میں خوارج کا اولین ظہور تھا۔ (سنت کے راستے کو چھوڑ دینے یا آپس میں نا اتفاقی کے کیا کیا مصائب و نتائج ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے)۔

نہروان کی جنگ کے بعد خوارج نے ایک سازش کے ذریعے علی، معاویہ، اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی۔ اس کوشش کے نتیجے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اب خلافت کی مسند پر سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ رونق افروز ہوئے۔ ان کو بھی اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑوانے کی کوشش کی گئی جیسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو لڑایا گیا تھا۔ مگر پہلے ہی معرکے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو عبرت ناک شکست دی۔ یہ خبر کوفہ پہنچی تو باغیوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور ان کو ہی لوٹ لیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے توسط سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اور خلافت کی ذمہ داری سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی۔ اس طرح کوئی پانچ سال بعد عالم اسلام دوبارہ ایک مرکز پر اکٹھا ہو گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشین گوئی: ”میرا یہ بیٹا سردار ہے، امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعے امت کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا“ پوری ہوئی۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت انیس سال آٹھ ماہ جاری رہی۔ اس خلافت میں نہ صرف عام مسلمان کو خوش حالی اور امن و امان نصیب ہوا بلکہ اسلامی سلطنت کا دائرہ چوالیس لاکھ مربع میل سے بڑھ کر چونسٹھ لاکھ مربع میل پر پھیل گیا۔ یہ اس وقت کی معلوم دنیا کا نصف تھا۔ قسطنطنیہ پر حملہ کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارتیں ارشاد فرمائی ہیں اور قسطنطنیہ کے فاتح کے لیے جس قسم کے انعامات ارشاد ہوئے ہیں، ان کے حصول کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف قسطنطنیہ پر بار بار حملے کیے بلکہ اس کو فتح کرنے کے لیے باقاعدہ گرمائی حملوں کی بنیاد رکھی۔ (یعنی ہر موسم گرما میں روم کے اندر ایک حملہ ضرور کیا جاتا تھا)۔ ان حملوں میں سے ایک حملے میں یزید اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اکٹھے شریک تھے جب کہ یزید اس لشکر کا امیر تھا۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ 'جو میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' ان حملوں میں شریک ہوتے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ایسے ہی ایک حملے میں ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کو روم کی سرزمین پر ہی قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفنایا گیا۔ بحری جہاد اسی دور میں شروع ہوا اور باقاعدہ بحری بیڑے تیار کر کے سمندروں میں بھی کفر کو للکارنے کا عمل جاری ہوا (سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر اسی لیے کہا جاتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے پہلے امیر البحر تھے)۔

۵۰ھ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ یہ مشورہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے دیا تھا جو کوفہ کے گورنر تھے۔ اس مشورہ کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمان اس طرح کے حالات سے ڈرے ہوئے تھے جو شہادتِ عثمان کے بعد پیدا ہوئے۔ اس لیے یہ کوشش کی گئی کہ کسی کی نامزدگی ہو جائے تاکہ امت 'سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد کسی انتشار کا شکار نہ ہو۔ اس مشورے کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سال حج کے بعد مدینہ حاضری کے موقع پر اکابر صحابہ کے سامنے اس بات کو رکھ دیا اور ولی عہد کے طور پر یزید کا نام پیش کیا۔ اس ولی عہدی کے پیچھے کوئی پدری شفقت موجود نہ تھی بلکہ اس وقت تک یزید نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی موجودگی میں خود کو امارت کا اہل ثابت کیا تھا۔ مگر اصحابِ مدینہ اس تجویز کے سخت مخالف ثابت ہوئے۔

اس وقت مدینہ میں چار اصحاب تھے جو اکابر کہلا سکتے تھے۔

۱۔ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ ۲۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

۳۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۴۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ

حسین ابن علی، عبدالرحمٰن بن ابو بکر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے تو اس تجویز کے حمایت ضرور کی مگر یزید کی ولی عہدی کی کھل کر مخالفت کی اور یہاں تک کہا کہ آپ اپنے بعد امت کو اسی حال میں چھوڑ جائیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے۔ یا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح کسی ایسے شخص کو نامزد کریں جو آپ کا عزیز نہ ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے واضح الفاظ میں ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ اہل مدینہ کی رائے اور مخالفت جان کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بات پر اصرار نہیں کیا۔ یہ بات یہیں ختم ہو گئی اور اگلے دس سال سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک اس بات کا تذکرہ بھی کہیں نہیں ہوا۔ ۵۸ھ میں عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا، جبکہ رجب ۶۰ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت یزید دمشق سے باہر تھا چنانچہ امرائے شام نے اس کو بلا کر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس پرانی تجویز کی روشنی میں امیر مقرر کر دیا۔ اس سے یہ شبہ نہ ہو کہ یزید خود امارت سنبھالنے کا خواہش مند نہیں تھا بلکہ یہ معاملہ یزید کی رضا مندی سے ہی پیش آیا تھا۔ اس کا حمایتی گروہ اس کو اقتدار دلانے کے لیے پوری طرح سرگرم تھا۔ ویسے بھی اگر یزید اس معاملے میں شامل نہ ہوتا تو وہ اس معاملے کو مسلمانوں کے مشورے سے مشروط کر دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ بغیر مشورے کے مسلمانوں کے معاملات پر قبضے اور اس کے بعد زبردستی بیعت لینے کے معاملات یہ واضح کرتے ہیں کہ اس مسئلے میں یزید بدنیت تھا۔ ابھی اس کو خلیفہ تسلیم ہی نہیں کیا گیا تھا کہ اس نے اہلِ حجاز سے زبردستی بیعت لینے کی کوشش کی جس کا اس کو حق ہی نہ تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے کے بھی خلاف تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ کوئی معمولی بات نہیں تھی، اس میں ایسے شخص کو قتل کر دینے کا حکم تھا۔ اس تناظر میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا عمل بالکل جائز تھا کہ انہوں نے ایک ایسے معاملے میں جھکنے سے انکار کر دیا جس کا یزید کو حق ہی نہ تھا۔ یوں سمجھیں کہ یزید امیر تھا ہی نہیں مگر وہ جس سختی کو اختیار کر رہا تھا وہ دوہرا ظلم تھا اور یہ دستور کی خلاف ورزی تھی جس کے تحت اہلِ رائے لوگوں کو اپنا امیر چننے کا حق تھا۔ چنانچہ جب یزید کے امیر بننے کی خبر مدینہ پہنچی تو ساتھ ہی یزید کی بیعت کے لیے امیر مدینہ کے پاس حکم بھی آ گیا۔ یہ دوسرا ظلم تھا یعنی ایک تو امر خلافت میں کسی قسم کا مشورہ نہیں کیا گیا تھا، دوسرے بیعت کے لیے زبردستی کی جا رہی تھی۔ ابھی یہ معاملات جاری تھے کہ مروان بن حکم، جو اس وقت مدینہ میں موجود تھا، کو امیر مدینہ بنا کر حکم دیا گیا کہ ہر صورت میں بیعت لو۔ مروان نے ہر تین حضرات (عبداللہ بن عمر، حسین بن علی اور عبدالہ بن زبیر رضی اللہ عنھم اجمعین) کو مسجد نبوی میں بلا کر یہ حکم دکھایا اور بیعت لینے کی کوشش کی۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اگلے دن تک کا وقت مانگا اور اسی رات مدینہ چھوڑ کر مکہ کی جانب کوچ کیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت سے بچنے کی کوشش کی لیکن آپ کو بھی مدینہ چھوڑنا پڑا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی تاکہ فتنے سے بچا جا سکے۔

یہاں سے وہ مزاحمت شروع ہوئی جو کربلا سے ہوتی ہوئی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اختتام پذیر ہوئی۔ اصل مزاحمت تو کربلا میں ہی ختم ہو گئی تھی جب کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یہ معاملہ سرے سے ہی ختم ہو گیا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ پہنچنے کی خبر عام ہوئی تو عراق سے خطوط آنے شروع ہو گئے جن میں یزید سے بے زاری اور آپ رضی اللہ عنہ سے وفاداری کا اظہار تھا۔ یہ ایک طویل داستان ہے جو کربلا اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت تک جاری رہی[3]۔

کربلا کے سفر اور اس میں ہونے والے سانحے کی تفصیلات عام طور پر دستیاب ہیں۔ اس حوالے سے دو رائیں ہیں

۱۔ کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شرائط پیش کیں جن پر یزید کا لشکر (جس میں بڑی تعداد میں اہلِ کوفہ شامل تھے) ان شرائط کو ماننے پر تیار نہ ہوا یہ شرائط مندرجہ ذیل بیان کی جاتی ہیں۔

الف: مجھے چھوڑ دو کہ میں واپس چلا جاؤں۔

ب: مجھے چھوڑ دو کہ میں سرحدوں پر چلا جاؤں اور جہاد کروں۔

ج: مجھے چھوڑ دو کہ میں یزید کے پاس چلا جاؤں۔ بعض روایات میں اس شرط میں یہ اضافہ بھی ہے کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں۔

مگر یہ آخری شرط کسی طرح باور کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ اس معاملے پر ہی تو سارا اختلاف تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس ظلم کے خلاف ہی تو نکلے تھے۔ اگر وہ یہ شرط رکھتے ہیں تو پھر یزید کے لشکر کے امیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں کوئی قباحت نہیں تھی تجدید خود یزید کے ہاتھ پر ہو جاتی۔ پھر خود عبید اللہ بن زیاد کا طرز عمل کہ ہر صورت میں بیعت یا قتل کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے اس شرط کو مشکوک بنانے کے لیے کافی ہے۔

۲۔ دوسری رائے یہ ہے کہ کسی شرط کے پیش کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے مردوں سمیت کربلا میں شہید کر دیے گئے۔ یہ رائے زیادہ

---

[3] یہاں کیونکہ واقعات بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ ایک خاص سمت میں توجہ دلانا مقصود ہے اس لیے صرف اشارات پر ہی اکتفا کیا ہے۔

قرین قیاس ہے اور دیگر ذرائع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ یزید کے لشکر کی جانب سے انتہائی اقدام اٹھانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے پاس اس کا حکم موجود تھا۔ اسی وجہ سے عمرو بن سعد کو لشکر کی امارت سے ہٹا کر شمر ذی الجوشن کو امیر بنایا گیا اور عبید اللہ بن زیاد نے اس کو براہ راست بیعت لینے یا قتل کے احکامات جاری کیے۔ باقی یزید کے دربار میں جو رد عمل ہوا اور سوگ منایا گیا اس کی حیثیت ایک سیاسی ڈرامے سے زیادہ نہیں ہے بعض دفعہ اس سے زیادہ بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔ خود عبید اللہ بن زیاد کا بیان موجود ہے کہ جب اس کو یزید نے مدینہ پر حملے کا حکم دیا تو اس نے کہا: ''اللہ کی قسم یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس (یزید) کے لیے نواسہ رسول کو بھی قتل کروں اور مدینۃ الرسول پر بھی حملہ کروں''۔ خلیفہ بن خیاط نے اس کی تصریح کی ہے۔ اس کے علاوہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو یزید نے سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اپنی بیعت کرنے پر شکری کا خط لکھا اور اس میں سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ملحد قرار دیا تو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں یزید کو ہی ملحد قرار دیا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا براہ راست الزم یزید پر عائد کیا اور عراق سے آئے خطوط کے بارے میں بھی یزید کو ہی الزام دیا کہ یہ خط اس نے لکھوائے تھے تا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اکیلا کر کے بیعت لی جائے یا شہید کر دیا جائے۔ اس رائے کی قوت اور درستی ماننی پڑتی ہے۔

بعض حلقے اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ سب کچھ مذہبی نہیں بلکہ سیاسی بنیادوں پر ہوا تھا۔ یہ کسی حد تک درست ہے مگر یہاں ایک بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اسلام میں مذہب اور سیاست ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور یہ بنی اسرائیل میں بھی ایسے ہی تھا۔ اس لیے کہ اسلام کی اصل سیاست ہے اور اس سیاست کی وجہ سے ہی اس کا غلبہ صدیوں تک قائم رہا ہے۔ تو اگر حسین رضی اللہ عنہ اپنی امارت یا خلافت کی جانب دعوت دیتے اور لوگ اس کو قبول کر لیتے تو بھی اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں تھی کیونکہ اس کی بنیاد مسلمانوں کے مشورے پر ہی ہوتی ویسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے سیاسی حکمتِ عملی اور اس کی نفوذ پذیری ثابت ہوتی ہے۔ ہاں جو لوگ اس جنگ کو ''دو شہزادوں کی جنگ قرار دیتے ہیں'' ان کی ذہنی حالت پر سوچنا پڑتا ہے کیونکہ یہ کسی طرح سے دو شہزادوں کی جنگ نہیں تھی۔ واقعات اس رائے کے بالکل خلاف ہیں۔

صورت حال یہ تھی کہ یزید کی جانب سے بیعت لینے کی عجلت اور اس پر سختی نے نا صرف اہلِ مدینہ کو بھڑکا دیا بلکہ اہلِ عراق کو بھی موقع فراہم کر دیا کہ وہ اپنی پرانی شرارتوں پر آمادہ ہو جائیں۔ کربلا میں کیا ہوا یہ اتنا اہم نہیں ہے بلکہ اہم یہ ہے کہ اس واقعے کے نتائج کیا ہوئے۔ چونکہ ایک مسلسل تحریک موجود تھی جو حجاز سے عراق تک پھیلی ہوئی تھی، اس لیے عراق میں اہل کوفہ کی بدعہدی کے باوجود مکہ اور مدینہ میں مزاحمت جاری رہی یہاں تک کہ اہلِ مدینہ نے کھلی بغاوت کی اور یزید کی افواج نے مدینہ پر حملہ کر کے اس کے تقدس کو پامال کیا۔ پھر مکہ پر حملہ کیا اور حرمِ کعبہ پر سنگ باری کی۔ اپنے نتائج کے اعتبار سے یزید کے وہ جرائم جو روافض بڑے سوز و غم سے بیان کرتے ہیں کچھ بھی نہیں ہیں جو اس سے اصل میں سرزد ہوئے۔

۱۔ خلافت پر زبردستی قبضہ: اس طرح اس نے بعد میں آنے والوں کے لیے ایک بری مثال قائم کر دی اور مسلمانوں کا ایک بنیادی حق غصب کر لیا۔

۲۔ حضرت حسین اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنھما کو مدینہ چھوڑنے پر مجبور کرنا۔

۳۔ کوفہ کے لوگوں سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھوانا تاکہ وہ مکہ چھوڑ کر کوفہ آ جائیں۔ (اس کی تصریح سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے خط میں موجود ہے، جو یزید کے نام ہے اور ابن کثیر نے اس کو نقل کیا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اس پر اعتبار نہ کیا جائے۔ سیاسی وجوہات بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں)۔

۴۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے ساتھ تمام بالغ مردوں کا قتل۔

۵۔ مدینہ منورہ پر حملہ اور اس کی حرمت کو پامال کرنا۔

۶۔ مکہ مکرمہ پر حملہ اور حرم کعبہ پر سنگ باری کا حکم دینا۔

ان میں سے ایک دو معاملات کو تو غلطی کہا جا سکتا ہے مگر حق یہ ہے کہ ایک کے بعد ایک جرم ہوتا جائے اور ہم اس کو غلطی کہیں تو یہ انصاف نہیں ہے۔

اپنی نوعیت کے اعتبار سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بچانے کی کوشش آخری کوشش تھی اس کے بعد ایسا ماحول بن گیا کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اگرچہ اپنی خلافت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے مگر آپ رضی اللہ عنہ کو اس خلافت کو استحکام دینے کی مہلت نہ مل سکی۔ یہ بھی طے نہ ہو سکا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد جانشینی کا معیار کیا ہو گا اور یہ جانشینی کیسے وقوع پذیر ہو گی۔

اس پورے معاملے کا ماحصل یہ ہے کہ خلافت کو اپنے منہج پر کیسے قائم رکھا جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پیچھے یہی ذہنیت کارفرما تھی کہ مسلمانوں کے مرکز کو توڑا جائے مگر یہ کوشش خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے طرز سیاست کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکی۔ ان کی اپنی سلطنت پر گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم مزاجی بھی باغی قوتوں کو چھ سال بعد نظر آئی۔ پھر اسی کوشش کو آگے بڑھاتے ہوئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور مرکز کی تقسیم کے کچھ آثار نمایاں ہونے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سارا دور انہی معاملات کو سلجھانے میں گزر گیا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر کے اس کوشش کو بے اثر کر دیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اگرچہ جمہور کی جانب سے خلافتِ راشدہ تسلیم نہیں کی گئی، مگر اس کو خلافت ضرور تسلیم کیا گیا یہ ملوکیت نہیں تھی۔ ان کے بعد یزید نے

مسلمانوں کے معاملات پر زبردستی قبضہ کر کے خلافت کو ملوکیت میں بدل دیا۔ اگرچہ اس کی اولاد تو خلیفہ نہیں بن سکی مگر بعد میں بنی مروان، بنی عباس اور عثمانی خلفانے اسی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے "ملوکیت نما خلافت" کو بر قرار رکھا۔ علما اصولی طور پر اس کو خلافت راشدہ قرار نہیں دیتے بلکہ وہ اس خلافت کو ایک مرکزی ادارے کے قیام کے طور پر دیکھتے ہیں جو مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار تھا۔ یہاں نہ تو مسلمانوں کا امیر ان کا ایک فرد تھا نہ ہی درست طریقے سے قرآن و سنت کے مطابق یہ نظام چلایا جاسکا۔ آخری دور میں تو معاملات بالکل ہی اُلٹ گئے اور خلافت کا ادارہ بھی ختم ہو گیا۔

جب بھی یکم محرم سے دس محرم کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے گی تو اس کا ایک ہی سبق نظر آئے گا کہ یہ در حقیقت مسلمانوں کے معاملات پر قبضہ کرنے کی کوشش ہو رہی تھی جس میں منافقین مدینہ سے لے کر حوارینِ یزید تک سب ہی اپنے اپنے وقت پر ذمہ دار تھے۔ کیونکہ یہ معاملات پچاس سال سے زائد عرصے پر پھیلے ہوئے ہیں اس لیے کسی ایک شخص پر اس کی ذمہ داری ڈالنا ممکن نہیں مگر آخری شخص جو اس کا اصل ذمہ دار تھا وہ یزید تھا۔

بعض محققین 'خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کرنے کی ذمہ داری سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر عائد کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں ہے۔ جن حضرات نے یزید کی اس کوشش کے خلاف مزاحمت کی تھی، وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قدم کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ان حضرات کی موجودگی میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور انہوں نے معاملات کو چلایا مگر ان حضرات میں سے کسی نے بھی ان کے خلاف خروج نہیں کیا حتّٰی کہ حجر بن عدی نے خروج کی کوشش کی تو اس کا ساتھ دینے کے لیے ان حضرات میں سے کوئی آگے نہیں بڑھا۔ اگر یہ حضرات سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ملوکیت سمجھتے تو اس کے خلاف بھی ایسے ہی مزاحمت کرتے جیسے یزید کے خلاف کی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بعض معاملات میں رخصت پر عمل کرنے کے باوجود سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ان حضرات میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ جب کہ یزید کی خلافت کو ان حضرات نے ایک دن کے لیے بھی تسلیم نہیں کیا۔ سوائے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے جنہوں نے فتنے سے بچاؤ کے لیے یزید کی بیعت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ فتنے سے بچاؤ کے لیے تھی تو کراہت سے ہی ہو گی خوش طبعی سے تو نہیں ہو سکتی۔

ہوا یہ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت (یکم محرم الحرام) سے خلافت کا منصب ایک بھنور میں پھنس گیا تھا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اس کو منجدھار میں لے آئی، جہاں سے بڑی کوشش کے بعد اس کو نکال کر درست راستے پر ڈالا گیا یعنی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت متفقہ طور پر قائم ہو گئی۔ (اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت حق نہیں تھی بلکہ وہ اپنے تمام عرصہ میں منجدھار میں ہی رہی) مگر بد قسمتی سے جن لوگوں نے اس خلافت کے امر کو درست راستے پر ڈالا تھا وہ بھی نئے خلافت کے معاملے میں درست راہ کا انتخاب نہ کر سکے اور خلافت کی اصل کو بچانے کی تمام کوششیں ضائع ہو گئیں۔ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ کے الفاظ میں: "خلافت راشدہ جو اسلام کی بلند ترین منزل ہے وہ گر گئی اور اس کے دوبارہ بننے کی کوئی صورت بھی باقی نہ رہی"۔ یہ کربلا میں دس محرم کو پیش آیا، باقی اس کا تتمہ ہے جو عباسی خلافت تک چلتا رہا لیکن اس کوشش کی حیثیت بنی امیہ کے مقابلے میں بنو فاطمہ یا بنی عباس کے استحقاق کی تھی۔ یہ کسی طرح سے بھی مسلم امت کے لیے خلافت کے منصب کو دوبارہ خلافت راشدہ کی طرز پر لے جانے کی کوشش نہ تھی، جیسا کہ بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی تو اصولِ حکومت کے سلسلے میں ان کا طرزِ عمل بنی امیہ کے حکمرانوں سے چنداں مختلف نہ تھا۔

یہاں ایک غلط فہمی درست کر دینا ضروری ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں ملوکیت کے جاری کرنے کے ذمہ دار ہیں مگر در حقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ یہ یزید ہے جو اس ملوکیت کے جاری ہونے کا اصل ذمہ دار ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولی عہدی کی تمام بحث اپنی وفات سے دس سال پہلے ہی ختم کر دی تھی۔ سوا اس بدگمانی سے بچنا ضروری ہے۔ اللہ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(یہ مضمون واقعات کے سلسلے اور اخذ کردہ نتائج پر مشتمل ہے اور اسلامی حکمرانی کی ہیئت بدلنے کی وجوہات پر بحث کی ایک کوشش ہے جو عام طور پر غلط سمت میں چلی جاتی ہے۔ اگر اس میں کچھ درست ہے تو وہ اللہ کی جانب سے اس ناچیز پر کرم ہے اور کچھ غلط ہے تو وہ اس ناچیز کی کم علمی و کج فہمی کی وجہ سے ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ دامانِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چھیڑے بغیر واقعات کا تجزیہ کیا جائے۔ اگرچہ یہ ایک وسیع موضوع ہے اور اس پر کام کے حوالے سے ہمارا دامن علم بالکل خالی ہے، اللہ کرے کہ کوئی صاحبِ علم بزرگ اس موضوع کی خدمت کے لیے آمادہ ہو جائیں تو تاریخ کی بہت سی غلط بیانیوں کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ ابو عمارہ عفی عنہ)

☆☆☆☆☆

"امیر المومنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ اس دنیا کے ہر قسم کی مال و متاع سے بے نیاز ملا اختر منصور رحمہ اللہ کو اپنا جانشین بنا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جنہوں نے جماعت القاعدہ کی امارت اسلامیہ سے بیعت کا خیر مقدم کیا اور شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے اس بندہ فقیر کا نام لے کر تذکرہ کیا حالانکہ انہیں اس فیصلے کے بعد ہر قسم کے سنگین نتائج کا اندازہ تھا۔ پس اس طرح سے امارت اسلامیہ کا مبارک سفر جاری ہے جو اہلِ ایمان، مومنین و مہاجرین کے ساتھ وفا پر مبنی ہے"۔

امیر محترم شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

تحریک شیخ الہند رحمہ اللہ... مقصد اور منہج

مولوی ابو عبد اللہ

دنیا میں وہی قوم اپنے حال اور مستقبل کو بہتر سے بہتر بنا اور سنوار سکتی ہے، جو اپنے ماضی کو پیشِ نظر رکھ کر اس سے سبق حاصل کرے۔ اپنے اسلاف واکابر کے واقعات وحالات اور ان کے افکار ونظریات سے واقفیت حاصل کر کے انہیں اپنے لیے مشعلِ راہ بنائے۔ برِ صغیر (پاک وہند) کے اکابر علما کی شان دار دینی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں۔ انہی اکابر میں سے ایک عظیم شخصیت استاذ المفسرین و المحدثین والفقہاء، شیخ الشیوخ والصلحاء، امام المجاہدین والشہداء، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندی رحمہ اللہ کی ہے۔ جن کی ہمہ جہت شخصیت اور کارہائے نمایاں سے اسلامی تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ افسوس! کچھ عرصے سے حضرت شیخ الہندؒ کے حوالے سے ایسی باتیں کی جا رہی اور آپ کی طرف ایسے افکار ونظریات منسوب کیے جا رہے ہیں، جن کا آپ کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ستم یہ کہ اب تو حضرت شیخ الہندؒ کے بعض نام لیوا اور آپ کے مشن کے نام نہاد وارث اپنی 'جمہوری سیاست' کو فروغ دینے، حضرت شیخ الہندؒ کی شخصیت سے محبت و عقیدت رکھنے والوں، آپ کے مشن سے وابستگی اور اس کو آگے بڑھانے کا جذبہ رکھنے والوں کو 'انتخابی سیاست' میں ملوث کرنے کے لیے شیخ الہندؒ کا نام استعمال کر رہے ہیں اور اس میں روز بروز شدت آ رہی ہے۔

اگر یہ امر تاریخی واقعات وحالات کی غلط تصویر پیش کرنے تک محدود ہوتا تو ایک حد تک نظر انداز کرنے کے قابل تھا۔ چونکہ صورتِ حال یہ ہے کہ تاریخی واقعات وحالات کی غلط تصویر کی بنیاد پر حال اور مستقبل کی تعمیر کا ایک نقشہ پیش کیا جا رہا اور اس کے مطابق پوری عمارت کھڑی کی جا رہی ہے، اس لیے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ تاریخی حقائق پیش کر کے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کیا جائے اور صراطِ مستقیم کی نشان دہی کی جائے، تاکہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے قربانیاں دینے والا قافلۂ حق صحیح راستے پر رواں دواں ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچے۔

یاد رہے مصنف نے آئندہ سطور میں حضرت شیخ الہندؒ کی تحریکِ جہاد، جمعیۃ علمائے ہند اور اس کی سیاسی پالیسیوں کے حوالے سے جمہوری وانتخابی سیاست، 'عدم تشدد اور پُر امن جدوجہد' کے بارے میں تاریخی طور پر پائی جانے والی غلط فہمیوں کا اجمالی طور پر جائزہ لیا ہے۔ باقی رہا جمہوری وانتخابی سیاست، 'عدم تشدد اور پُر امن جدوجہد' کا شرعی حکم اور اس بارے میں قرآن، سنت اور فقہ کے دلائل و براہین... تو یہ مستقل موضوع ہے، جسے یہاں زیرِ بحث نہیں لایا گیا۔

دعا ہے اللہ رب العزت ان سطور کے راقم اور امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو راہِ ہدایت پر چلنے اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے صحیح منہج کے ساتھ جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرما کر اسے اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین [ادارہ]

حضرت شیخ الہندؒ نے اس اہم ترین جماعت کی نظامت کی ذمہ داری حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو سندھ سے بلا کر سپرد کی۔ چنانچہ خود مولانا سندھیؒ ذاتی ڈائری صفحہ ۲۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

> "۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے مجھے دیوبند طلب فرمایا اور مفصل حالات سن کر دیوبند میں رہ کر کام کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ سندھ کا تعلق بھی قائم رہے گا۔ چار سال تک جمعیۃ الانصار میں کام کرتا رہا"۔

یہ تحریک یا تنظیم چونکہ عام لوگوں کے لیے نئی تھی، اس لیے اس کو لوگوں میں متعارف کرانے کے لیے ۱۹۱۱ء میں دار العلوم کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان جلسۂ دستار بندی کا انعقاد کیا گیا۔ اس عظیم اجتماع میں تقریباً تیس ہزار افراد نے شرکت کی۔ جس میں ہر طبقے کے لوگ شریک ہوئے۔ جن میں ایک معتدبہ مقدار ان لوگوں کی تھی، جو 'ثمرۃ التربیت' کے قیام کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک میں شامل ہو گئے تھے۔ ان کو اس اجتماع کے ذریعے مل بیٹھنے کا سنہری موقع ہاتھ آ گیا تھا۔ چنانچہ اس اجتماع میں حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ اور حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ بھی شریک ہوئے تھے۔ اس اجتماع سے جمعیۃ الانصار کا تعارف بھی بحیثیت 'تنظیم فضلائے دار العلوم' لوگوں میں ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اپریل ۱۹۱۱ء میں شہر مراد آباد میں جمعیۃ کا پہلا باقاعدہ جلسہ منعقد ہوا، جس میں مختلف مکاتبِ فکر کے علمائے دین اور زعمائے ملت نے شرکت فرمائی۔ جلسے کی صدارت حضرت شیخ الہندؒ کے رفیقِ درس اور حضرت نانوتویؒ کے تلمیذِ رشید حضرت مولانا سید احمد حسن امروہیؒ نے فرمائی۔ آپ نے اپنے تاریخی خطبۂ صدارت میں وضاحت کی کہ:

> "بعض نئی روشنی کے شیدائی کہتے ہیں کہ جمعیۃ الانصار 'اولڈ بوائز ایسوی ایشن' کی نقل ہے، لیکن یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے۔ جمعیۃ الانصار کی تحریک غالباً اب سے تیس سال پہلے شروع ہو گئی تھی اور اس تحریک کے بانی مدرسہ عالیہ کے وہ طالب علم تھے، جو آج علوم کے سرچشمے اور فنون کے آفتاب ہیں۔ اور جن کی ذات بابرکات پر آج زمانہ جس قدر بھی ناز کرے، کم ہے۔ جمعیۃ الانصار ہرگز کسی انجمن کی نقل نہیں ہے۔ اور نہ کسی

کے ذاتی مقاصد سے بحیثیت دنیاوی اس کا تعلق ہے، بلکہ اس کے مقاصد وہ ضروری مقاصد ہیں، جن کی آج بہت کچھ ضرورت ہے"۔

(علمائے حق اوران کے مجاہدانہ کارنامے: حصہ اول ص۱۳۹، ۱۴۰)

صدرِ جلسہ حضرت مولانا سید احمد حسن امروہیؒ نے واضح کر دیا کہ جمعیۃ الانصار محض فضلاء کی ایک انجمن نہیں، بلکہ ایک انقلابی تحریک ہے۔

مولانا سید محمد میاں جمعیۃ الانصار کے مذکورہ جلسے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جلسے کا اہتمام دارالعلوم کے قدیم طالب علموں نے کیا تھا۔ لیکن برٹش حکومت سے جمعیۃ کے مقاصد اور شیخ الہندؒ اور ان کے تربیت یافتگان کے عزائم دلی چھپے نہیں رہے اور اگرچہ رسماً ایک تجویز میں حکومت کا شکریہ بھی ادا کیا گیا تھا، لیکن جس جمعیۃ کے خطبۂ صدارت میں اس کے مولانا احمد حسن امروہی نے یہ کہہ دیا ہو کہ "جمعیۃ الانصار ہرگز کسی انجمن کی نقل نہیں ہے اور نہ کسی کے ذاتی مقاصد سے بحیثیت دنیاوی اس کا تعلق ہے، بلکہ اس کے مقاصد وہ ضروری مقاصد ہیں، جن کی آج بہت کچھ ضرورت ہے"...اس کے بارے میں حکومت کسی خوش فہمی میں کیوں مبتلا رہ سکتی تھی اور کب تک؟ سیاسی جدوجہد کے لیے صدر محترم کے اس صاف صاف اعلانِ جہاد کے بعد 'تجویزِ شکریہ' کی لیپاپوتی کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ اس کا اندازہ مشکل نہیں۔ چنانچہ انگریزوں کی بدگمانی میں اَور زیادہ اضافہ ہو گیا"۔

مرادآباد کے جلسے کے بعد جمعیۃ الانصار کے پانچ چھ جلسے ملک کے مختلف حصوں میں ہوئے، جن میں شملہ، میرٹھ، دیوبند وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ تقریباً چار سال تک جمعیۃ الانصار باقاعدگی کے ساتھ اپنا کام انجام دیتی رہی اور لوگوں پر اس تحریک کا مثبت اور مؤثر اثر رونما ہوا۔ لیکن برطانوی حکومت کے کان بھی اس نئی تحریک کو دیکھ کر کھڑے ہونے لگے۔ کیونکہ انگریزوں کو معلوم تھا کہ اس تنظیم کا قائد وامیر یعنی حضرت شیخ الہندؒ، حضرت نانوتویؒ جیسے اُس عظیم مجاہد کا شاگردِ رشید اور تربیت یافتہ ہے، جس نے شاملی کے میدان میں انگریزی فوج کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کر کے اس کو ناکوں چنے چبانے پر مجبور کر دیا تھا۔ چنانچہ برطانوی حکومتِ وقت کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ اگر یہ تحریک چلتی رہی تو بہت جلد ہندوستان سے برطانوی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

نظارۃ المعارف القرآنیہ:

جمعیۃ الانصار کے جلسوں اور حضرت شیخ الہندؒ کی انقلابی سرگرمیوں کے مستقبل میں جو نتائج برآمد ہونا تھے، دارالعلوم کے منتظمین کو اس کا ادراک ہو گیا تھا۔ جس کی بنا پر انتظامیہ کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں جمعیۃ الانصار اور حضرت شیخ الہندؒ کی انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے حکومت دارالعلوم کو نقصان نہ پہنچادے۔

۱۹۱۳ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے مناسب سمجھا کہ سیاسی تعلیم و تربیت کا مرکز دیوبند سے دہلی منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو دیوبند سے دہلی جانے کا حکم فرما دیا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے مولانا عبیداللہ سندھی دہلی تشریف لے گئے اور 'نظارۃ المعارف القرآنیہ' کے نام سے جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے دینی تربیتی مرکز کی بنیاد رکھی۔ یوں حضرت شیخ الہندؒ نے جمعیۃ الانصار کے بعد 'نظارۃ المعارف القرآنیہ' کے مرکز سے بھی اپنی انقلابی جدوجہد جاری رکھی۔ نظارۃ المعارف القرآنیہ کے بارے میں حضرت مولانا سید محمد میاں لکھتے ہیں:

"یہ تعلیم گاہ بھی تھا، تربیت گاہ بھی اور خفیہ مشورہ گاہ بھی"۔ (اسیرِ مالٹا:۴۴)

سیاسی تربیت کے لیے حضرت شیخ الہند کے طریق کار پر مولانا عبیداللہ سندھی کے ان الفاظ سے روشنی پڑتی ہے:

"حضرت شیخ الہند نے جس طرح چار سال دیوبند میں رکھ کر میرا تعارف اپنی جماعت سے کرایا تھا، اسی طرح دہلی بھیج کر مجھے نوجوان طاقت سے ملانا چاہتے تھے۔ اس غرض کی تکمیل کے لیے دہلی تشریف لائے اور ڈاکٹر انصاری سے میرا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر انصاری نے مجھے مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی مرحوم سے ملایا۔ اس طرح تخمیناً دو سال مسلمانانِ ہند کی اعلیٰ سیاست سے واقف رہا"۔

اس مدرسہ میں طلبا میں جذباتِ حریت کیسے پیدا کیے جاتے تھے؟ اس کی ایک جھلک مولانا شائق عثمانیؒ کے اس بیان سے ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"نظارۃ المعارف دہلی کے دورانِ قیام ہم لوگوں کو کبھی مولانا عبیداللہ سندھیؒ اس طرح کا مضمون لکھنے کو دیتے تھے کہ 'اگر تم کو ہندوستان کا گورنر جنرل بنا دیا جائے تو تم ملک کا انتظام کس طرح چلاؤ گے؟"۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند: ج۲ ص۱۰۸)

جنگ بلقان وطرابلس:

۱۹۱۲ء میں جنگِ طرابلس اور کارزارِ بلقان کے سنگین واقعات اور برطانوی پالیسی نے حضرت شیخ الہندؒ کی روح کو تڑپا دیا، جس کی وجہ سے برطانوی حکومت سے ان کا جذبۂ نفرت اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ ترکوں پر ظلم و ستم اور ان پر مصیبتوں کی خبروں نے انہیں بے آرام کر دیا۔ اس زمانے میں آپ انتہائی بے چین اور بے قرار تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند کو بند کر دیا۔ طلبا کے وفود ملک کے مختلف حصوں میں چندہ جمع کرنے کے لیے بھیجے اور خود بھی اس مقصد کے لیے نکلے۔ چنانچہ چندہ جمع کیا اور ترکوں کی امداد کے لیے جو کچھ ہو سکتا تھا کیا۔ ترکی میڈیکل مشن بھجوانے کا انتظام کیا اور اس کے لیے سروسامانِ سفر کی جمع و فراہمی کا بندوبست کیا۔ مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ فرماتے ہیں:

"جنگِ بلقان کے وقت حضرت شیخ الہندؒ ترکوں کی شکست کی خبر سنتے تو آپ کی ریش مبارک پر آنسو گرتے تھے۔ راتوں کو دعا مانگا کرتے۔ اگر کوئی دیکھتا تو بالکل یہ حالت تھی کہ اگر حضرت کے بس میں ہو تا تو انگریزوں کو کچا چبا ڈالتے۔ بہر حال پھر بھی جس قدر بس میں تھا، کیا۔ مدرسہ کی چھٹی کر دی۔ طلبا اور مدرسین کو گاؤں گاؤں بھیجا۔ چندہ کیا۔ خود اپنی تنخواہ اور تمام ملازمین کی تنخواہیں چندہ میں دے دیں۔ طلبا نے آپ کے اشارے پر اپنے انعامات اور مطبخ کی خوراک بھی چندہ میں دے ڈالی۔ اس طرح تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ ترکی بھیجا۔ جس کے صلے میں ترکی حکومت نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور وہ رومال جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیراہنِ مبارک رکھا رہتا تھا، دارالعلوم کو بطور تبرک اور عطیہ بھیجا، جو آج بھی دارالعلوم کے خزانے میں تبرکاً موجود ہے"۔

(شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، ایک مطالعہ: ص ۴۱، ۴۲)

اس زمانے کے حالات میں حضرت شیخ الہند کی حالت کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"بلقان کے خونخوار اور طرابلس کے سنگین واقعے نے مولانا کے دل و دماغ پر نہایت عجیب، مگر بے چین کنندہ اثر ڈالا۔ چنانچہ اس وقت حسب طریقۂ استادِ اکبر مولانا محمد قاسم صاحبؒ (در جنگ روس) مولانا نے اپنی جان توڑ کوشش امدادِ اسلام میں فرمائی۔ فتوے چھپوائے، مدرسے کو بند کر دیا۔ طلبا کے وفود بھجوائے۔ خود بھی ایک وفد کے ساتھ نکلے۔ چندے کیے اور ہر طرح سے مدد کی ترغیب دے کر ایک اچھی مقدار بھجوائی، مگر اس پر بھی چین نہ پڑا۔ کیونکہ جنگ بلقان کے نتیجے نے دور بینوں کو بالکل غیر مطمئن کر دیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ یورپ کے سفید عفاریت' اسلام کے ٹمٹماتے چراغ کو گل کرنے کی فکر میں ہیں۔ پھر ذمہ داران برطانیہ مسٹر اسکویتھ وغیرہ کی روباہ بازیاں، خرس روس کی جفاکاریاں تو یقین دلاتی تھیں کہ تقسیمِ ترکی اور اجرائے وصایائے گلیڈ اسٹون کا زمانہ سر پر ہی آ گیا ہے۔ جو مقاصد مسیحی دنیا کے عرصۂ دراز سے چلے آتے تھے اور جن چالوں سے اسلامی دنیا اور خلافتِ مقدسہ کے تکے بوٹی کیے جا رہے تھے، اب ان کی انتہا کا زمانہ آ گیا ہے۔ اب کوئی دن میں اسلامی وجود دنیا سے اس طرح مٹا دیا جائے گا، جس طرح یہودیت تمام عالم سے اور اسلام اسپین اور پرتگال سے۔ مولانا مرحوم کو اس فکر نے سخت بے چین کر دیا۔ زندگی بھاری ہو گئی۔ نیند اُچٹ گئی۔ مگر زمانے کی رایکیاں، موسم کی کالی کالی گھٹائیں، احوال کی نزاکتیں، مسلمانوں اور اہلِ ہند کی ناگفتہ بہ کمزوریاں ہر طرح اس میدان میں قدم رکھنے سے مانع ہوتی رہیں۔ چونکہ اس مقدس ہستی کو فقط اپنے خدائے قدوس پر بھروسا تھا، اس لیے اس نے تمام خیالات اور اوہام پر لاحول پڑھا اور مردانہ وار گامزن ہوا۔ اس کو مشکلوں کا سامنا ہوا۔ اس کو سخت اور تند آندھیوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس پر بادِ سموم کے جھلسانے والے تھپیڑوں نے طمانچے مارے۔ اس کے لیے احباب و اقارب مارِ آستین بن گئے۔ ہر شخص ناصح بن کر سدِ راہ ہوا۔ مگر اس کے پائے استقلال کے مضبوط قدموں نے ذرا بھی جنبش نہ کی۔ سب کو چھوڑ دیا، مگر اپنے خدا پر بھروسا کر کے دن رات کام میں لگا رہا۔ چونکہ کوشش کا نتیجہ کامیابی ضروری ہے۔ اس کو کچھ عرصے کے بعد معلوم ہو گیا کہ ابھی تک دنیا میں کام کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں، مگر کام لینے والے بہت کم ہیں۔ مسلمانوں میں قابلیت ہے، مگر ان کو جمع کرنے والا نہیں۔ الحاصل، مولانا نے اس تھوڑی سی مدت میں بہت کچھ کامیابی حاصل کر لی اور کام کرنے والوں کے لیے، جن کو مدت سے تحیر اور مدہوشی تھی، مگر طریق کار ہاتھ نہ آتا تھا۔ شاہراہِ عمل قائم کر دی"۔

(شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، ایک مطالعہ: ص ۴۲، ۴۳)

حضرت شیخ الہند کا جہادی منصوبہ:

ہندوستان سے حضرت شیخ الہندؒ قبائلی علاقے 'یاغستان' میں قائم جہاد کے مرکز کے مجاہدین کی مالی امداد کے فرائض خود بھی انجام دیتے تھے یا ملک کے دوسرے حصوں سے

علما اور اہل دل انفرادی اور خفیہ طور پر مدد پہنچاتے تھے، لیکن یہ سب امداد اور چندے بھی ضرورت کو پورا نہ کر سکتے تھے۔ مجاہدین جان توڑ کر لڑتے تھے، لیکن کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو انہیں مورچہ چھوڑ کر رسد کے لیے دور دراز گاؤں میں جانا پڑتا۔ گولہ بارود ختم ہو جاتے تو ان کے حصول کے لیے انہیں مورچہ چھوڑنا پڑتا۔ ان حالات میں برطانوی حکومت پر کوئی کاری ضرب نہ لگائی جا سکتی تھی۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول چھڑ گئی اور برطانوی حکومت پر ضرب لگانے اور آزادی کی منزل قریب لانے کے لیے امید کی ایک کرن نظر آئی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے مجاہدین کے مرکز یاغستان کو جہاں مولانا سیف الرحمن، حاجی ترنگ زئی وغیرہ حضرات موجود تھے اور عرصے سے جماعت کی ضروریات پوری کر رہے تھے۔ پیغام بھیجا کہ اب سکون کے ساتھ کام کرنے کا وقت نہیں ہے۔ سربکف ہو کر میدان میں آجانا چاہیے۔ وہاں سے جواب آیا کہ جب تک کسی آزاد حکومت کی پشت پناہی اور امداد حاصل نہ ہوگی، ہماری شجاعت اور جان بازی بے کار ہے۔ اس لیے آپ کسی حکومت کی امداد اور پشت پناہی حاصل کرنے کا انتظام کیجیے اور آپ خود یہاں تشریف لے آیئے۔ مجاہدین میں جاں بازی اور جگر کاری کا جذبہ بے انتہا تھا، لیکن انہیں کسی حکومت کی امداد حاصل نہ تھی۔ کوئی ملک ان کا پشت پناہ نہ تھا۔ حضرت شیخ الہند نے ان تمام باتوں کا اندازہ کر کے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو افغانستان بھیج کر افغانستان کی طرف سے حملہ کروانے کی سعی کرنے اور خود حجاز جا کر ترکی حکام سے ملاقات کرنے اور مجاہدین کے مرکز کا کوئی مستقل بندوبست کر کے خود مجاہدین کے مرکز یاغستان پہنچ جانے کا منصوبہ تیار کیا۔

حضرت مولانا سندھیؒ کا سفر کابل:

حضرت شیخ الہندؒ نے بیرونی حکومتوں سے امداد حاصل کرنے کی غرض سے اپنے سرگرم شاگرد حضرت مولانا سندھیؒ کو کابل بھیجنے کا ارادہ کیا، تاکہ وہ حکومتِ افغانستان کو انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کریں اور خود حجاز مقدس جانے کا ارادہ فرمایا، تاکہ خلافتِ عثمانیہ کے حکمرانوں سے تحریکِ جہاد کے سلسلے میں مدد لی جا سکے۔ آپ نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو دہلی سے طلب فرمایا اور بغیر کوئی مفصل پروگرام بتائے کابل جانے کا حکم دیا۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اپنی ذاتی ڈائری میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

> ''مَیں ۱۹۱۵ء میں شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل گیا۔ مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا تھا۔ اس لیے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی، لیکن تعمیلِ حکم کے لیے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے نکلنے کا راستہ صاف کر دیا اور افغانستان پہنچ گیا۔ کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہندؒ جس جماعت کے نمائندہ تھے، اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں موجود ہے۔ ان کو میرے جیسے خادمِ شیخ الہندؒ کی اشد ضرورت تھی۔ اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہندؒ کے انتخاب پر فخر ہونے لگا''۔(ذاتی ڈائری:۲۳)

الغرض مولانا عبید اللہ سندھیؒ کئی مہینے مختلف مقامات پر قیام کرتے ہوئے خفیہ طریقے سے افغانستان کی سرحد میں داخل ہو کر قندھار سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے، جہاں تحریک کے خفیہ ممبران آپ کی آمد کے شدت سے منتظر تھے۔ کابل پہنچ کر آپ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے۔

تحریک کے اہم مراکز:

تحریک شیخ الہندؒ کے مندرجہ ذیل اہم ترین مراکز تھے۔(۱) دیوبند۔(۲) دہلی۔(۳) دین پور شریف۔(۴) امروٹ شریف۔(۵) کھڈہ کراچی۔(۶) چکوال۔(۷) زیگی یاغستان۔(۸) کابل۔(۹) مدینہ منورہ

دیوبند:

دیوبند کے مرکز کو حضرت شیخ الہندؒ کی عظیم ترین تحریکِ جہاد کا بنیادی مرکز ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کا قیام دیوبند میں تھا اور آپ ایک عرصے سے دارالعلوم دیوبند کی مسندِ حدیث پر براجمان اور 'صدر المدرسین' کے منصب پر فائز تھے۔ اور یہیں رہتے ہوئے تحریکِ جہاد کی قیادت فرما رہے تھے۔ اپنے شاگردوں میں سے انتہائی ذہین اور اعلیٰ درجے کی استعداد رکھنے والے حضرات کو اپنی تحریک میں شامل کیا کرتے تھے اور اس کے لیے باقاعدہ 'بیعتِ جہاد' بھی لیتے تھے۔

بیعتِ جہاد:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں:

> ''حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہ العزیز قصبہ رائے پور ضلع سہارن پور کے باشندہ تھے۔ نہایت بزرگ و متقی اور باخدا تھے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ تھے۔ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن اور حضرت شیخ الہندؒ کے نہایت معتمد دوست تھے۔ ابتدا میں حضرت شیخ الہندؒ نے ان کو خبر تک نہیں کی اور سالہا سال تک اپنی سرگرمی عمل میں لاتے رہے۔ اور انتہائی اخفاء کو جیسا کہ مقتضائے وقت تھا، کام میں لائے، مگر اس قسم کی کارروائی کہاں تک چھپ سکتی تھی۔ ان کو بھی اطراف

وجوانب سے خبریں پہنچتی رہیں۔ چنانچہ جب ۱۳۳۰ھ میں مجھ کو حسبِ وعدہ چند مہینوں کے لیے ہندوستان حاضر ہونا پڑا (میرے خسر حکیم غلام احمد صاحب بچھرایونی مرحوم نے بوقت نکاح وعدہ کرا لیا تھا کہ مدینہ منورہ جانے کے بعد اپنے متعلقین کے ساتھ ایک مرتبہ یہاں آنا ہو گا) تو رائے پور بھی حاضر ہونے کی نوبت آئی۔ مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ لوگوں سے بیعتِ جہاد لیتے ہیں۔ یہ تو بہت خطرناک امر ہے۔ انگریزوں کو اگر خبر ہو گئی تو دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ اور مسلمانوں کا یہ مرکز علمی اور دینی اجاڑ دیا جائے گا۔ چونکہ مجھ کو اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ مَیں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور یہ عرض کیا کہ مَیں خود حضرت شیخ الہند سے پوچھوں گا۔ واقعہ یہی تھا کہ باوجود یہ کہ حضرت مجھ پر بہت زیادہ کرم فرماتے تھے، مگر اس وقت تک کسی کارروائی کی خبر نہیں کی گئی۔ مولانا عزیر گل صاحب نے حضرت شیخ الہندؒ سے عرض کیا کہ حسین احمد کو بھی اس مشن میں شامل کر لینا اور اپنی کارروائیوں کی خبر دینا چاہیے تو فرمایا کہ 'وہ چند دنوں کے لیے ہندوستان آیا ہے۔ اس کو مُشوّش مت کرو'۔ مَیں نے رائے پور سے واپسی پر مولانا عبدالرحیم صاحب کا مقالہ ذکر کیا تو حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ 'حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ نے دعا فرمائی تھی کہ پچاس برس تک یہ دارالعلوم قائم رہے۔ سو بحمداللہ پچاس برس گزر چکے ہیں۔ اور دارالعلوم اپنی خدمات بأحسن وجوہ انجام دے چکا ہے'۔ مَیں یہ جواب سن کر دم بخود ہو گیا کہ جو واقعات نقل کیے جا رہے ہیں، وہ صحیح ہیں۔ حضرت کا اس امر میں پختہ خیال قائم ہو گیا ہے۔ اب اپنے ارادے سے ٹل نہیں سکتے اور نہ کوئی ہٹا سکتا ہے"۔

(نقشِ حیات: ج ۲، ص ۲۰۹، ارشاداتِ مولانا عبدالقادر رائے پوری ص ۱۰۷، ۱۰۸)

حضرت شیخ الہندؒ نے دیوبند میں ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ جس میں انقلابی لیڈر اور تحریکِ جہاد کے خفیہ کارکن آ کر ٹھہرتے تھے، جنہیں حضرتؒ کے خدام نہایت راز داری کے ساتھ ٹھہرایا کرتے تھے اور حضرت شیخ الہندؒ اکثر تنہائی کے اوقات میں یا رات کی اندھیریوں میں ان لوگوں سے ملاقات کرتے اور ہدایات دیتے تھے۔ حضرت اکثر بڑے بڑے لیڈروں کو تحریک میں شامل کرنے کے لیے ان کو دیوبند طلب فرماتے تھے۔

(نقشِ حیات: ج ۲، ص ۲۱۳)

دہلی:

دہلی مرکز کے قائد ڈاکٹر مختار احمد انصاری تھے، جو حضرت شیخ الہندؒ سے بہت قریبی تعلق رکھتے تھے۔ جب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے دہلی میں 'نظارۃ المعارف القرآنیہ' قائم کی تو اس کی مرکزیت میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ اس شہر کو جو سیاسیاتِ ہند کا عظیم مرکز تھا، یہ سعادت برابر حاصل رہی۔ تا آنکہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے کابل چلے جانے اور بعد میں تحریک کے راز فاش ہونے کے بعد 'نظارۃ المعارف القرآنیہ' کے نائب ناظم شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ گرفتار کر لیے گئے۔

دین پور (بہاولپور):

دین پور (ضلع رحیم یار خان، جنوبی پنجاب) اصل میں قادری راشدی بزرگان کی چلائی ہوئی تحریکِ جہاد کا مرکز تھا۔ جس کی قیادت سلسلۂ قادریہ کے مقبول ترین ولیِ کامل حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ فرما رہے تھے اور بعد میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی اَن تھک جدوجہد سے یہ حضرت شیخ الہندؒ کی تحریکِ جہاد کے ساتھ مربوط ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس ربط کے قائم ہونے کے بعد دین پور ان علاقوں میں تحریکِ شیخ الہندؒ کا مرکز قرار پایا۔ اس مرکز کے ذریعے جہاں لوگوں کی ذہن سازی کا کام لیا جاتا تھا، وہیں جہاد کے لیے اسلحہ بارود وغیرہ بھی جمع کیا جاتا تھا۔ اس مرکز کے قائد حضرت دین پوریؒ کی خانقاہ کے صدر دروازے کے نیچے تہِ خانہ میں گولہ بارود بنانے کی ایک فیکٹری تھی، جس میں خانقاہ کے فقرا تندہی کے ساتھ کام کرتے تھے۔ دیوبند اور دین پور میں قوی رابطہ تھا۔ آپس کے ربط اور تبادلۂ خیال اخبار کے حیرت انگیز نظام کا پتا چلتا ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ جب دیوبند سے کابل کے لیے روانہ ہوئے اور دین پور پہنچے تو فوراً حضرت خلیفہ دین پوریؒ نے دریافت فرمایا: "ارے تم کابل نہیں گئے؟" گویا ان کو مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی آمد سے پہلے ہی پورے پروگرام کا علم ہو چکا تھا۔

(یدِ بیضا، ص ۱۲۰، ۱۲۱)

امروٹ شریف (سکھر، سندھ):

امروٹ شریف (سکھر، سندھ) میں حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈیؒ کے خلیفۂ مجاز اور حضرت خلیفہ دین پوریؒ کے پیر بھائی حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ اقامت پذیر تھے، جو تحریکِ شیخ الہندؒ کے ایک اہم رکن تھے اور آس پاس کے علاقوں میں بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کی روح پھونکنے کا کام انجام دیتے تھے۔ جہاد کے لیے یہاں بھی زبردست تیاری تھی۔ اس مرکز کا بھی دیوبند کے مرکز سے قریبی تعلق تھا اور برابر ہدایات موصول ہوتی رہتی تھیں۔

کھڈہ (کراچی):

کھڈہ (کراچی) کا مرکز ایک مدرسہ (مظہر العلوم) کی شکل میں موجود تھا، جس کی قیادت مولانا محمد صادق کراچویؒ فرماتے تھے۔ جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور تحریکِ جہاد کے زبردست حامیوں میں سے تھے۔ اس مرکز کے نمائندوں کی خدمات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں جب انگریز عراق پر حملہ کرنا چاہتا تھا تو مولانا محمد صادقؒ اور ان کے رفقاء نے 'سبیلا' (بلوچستان) کے مقام پر بلوچی قبائل میں بغاوت کرا دی۔ جس کے نتیجے میں نئی کمک نہ پہنچنے کی بنا پر عراق میں انگریزی فوج کو پسپا ہونا پڑا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

"اس بغاوت کی وجہ سے عراق میں جو انگریزی فوج محصور ہوئی تھی، ابتداءً اس کی تعداد تیس ہزار تھی۔ اور جب حصار ٹوٹا ہے تو کُل تیرہ ہزار افراد باقی بچے تھے۔ گویا یہ بغاوت سترہ ہزار انگریزوں کی ہلاکت کا ذریعہ بنی۔ اس بغاوت کے جرم میں حکومتِ ہند نے مولانا محمد صادق کراچویؒ کو گرفتار کر لیا تھا"۔

(نقشِ حیات: ج۲، ص ۲۰۳)

چکوال (پنجاب):

اس مرکز کے منتظم مولانا ابو محمد احمد چکوالیؒ تھے، جن کو جمعیۃ الانصار کا بانی رکن ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔ یاغستان کے قبائلی علاقے میں سرمایہ پہنچانے کا کام مولانا ابو محمد احمد چکوالیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور رفیقِ خاص مولانا احمد اللہ پانی پتیؒ انجام دیتے تھے۔

(تحریک شیخ الہند: آخری حصہ ۸)

یاغستان (باجوڑ) میں جہاد:

حضرت شیخ الہندؒ نے ۱۹۱۴ء میں مولانا سیف الرحمن کابلی کو حاجی فضل واحد ترنگ زئی کے پاس پشاور روانہ کیا اور ان کو پشاور سے یاغستان ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ یاغستان میں تحریک کا جو مرکز قائم تھا، یہاں سے حاجی ترنگ زئیؒ اور مولانا سیف الرحمن کابلیؒ کی قیادت میں انگریز کے خلاف جہاد کا سلسلہ شروع ہوا۔ ابتدا میں مجاہدین نے برطانوی فوج کی پلٹنیں کی پلٹنیں گاجر مولی کی طرح کاٹ دیں اور دشمن کو زبردست نقصان پہنچایا، لیکن بعد میں اسلحہ اور رسد کی کمی کے باعث اس سلسلے کو بند کرنا پڑا۔ اور حضرت شیخ الہندؒ کو یہ اطلاع پہنچائی کہ بغیر کسی حکومت کی پشت پناہی کے جہاد کا سلسلہ جاری رکھنا دشوار ہے۔

(نقشِ حیات، حصہ ۲، ص۱۸۹، ۱۹۰)

کابل:

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے کابل پہنچنے کے بعد کابل بھی تحریکِ جہاد کا ایک اہم مرکز بن گیا تھا۔ اگرچہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے کابل پہنچنے سے پہلے ہی وہاں تحریک شیخ الہندؒ کے سرگرم کارکن موجود تھے، جس کی تائید مولانا سندھیؒ کے اس عجیب و غریب حیران کن انکشاف سے ہوتی ہے، جس کو قاضی عدیل عباسی نے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مولانا منظور نعمانی سے مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے کہا کہ 'جب وہ کابل پہنچے تو جو کام انہیں کرنا تھا، اس کے بارے میں ایک لفافہ خود امیر حبیب اللہ والی افغانستان نے اُن کو دیا"۔

(تحریکِ خلافت: ص۷۴، بحوالہ: استاد اور شاگرد: ص۲۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کابل میں رہ کر مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی ذمہ داریوں کی تفصیل حضرت شیخ الہندؒ نے ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی پہنچا دی تھیں۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ دیوبند سے روانگی کے وقت حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا عبید اللہ سندھی کو کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا تھا۔ علاوہ ازیں اس بات سے بھی کابل میں تحریک شیخ الہندؒ کے اثرات پائے جانے کو تقویت ملتی ہے کہ افغانستان کے قاضی القضاۃ قاضی عبد الرازق صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت گنگوہیؒ کے علمِ حدیث کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ جب کابل میں اُن سے ملے اور انہیں اطمینان ہو گیا کہ یہی مولانا عبید اللہ سندھیؒ ہیں تو قاضی صاحب کو نہایت خوشی ہوئی تھی۔

(دارالعلوم کی تاریخِ سیاست: ۱۱۹، ۱۲۰، بحوالہ: استاد اور شاگرد ص۲۶، ۲۷)

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

"جہاد فی سبیل اللہ چند شخصیات، تنظیموں اور اقوام سے مشروط نہیں، نہ یہ ان تک محدود کسی مسئلے کا نام ہے۔ یہ تو حق و باطل کا وہ ازلی معرکہ ہے جو اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اللہ سبحانہ وتعالی اس دنیا کی بساط لپیٹ نہ لیں۔ ملا محمد عمر اور اسامہ بن لادن تو لشکرِ اسلام کے دو سپاہی ہیں جبکہ اسلام اللہ کا دین ہے۔ وہ دین جسے اس نے اپنے رسولوں اور اہل ایمان بندوں کے لیے پسند کر لیا، اللہ تعالی ملا عمر اور اسامہ سے پہلے بھی اپنے دین کی حفاظت کرتا تھا، ان کی زندگی میں بھی اسی نے اس دین کا دفاع کیا اور ان کے بعد بھی وہی اس دین کا نگہبان ہو گا"۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

دنیا اور آخرت میں، خسارہ ہی خسارہ!

صہیب احسن

۳۰ کروڑ ڈالر امریکی امداد کی بندش کی خبر امریکی وزیر خارجہ کے پاکستان کے دورے سے پہلے ہی اخبارات کی زینت بن گئی۔ دنیا کی جس زندگی اور آسائش و عزت کے لیے مسلمانوں کے خون کا سودا ایک خائن جنرل نے کیا تھا، اور جسے ہر آنے والا حکمران اپنی پالیسی کا حصہ بناتا رہا' وہ عزت و آسائش تو میسر نا آئی، ہاں ہر بار ذلت و پستی کی نئی تاریخ ضرور رقم ہوتی رہی۔ اپنے ہر بڑے سردار کے دورے سے قبل امریکی منشی مکمل فضا بنا دیتے ہیں اور یہاں اپنے مختصر قیام میں فقط "ڈو مور" کے مطالبے کے علاوہ نا کچھ کہتے ہیں نا سنتے ہیں۔ ایسے میں پاکستانی وزیر خارجہ کی "جرأت مندی" میں اہلِ علم و عقل کے لیے بھی بڑی نشانیاں ہیں۔ شاہ محمود قریشی امریکی امداد کو امداد ماننے کے لئے تیار نہیں! کہنے لگا:

> "تین سو ملین کی جو بات ہو رہی ہے وہ نہ تو امداد ہے نہ معاونت ہے۔ یہ وہ پیسہ ہے جو پاکستان نے از خود دہشت گردی یا دہشت گردوں کے خلاف خرچ کیا۔ یہ وہ پیسہ ہے جو انہوں نے ہمیں ادا کرنا تھا جو وہ کر نہیں پا رہے یا کرنا نہیں چاہ رہے۔ اصولاً تو انہیں ادا کرنے چاہیے۔ یہ وہ خرچ ہے جو ہم ایک ایسے مقصد کے لیے خرچ کر چکے ہیں جو ہمارا مشترکہ مقصد ہے یعنی امن اور استحکام کا حصول اور دہشت گردی کا خاتمہ"۔

کیا ہم یہاں "پیغامِ پاکستان" پر دستخط کرنے والے حضرات سے یہ سوال پوچھنے میں حق بجانب نہیں کہ جس جنگ کا اول و آخر خرچہ صلیبی کافر اٹھاتا ہے، اور جس جنگ کو صلیبی کافر اور اس کے یہ مقامی اہل کار باہمی تعاون سے لڑتے ہیں، اور جن کا مقصد بھی "مشترکہ" ہے... اس میں ایسا کون سا راز پنہاں ہے کہ ایک تو حربی کافر کہلاتا ہے اور دوسرا پیغامِ پاکستان کی روح سے "اسلامی ریاست" کا محافظ لشکر... اب سے نہیں روزِ اول سے یہ فرنٹ لائن اتحادی ہونے کا جو برملا اقرار کیا جاتا ہے... اور اس کے بدلے کشکول میں سکوں کے کھنکنے کی آواز پر چہچہایا جاتا ہے، کیا یہ اہلِ علم کے لئے تصویر واضح نہیں کر دیتا؟ کیا وزیرستان میں امریکی ایما پر شروع کیے گئے پہلے آپریشن، کہ جس کے خلاف پانچ سو علما نے فتویٰ دے کر حق و باطل میں تفریق کا اپنا فریضہ پورا کیا تھا' سے آج تک ہزاروں اسلام پسندوں کا خون بہانے والے اسلام کے محافظ ہو سکتے ہیں؟ کیا عافیہ سے لے کر اخروٹ آباد میں چیچن بہنوں کا لہو بہانے والے اللہ کے لشکر کے سپاہی ہیں؟ کیا زندانوں کو اسلام کے چاہنے والے مرد و زن سے بھرنے والے اللہ کے دین کی نصرت کریں گے؟ کیا جعلی مقابلوں میں باریش پُر نور چہروں کو شہید کرنے والے کفر کا مقابلے کرتے لشکروں میں شمار ہوں گے؟ کیا دار پر جھول جانے والے حفاظ و مجاہدین کو سولی چڑھانے والے افضل ہو سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں! اور نا ہی یہ حقائق کوئی ڈھکے چھپے ہیں۔ پچھلے سترہ سال کی تاریخ انہی حقائق سے بھری پڑی ہے۔ کیا اب بھی وقت نہیں کہ اتنا پاکیزہ لہو بہہ جانے کے بعد برملا حق کو حق کہہ دیا جائے۔

پھر یہ کیسی اسلامی فوج ہے' جو روس میں بھارت و روس کے ساتھ مل کر مشترکہ جنگی مشقیں کر رہی ہے۔ اور تفریح کے لمحات میں ہندوؤں کے ساتھ ناچ گانا اور 'تلک' لگوانے کی رسمیں ادا کر رہی ہے۔ وہی ہندو جو کشمیر میں کم و بیش ایک لاکھ مسلمانوں کا قاتل ہے۔ اور جو آج بھی وادیٔ کشمیر میں بربریت کی بدترین تاریخ رقم کر رہا ہے۔ وہی روس جس نے کل افغانی کہساروں پر چڑھائی کی اور آج چیچن مجاہدین کے خون کا پیاسا اور ان کی بستیوں کا دشمن ہے۔ اور یہ مشقیں اور تعاون کچھ نیا بھی نہیں۔ پاکستانی فوج کا سپہ سالار جنرل باجوہ' اقوام متحدہ کی امن فوج مشن میں خود سابقہ بھارتی آرمی چیف جنرل بکرم سنگھ کی زیرِ کمان خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اور یہ حالیہ مشترکہ جنگی مشقیں آخر کس کے مقابلے کے لیے ہو رہی ہیں؟ اسی "دہشت گردی" کے مقابلے کے لیے، "جس کے عفریت نے خطے کو گھیرا ہوا"۔ تو کیا صفیں واضح نہیں ہوتیں۔ ایک طرف رحمان کے بندے ہیں جنہیں دہشت گرد کہہ کر حق سے موڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف تمام دنیا کے کفار اور ان کے اتحادی اپنی قوت جمع کیے ہوئے ہیں۔ خیمے واضح ہیں اور ان میں موجود گروہوں کی شناخت بھی عیاں! پس ایسے میں کفار کے ان اتحادیوں کو اسلام کے محافظ لشکر کہنا بڑی ہی زیادتی اور نامناسب قول ہے۔

اب آیئے اس طرف کہ کفر کی چاکری کر کے صلہ کیا ملا؟ کیا کوئی دنیاوی جاہ و عزت بھی ملی یا دنیا و آخرت کا خسارہ ہی پلے آیا۔ اور حقیقت یہی ہے کہ دنیا و آخرت برباد کی کفر کی غلامی قبول کرنے والوں نے۔ آج امریکی وزیر خارجہ کسی وائسرائے کی مانند پاکستان آتا ہے، ہزاروں مسلمانوں کا خون بہانے والے جرنیلوں اور حکمرانوں کو یہ باور کرواتا ہے کہ ابھی ان کی خدمات جس سطح کی ہونی چاہیں تھیں ویسی نہیں ہیں۔ اور مزید خون بہانے کا مطالبہ ان کے سامنے رکھ کر چلا جاتا ہے۔ "دہشت گردوں کے خلاف موثر کارروائی" ہی ایجنڈا

ہوتا ہے، اور اس کے بعد شانِ بے نیازی سے یقین دلایا جاتا ہے کہ ایسا کرنے پر تمہاری امداد بھی بحال کر دی جائے گی۔

اس کے برعکس بھارت کے ساتھ برابری کی سطح پر تعلقات بحال کیے جاتے ہیں۔ وہاں حساس دفاعی آلات تک رسائی کے معاہدوں سمیت دیگر باہمی تعاون کے معاہدوں پر دستخط ہوتے ہیں۔ بھارت کو جنوبی ایشیا کا چوہدری بننے میں مدد دینے کی ہر ممکن یقین دہانی کروائی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ امریکہ کی جانب سے بھارت کے روس سے چھ ارب ڈالر کے دفاعی معائدوں اور ایران سے تیل کی خریداری جیسے قابلِ اعتراض امور سرے سے زیرِ بحث ہی نہیں لائے جاتے۔

فرمان خدا پر یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ یہود و نصاری کبھی تمہارے دوست و ولی نا ہوں گے۔ ان کی طرف دوستی کے ہاتھ بڑھانے والے کا شمار بھی انہی میں سے ہو گا۔ آج فواد چوہدری کے بقول حکومت و فوج بھارت سے امن کے لئے مذاکرات چاہتے ہیں۔ ایک بار پھر ان خائنین کے پیش نظر دنیا ہے۔ امت مسلمہ کو تو اس کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تلوار دے کر گئے۔ کہ کشمیر سے لے کر آسام و مغربی بنگال تک مسلمانوں کا خون بہانے والے ہندو کا علاج صرف جہاد ہی میں ہے!

لیکن ہم پر مسلط کفر کی فیکٹریوں میں تیار ہونے والے یہ فوجی اور حکمران ہمیں بے غیرتی و بے حمیتی کا سبق پڑھانا چاہتے ہیں۔ ایسے میں امت کے مقتدر طبقات کو حق اور اہلِ حق کا کھل کر ساتھ دینے کی ضرورت ہے۔ ان مجاہدین کی نصرت کرنے کی ضرورت ہے جو بے سروسامانی کے عالم میں بھی جھکے اور بکے نہیں۔ کم سے کم زبان و قلم سے ہی ان کی نصرت کیجیے۔ اپنے علم کو کفر کے آلہ کاروں کے دفاع میں لکھے اور بولے گئے الفاظ کی صورت ضائع نا کیجئے۔ امتِ مسلمہ کو کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لئے اٹھایئے اور ان نفوسِ قدسیہ کی نصرت کے لئے ابھاریئے۔ کم سے کم ان کے سرخ دھاریوں میں بہتے لہو کے مقابلے میں اپنے قلم کی سیاہی ہی خرچ کر دیجیے۔ اپنی نیم شب کی دعاؤں میں ان کو یاد رکھ لیجیے۔ کیا خبر یہ الفاظ ہی روزِ قیامت ہماری اور آپ کی بخشش کا سامان بن جائیں۔ اللہ رب العزت ہمیں حق راستہ دکھا کر اس کی اتباع کرنے والا بنائیں، اور باطل کی پہچان کروا کر اس سے بچنے والوں میں سے بنائیں۔

☆☆☆☆☆

یہ دور تربیت کا ہے یہ دورِ اتحاد ہے
ہالینڈ کے فساد کا علاج بس جہاد ہے
ہالینڈ مردہ باد تھا ہالینڈ مردہ باد ہے
اے بے حیا و بے شرم تجھے کریں گے ہم ختم
اے دشمنِ رسول تُو فساد ہی فساد ہے
ہالینڈ مردہ باد تھا ہالینڈ مردہ باد ہے
تیرے ذہن میں گندگی، تیرا عمل درندگی
خدا کی سرزمین پر تُو باعثِ تضاد ہے
ہالینڈ مردہ باد تھا ہالینڈ مردہ باد ہے
تُو دُور ہے تو کیا ہوا نکالنے تو آئیں گے
تیرے پلید ذہن میں جو بُغض ہے عناد ہے
ہالینڈ مردہ باد تھا ہالینڈ مردہ باد ہے
ہمارے رہنما نبی ہیں اور تیرا رہنما
فرعون ہے، ہامان ہے، نمرود ہے، شدّاد ہے
ہالینڈ مردہ باد تھا ہالینڈ مردہ باد ہے
دیوانے دل کا فیصلہ اے منکرِ نبی تیرا
غلیظ بدبُودار جسم زائد المیعاد ہے
ہالینڈ مردہ تھا ہالینڈ مردہ باد ہے
یہ دوڑ دنیا میں ہم خود کو بُھولتے رہے مگر
ناموسِ مُصطفےٰ کی پہرے داری ہمکو یاد ہے
ہالینڈ مردہ باد تھا ہالینڈ مردہ باد ہے
یہودیوں کی گھٹیا سوچ پر ہزاروں لعنتیں
گستاخِ مصطفےٰ کے پیچھے فتنۂ مُوساد ہے
ہالینڈ مردہ باد تھا ہالینڈ مردہ باد ہے
خاکے بنانے والوں کی اُڑا کے گردنیں کہو
حضور زندہ باد تھا حضور زندہ باد ہے
ہالینڈ مردہ باد تھا ہالینڈ مردہ باد ہے
ہُدہُد مجاہدانہ عزم و حوصلے کا وقت ہے
اُنہیں نیٹو پہ اور ہمیں خدا پہ اعتماد ہے
ہالینڈ مردہ باد تھا ہالینڈ مردہ باد ہے

ہدہد آلہ آبادی

حق بیان کیجیے کہ وقعت و منزلت کا یہی راستہ ہے!!!

حسنین اوکاڑوی

ایک بڑی مذہبی سیاسی جماعت کے امیر نے پاکستان کے "یومِ دفاع" کے موقع پر بیان جاری کیا کہ "پاکستان کی خاطر جینا افضل جہاد اور پاکستان کی خاطر مرنا افضل شہادت ہے"۔ غیر شرعی اور اللہ سے بغاوت پر مبنی نظام کے بل بوتے پر چلنے والی ریاست کو پہلے "مدینہ ثانی" باور کروایا گیا، اور اب ایسا بے باک دعویٰ کیا گیا ہے جس کے الفاظ ادا کرنے سے پہلے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی زحمت شاید نہیں کی گئی۔ ان نام نہاد مذہبی شخصیات کی چاپلوسی کرنے کی صلاحتیں نکھرتی ہی چلی جا رہی ہیں، جو ایسے الفاظ زبان سے 'ایسی ریاست کے لیے نکالتے ہوئے ذرا نہیں ہچکچاتیں' جہاں مسجدوں، اہل ایمان کی بستیوں پر بارود برسایا جاتا ہو، جہاں غیر الٰہی قوانین کا نفاذ ہو، جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ پر ہی پوری ملکی معیشت کا دارو مدار ہو، جہاں نئی نسل 'لادین نظامِ تعلیم کے ذریعے الحادو لادینیت کے اندھیروں میں گم ہو رہی ہو، میں جہاں سے ماؤں بیٹیوں کو دن دیہاڑے اغوا کر کے کفار کو بیچا جاتا ہو اور قید خانوں میں ڈالا جاتا ہو، جہاں شراب زناکاری ، فحاشی و عریانی، مساج سینٹرز اور پارلز کی صورت میں قحبہ خانے کھلے ہوں، جہاں ہر شہر کا اخبار روزانہ کی بنیاد پر حوا کی بیٹیوں کے جسموں کو بھنبھوڑتے درندوں کی درندگی کی خبریں سناتا ہو، جہاں کفر و الحاد کی دعوت کی تو اجازت ہو لیکن توحید کی دعوت دینے والوں کو راتوں رات اٹھا لیا جاتا ہو۔ جی ہاں! اور ایسا نظامِ ریاست جو دوسرے اسلامی ممالک پر صلیبیوں کو حملہ کرنے کے لیے اپنے فضائی اڈے حوالے کر دے اور جہاں سے بم بار طیارے پروازیں بھر کر اہلِ اسلام کی بستیوں شہروں کو کھنڈر بنادیں اور وہاں کے مکینوں کو ایسے دفن کر سکیں کہ ان کا نام و نشان ہی نہ بچے۔ ایسے نظامِ ریاست کے لیے جان دینے والے مذہب کے نام پر اپنی جماعتیں چلانے والوں کے ہاں بھلے سے "افضل شہید" ہوں لیکن شریعت کی نظر میں تو مردود ہی ہوں گے!!!

اس سے قبل تو مغربی دانش ور ہی بتاتے رہے کہ جہاد کا مطلب قتال نہیں ہے بلکہ جہالت کے خلاف، غربت کے خلاف، بیماریوں کے خلاف اور کرپشن کے خلاف ہے... اور نہ جانے کن کن چیزوں کے خلاف سب کو جہاد کا نام دیا گیا۔ لیکن یہ باتیں سیکولر، دین بے زار اور لبرل طبقہ کی زبانوں سے نکلتی رہیں۔ اب تو پاکستان کے لیے جینے مرنے کو جہاد اور شہادت سے جوڑنے والا کوئی اور نہیں مذہبی شخصیات ہیں۔

کیسے ممکن ہے قرآن و حدیث میں موجود ان لاتعداد وعیدوں کو نظر انداز کر دیا جائے جو عصبیت، قوم پرستی اور تفاخر کے متعلق ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ اوحی الی ان تواضعوا حتی لا یفخر احد علی احد ولا یبغی احد علی احد (مسلم ، مشکوہ)

"اللہ تعالی نے بذریعہ وحی مجھے عاجزی و تواضع اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ہر قسم کے غلط فخر اور ظلم و زیادتی سے بچنے کا ارشاد فرمایا ہے"۔

ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق تعصب کرنے والے قوم پرست اور نسل پرست تعصبی کو گبر (غلاظت کے کیڑے) کی مانند قرار دیا جو گندگی سے پیدا ہوتا ہے، گندگی میں رہتا ہے اور گندگی ہی اس کا مشغلہ زندگی بنی رہتی ہے۔

ایک اور حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جب آپ کسی مسلمان بھائی کو عصبیت و قومیت کے باعث شرم و عار کے مقام پر پاؤ تو اسے باعث شرم و عار مقام سے ہٹاؤ۔ یعنی اس کی غلط ذہنیت ، بری خصلت اور بے جا تعصب و تفاخر سے باز رکھنے میں اس مسلمان بھائی کی مدد کرو، کیونکہ اگر وہ اس غلاظت میں لتھڑا رہا اور اسی حالت پر اسے موت آگئی تو بدنصیب امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام) میں شمار نہ ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

ولیس منا من مات علی عصبیه (مشکوہ)

"جسے عصبیت پر موت آئی وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

یعنی ایسے فرد کا شمار امت محمدیہ میں نہ ہو گا۔

ایک حدیث میں اپنی قوم کی ناحق مدد کرنے والے کو اس اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کنویں میں گر جائے اور اس کو دم پکڑ کر کنویں سے نکالا جائے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے دو معنی بیان کیے ہیں:

"اس ظالم نے اپنی قوم کی ناحق مدد کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا کیونکہ اس کا ارادہ نصرتِ باطلہ سے عزت و سرفرازی، رفعت و بلندی تھا۔ سو یہ گناہوں کے کنویں میں گر گیا اور اونٹ کی طرح ہلاک ہو گیا۔ پس یہ ناحق مدد سے اس کے لیے ایسے ہی غیر نافع ہے جس طرح اونٹ کو کنویں سے دم پکڑ کر نکالنا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو ہلاک ہونے والے اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ جو حق پر نہیں ہوتا وہ تباہ و برباد ہی ہو جاتا ہے اور اس ناحق مدد کرنے والے کو اونٹ کی پونچھ (دم) کے ساتھ تشبیہ دی کہ جس طرح اس اونٹ کو دُم کے بل کھینچ کر نکالنا ہلاکت سے نہیں بچا سکتا، اسی طرح اپنی ظالم قوم کی ناحق

نصرت کے ذریعے اس قوم کو ہلاکت کے اس کنویں سے نہیں بچاسکتا جس میں یہ لوگ گر گئے ہیں''۔

(مرقاۃ المفاتیح ۹/۱۲۸)

یہاں یہ سوال بھی ذہن میں ابھرتا ہے کہ قومیت اور وطن پرستی کی غلیظ بیماری میں مبتلا ہو کر مرنے کی تحریص اہلِ ایمان کو دلوائی جارہی ہے یا پلاٹ اور تنخواہوں کے لالچ میں صلیبی مفادات کے تحفظ کے حصول میں جہنم کا ایندھن بننے والے فوجیوں کو تھپکی دے کر ان کی موت کو شہادت کی سند دی جانی مطلوب ہے۔ اکہتر سال سے مسلمانانِ پاکستان پر مسلط یہ انگریز نواز ٹولہ جنگ تو انگریز کی لڑتا ہے لیکن نام اسے ''وطن کی حفاظت'' کا دیتا ہے۔ ایک لمحے کو اگر ہم انہی کے وطن پرستانہ فارمولوں کے تحت انہی کے پیمانوں میں ان کے اس دعوے کی حقیقت کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا یہ اپنے وطن پرستانہ دعووں میں خود بھی سچے نہیں ہیں۔ عوام کو وطن پرستی کی دعوت دے کر اس کی حفاظت اور اس کے لیے جینے مرنے کو مذہب بنوانے والے یہ جرنیل ذرا اپنے کرتوت تو دیکھیں کہ اگر وطن کی حفاظت میں مرنے کے دعوے میں سچے ہوتے تو کیوں نوے ہزار کی تعداد میں مشرک ہندوؤں کے سامنے ہتھیار ڈالتے، کیوں امریکہ سے آنے والی ایک فون کال پر ڈھیر ہو جاتے، کیوں پاکستان کو امریکہ کی کالونی بنوا دیتے، کیوں امریکہ کے بعد چین و روس کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہوئے اب انہیں پاکستان کو اپنی کالونی بنانے کی دعوت دیتے ہیں؟

اہلِ ایمان کو جان لینا چاہیے کہ وطن پرستی کے جس بت کی عبادت کی طرف یہ ڈالر کے پجاری اور حرص و ہوس کے غلام دعوت دیتے ہیں اس کا تعلق نہ تو پاکستان کی سالمیت سے ہے نہ ہی اس کی ترقی، خوش حالی اور خود مختاری سے ہے۔ یہ بت تو دراصل ان کے پیٹ بھرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور ان بتوں کی ساخت اور شبیہ میں یہ خود ہی وقتاً فوقتاً تبدیلیاں کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آج بڑے زور و شور سے قوم کو بتایا جاتا ہے کہ جناح ایسا پاکستان چاہتے تھے، فاطمہ جناح کو ''مادرِ ملت'' کہہ کر پکارا جاتا ہے حالانکہ چند دہائیوں قبل ہی کی تو بات ہے جب ایوب خان کے مقابلے میں فاطمہ جناح کا الیکشن لڑنا پاکستان کی ترقی اور استحکام کے خلاف قرار پایا تھا۔

پاکستان، یعنی طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لیکن اگلی بات اس سے بھی اہم تر ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ نعمت کن وعدوں کی بنیاد پر حاصل کی تھی؟ اگر اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدوں کو ایفا کرنے کی بجائے، اس سرزمین پر اللہ کے دشمنوں ہی کا سکہ چلنا ہے تو پھر اس ملک اور یہاں کی عوام کو کبھی بھی خود مختاری، خوش حالی اور آسودگی میسر نہ آسکے گی! قومِ سبا کی طرح یہ سرزمین بھی جہاں خدائی نعمت ہے وہیں یہ اللہ کی طرف سے امتحان اور آزمائش بھی ہے! یہاں شریعت نافذ ہو گی تو ہی خوش حالی اور سکون و آشتی بھی مہیا ہو گی۔ اور اس شرعی نظام کے نفاذ کے لیے ہی مجاہدین اسلام سرگرمِ عمل ہیں، جو پاکستان اور پاکستان کی عوام کو ان لٹیروں کی غلامی سے آزاد کروانا چاہتے ہیں۔ یہ لٹیرے قیام پاکستان سے قبل اور بعد میں بھی انگریز سرکار کے وفادار رہے۔ ان کی وفاداری کے عوض ہی انگریز سرکار کی جانب سے انہیں بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئیں اور اسی وفاداری کے سبب ہی تاحال ان کی تمام مجرمانہ سرگرمیوں اور لوٹ کھسوٹ پر عالمی طاقتوں کی جانب سے پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

آج تقریباً تمام ہی مذہبی سیاسی جماعتوں کو ان کے نظریات اور اصولوں سے دست بردار کروایا جا چکا اور اس کے بدلے انہیں دیا کیا گیا، موجودہ الیکشن نے سب عیاں کر دیا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ مذہبی جماعتوں کو جمہوری کھیل سے مکمل ''ناک آؤٹ'' کر دیا گیا اور دیر، بونیر، بنوں، کوہاٹ، لکی مروت، ٹانک، کوہستان، کرک، مردان، صوابی، باجوڑ، مالاکنڈ جیسے اضلاع میں ''جمہوری مزہ'' چکھایا گیا بلکہ جو کچھ ان کے ساتھ کیا گیا اس پر کچھ بولنے اور احتجاج کے حق سے بھی محروم رکھا گیا۔

حالیہ انتخابات میں ہونے والی دھاندلیوں ہی سے متعلق، سلیم صافی صاحب کے پروگرام میں ایک بڑی مذہبی جماعت کے سربراہ کا انٹرویو ریکارڈ ہوتا ہے جس کی بروقت اطلاع خفیہ ایجنسی کو پہنچتی ہے۔ انٹرویو کی مکمل ریکارڈنگ مانگ لی جاتی ہے جو کہ فراہم کر دی جاتی ہے۔ اب یہاں اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے کہ جیو ٹی وی جیسا طاقت ور ٹی وی چینل کیسے ان نادیدہ قوتوں کا فرماں بردار بن گیا۔ بہر حال آرڈر حکم ہوتا ہے کہ فلاں فلاں سوال اور جواب حذف کر دیا جائے۔ سلیم صافی اس پر برانگیختہ ہوتا ہے لیکن چینل کو معلوم ہے ایک صحافی کے لیے چینل کو قربان نہیں کیا جاسکتا۔ حکم نامے کے مطابق مذکورہ سوال جواب حذف کیے جاتے ہیں، جس کے بعد چینل پر اس پروگرام کے پرومو / اشتہار چل جاتے ہیں۔ اب خلائی مخلوق پھر اپنے فیصلے پر پشیمان ہوتی ہے کہ جتنی باتیں کہنے کی اجازت دی گئی، یہ بھی ''وقار'' کے لیے خطرہ ہے۔ لہٰذا پروگرام سرے ہی سے نشر نہ کرنے کا نیا حکم نامہ جاری ہوتا ہے۔ جسے تسلیم نہ کرنا جیو ٹی وی کے بس میں نہ تھا لہٰذا اس پر بھی عمل ہوتا ہے۔ اب یہ جمہوریت کے راستے سے دینِ اسلام کے غلبے کا خواب دیکھانے والوں کو لمحہ فکریہ ہے کہ جو نظام آپ کو اظہارِ رائے ہی کی اجازت نہ دے، جو کہ اسی نظام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے، اس نظام سے کیونکر توقع رکھتے ہیں کہ اس راستے سے اسلام کے نفاذ کا خواب پورا ہو گا؟؟؟

☆☆☆☆☆

جنرل باجوہ کی بھارت سے امن مذاکرات کی درخواست اور بھارت کا انکار

اسامہ سعید

امریکی نائب معاون وزیر خارجہ نے ایک بیان میں بھارت کے افغانستان میں کردار کو اہم قرار دیتے ہوئے اس بات کا عندیہ دیا کہ بھارت کے افغانستان میں کردار کو ختم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس بیان کو پاکستانی حکام کے ان خدشات کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ صورت حال مضحکہ خیز لگے گی کہ خود پاکستان کی جانب سے بھی سفارتی محاذ پر پسپائی اختیار کرتے ہوئے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے۔

حال ہی میں نیویارک ٹائمز میں اس حوالے سے ایک خبر شائع ہوئی ہے جس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ پاکستان کی ملٹری اسٹیبلشمینٹ نے بیک چینل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے بھارت کو امن مذاکرات بحالی کی درخواست کی جس کو بھارت نے ٹھکرا دیا۔ خبر کے مطابق یہ اقدام جنرل باجوہ کی جانب سے الیکشن سے قبل اٹھایا گیا۔ اس اقدام کی بنیادی وجہ پاکستانی معیشت کی خراب ہوتی صورت حال اور قرضوں کا بوجھ بتایا جاتا ہے۔ خوش فہمی پر مبنی اس اقدام کی ایک اور وجہ جنرل باجوہ کی بھارتی فوج سے دوستانہ تعلقات اور ذہنی ہم آہنگی بھی تھی کیونکہ جنرل باجوہ جب بریگیڈئر باجوہ تھا تو یہ افریقی ملک کانگو میں اقوام متحدہ کی امن فوج میں بھارتی جنرل بکرم سنگھ کے ماتحت کے طور پر کام کر چکا ہے، اور یہی بکرم سنگھ بعد میں بھارتی فوج کا سربراہ بھی بنا۔ تجزیہ نگار جنرل باجوہ کی مذاکرات کے حوالے سے ناکامی کی ایک وجہ بھارتی حکومت کو بھی سمجھتے ہیں جہاں پاکستان کی طرح فوجی جرنیل فیصلے نہیں کرتے بلکہ تمام معاملات کا کنٹرول سیاسی حکومت کے ہاتھ میں ہے۔

باجوہ کی بھارت سے مذاکرات کی خواہش کا ایک محرک چینی حکومت کے مفادات کا تحفظ بھی ہے۔ چینی حکومت کے خیال میں اگر پاک بھارت مذاکرات کے نتیجے میں پاکستان کی مشرقی سرحد پر حالات نارمل اور پرامن ہو جائیں تو پاکستان اس قابل ہو گا کہ مشرقی سرحد سے اپنی فوج ہٹا کر مغربی سرحد پر لگائے تاکہ سی پیک کے روٹ کو مزید محفوظ بنایا جاسکے۔

بھارت کی بجائے اسلام پسندوں کو اپنا اصل دشمن قرار دینے والے یہ جرنیل جو بارہا مجاہدین کی کمر توڑنے کے دعوے کرتے رہے، ان کی اپنی کمر اب کس حال میں ہے؟ اس کا اندازہ جی ایچ کیو میں یوم دفاع کی مناسبت سے ہونے والے سرکس کی تقریب میں سبھی کو ہوا جب عمران خان کی جانب سے کہا گیا کہ ہم پرائی جنگ نہیں لڑیں گے۔ اور اس بیان پر بجنے والی زور دار تالیاں اور ان صلیبی جنگ میں ہلاک ہونے والے فوجیوں کے لواحقین کے چہرے دیکھنے کے لائق تھے کہ جن کے پیاروں نے آرڈر کی فرماں برداری اور چند ٹکوں کے عوض یہ جنگ لڑی کیونکہ انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ یہ اپنی جنگ ہے، مقدس جنگ ہے!

اس فوج کے نزدیک اسلام کا نام لینے والے ہی اصل دہشت گرد ہیں اور انہی سے لڑنے کا نام جہاد ہے۔ یہی بات کانگو میں اُس وقت کے بریگیڈئر باجوہ نے اپنے جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہی تھی...اس باطل نظریے کو ذہنوں میں بٹھانے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی لیکن آج جب جرنیلوں کو امریکہ کی جانب سے ملنے والے کولیشن سپورٹ فنڈ میں کٹوتی ہو رہی ہے اور امریکہ اب وہ فوجی امداد دینے کو تیار نہیں جو وہ مشرف کے دور میں دیتا رہا تو جرنیلوں کو ذرا شرم محسوس نہیں ہوئی کہ اپنی ہی تیار کردہ کٹھ پتلی حکومت کے کٹھ پتلی وزیر اعظم کے منہ سے ڈھٹائی کے ساتھ یہ الفاظ کہلوائے کہ ''یہ جنگ پرائی جنگ تھی''۔

حقیقت یہ ہے کہ سیکورٹی فورسز جن میں فوج، ایف سی، رینجرز ہو یا پولیس' جنگ کا اصل ایندھن تو نچلے درجے کا طبقہ خصوصاً سپاہی بنا ہے جب کہ کولیشن سپورٹ فنڈ کی مد میں ملنے والا کثیر حصہ اور ملک و قوم کے دفاع پر اینٹھی جانے والی رقم تو افسر طبقے کی جیب میں جاتی رہی ہے۔ سترہ سالہ جنگ میں یہ افسر طبقہ اپنی جائیدادیں بنا کر اور غیر ملکی شہریتیں لے کر اس قابل ہو چکا ہے کہ اپنی بقایا زندگی امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، آسٹریلیا، دبئی وغیرہ میں عیش کے ساتھ گزارے۔ ایسا ہی ایک افسر حیدر اشرف' جو پنجاب پولیس میں ڈی آئی جی آپریشن رہا' نے حال ہی میں ایک سال کی چھٹیوں کی درخواست دی جو قبول ہو گئی۔ موصوف کی فیملی کینیڈا منتقل ہو چکی اور اب خود بھی شہریت حاصل کرنے کے خواہش مند ہے۔

رہی بات جنگ کا ایندھن بننے والے سپاہیوں کی تو یہ ان کی تربیت کا حصہ ہے کہ افسران کے آرڈر پر عمل کیا جائے۔ اس کے متعلق کچھ سوچنے کی آزادی تو کبھی بھی نہ تھی اور نہ آئندہ ہو گی۔

دوسری طرف پاکستانی میڈیا میں ایسے بیٹھے دانش وہیں جو اب بھی بے شرمی سے یہ مطالبہ کرتے پائے جاتے ہیں کہ پاکستان کو یہ پرائی جنگ اب بھی لڑنی چاہیے اور اپنے ہی پیسوں پر لڑنی چاہیے۔

☆☆☆☆☆

تجارتی مفادات: ایغور مسلمانوں کو بھلا دینے کا سبب

خالد منصور

مقبوضہ مشرقی ترکستان' جو چین کا مسلم اکثریتی صوبہ ہے' میں 'ہوئی' مسلمانوں کی جانب سے دیے جانے والے دھرنے کے سبب ویضحو جامع مسجد کے انہدام کو روکا گیا ہے۔ مسجد کی تعمیر حال ہی میں مکمل ہوئی تھی جس کے بعد حکومت کی جانب سے مسجد انتظامیہ کو اس بنیاد پر انہدام کا نوٹس جاری کیا گیا کہ مسجد کی تعمیر اور ڈیزائن کے لیے باقاعدہ اجازت نہیں لی گئی۔ نتیجتاً 'ہوئی' مسلمانوں کی بڑی تعداد مسجد کے گرد جمع ہو گئی۔ مسجد کے انہدام کی یہ پہلی کوشش نہیں ہے بلکہ اس قبل بھی لاتعداد مساجد کو شہید کیا جا چکا ہے، ان کی بے حرمتی کی جاتی رہی ہے حتیٰ کہ مساجد کے دروازوں اور دیواروں پر سے کلمہ طیبہ بھی ہٹا کر کمیونسٹ پارٹی کے لیڈروں کی تصویریں لٹکائی جاتی رہی ہیں۔ ائمہ مساجد کی تضحیک اور تذلیل کے لیے ان کو زبردستی رقص کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور کمیونسٹ پرچم کو سلامی دینے اور اس کے سامنے جھکایا جاتا رہا ہے۔

ایک ایسے دور میں جب دنیا کو "گلوبل ویلج" کہا جانے لگا اور خبروں اور حالات سے واقفیت نہایت آسان ہو گئی ہے، ایسے میں یہ مضحکہ خیز لگتا ہے کہ امتِ مسلمہ چینی مسلمانوں پر ہونے والے مظالم اور چین میں مساجد کی شہادتوں سے بے خبر ہے۔ جی ہاں اور وہ بھی بے خبر ہیں جو بابری مسجد کی شہادت کو لے کر انڈیا کے خلاف خوب نعرے بازی کرتے ہیں۔ ان حضرات کو نہ تو اسلام آباد کی لال مسجد نظر آئی اور نہ اب چین میں شہید ہونے والی مساجد نظر آتی ہیں۔

۲۰۱۳ء میں کمیونسٹ پارٹی آف چائنہ کے منتخب ہونے والے صدر ژی جنپنگ نے اپنی حکومت میں ابتدا ہی سے مذہب کو سختی سے کچلنے، اسے چینی ثقافت سے بدلنے کے لیے بڑے پیمانے پر اقدامات کیے۔ جس کے نتیجے میں ایغور اور ہوئی مسلمان جو چین میں دو بڑی مسلمان قومیتیں ہیں، متاثر ہوئے۔ اب تک جیل نما کیمپوں میں دس لاکھ سے زائد مسلمانوں کو گرفتار کر کے ڈالا جا چکا ہے، جہاں انہیں جبراً اسلام سے دست بردار ہو کر کمیونزم میں شامل ہونے پر زور ڈالا جاتا ہے۔ شراب اور سور کا گوشت کھانے پر زبردستی مجبور کیا جاتا ہے۔

کچھ عرصہ قبل چینی کمیونسٹ پارٹی کی حکومت نے کاشغر کا تاریخی مرکز مسلمانوں سے بزور خالی کروا لیا۔ اس سے قبل شہر کے مرکزی علاقے کی تنگ گلیوں میں خواتین حجاب پہن کر اور مرد ٹوپیاں پہن کر روز مرہ کے کام انجام دیتے نظر آتے تھے۔ پچھلی چند دہائیوں میں چین نے ان مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔

بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گی کہ چین کی مسلم آبادی سعودی عرب کی مسلم آبادی سے زیادہ ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ چینی مسلمانوں کا رابطہ باہر کی دنیا سے نہ ہونے کے برابر ہے۔ چین سنکیانگ کے صوبے کو خود مختار صوبے کا نام دیتا ہے لیکن یہاں کا مسلمان ایک قیدی کی زندگی گزار رہا ہے۔ مہذب ممالک میں مجرم قیدیوں کو بھی اس کے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہوتی ہے لیکن ترک نسل کے چینی مسلمان اپنے گھر اور محلوں میں بھی اپنے مذہب پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا ہے۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق چینی حکومت نے تقریباً ایک ملین ایغور مسلمان مردوں کو کنسنٹریشن کیمپس میں مقید کر رکھا ہے جہاں ان کی برین واشنگ کی جا رہی ہے۔ ان کیمپس کو چین نے "ری ایجوکیشن کیمپس" کا نام دیا ہے جہاں انہیں اپنے مذہب سے نفرت کرنا سکھائی جاتی ہے۔ بی بی سی کے مطابق اس وقت ایغور علاقوں کی گلیاں سنسان پڑی ہیں۔ مرد بہت کم گھر کے باہر نظر آتے ہیں۔ بی بی سی ہی کے مطابق یہ دنیا کی سب سے زیادہ نگرانی والی جگہ ہے۔ بی بی سی ہی کے مطابق چینی اس پروگرام کو transformation through education کا نام دیتے ہیں۔

تیل اور گیس کے قدرتی وسائل سے مالا مال، یہ چین کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور اس کا رقبہ فرانس کے رقبے کا تین گنا بتایا جاتا ہے۔ یہ چین کا سب سے زیادہ ملیٹرائزڈ علاقہ بھی ہے جہاں مسلمانوں کی مسلسل مانیٹرنگ ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ مسجدوں میں face recognition ڈیوائسز لگے ہوئے ہیں جو مساجد میں نماز ادا کرنے والوں کی تصویریں ریکارڈ کرتے ہیں۔ ان حالات میں کتنے مسلمان مساجد میں نماز ادا کرنے کا رسک لیتے ہوں گے۔ ۲۰۱۴ء میں حکومت کی طرف سے اس ریجن میں روزے پر پابندی لگائی گئی۔ رمضان کے مہینے میں روزے داروں کو حکومت کی طرف سے دعوتوں میں کھانے کا حکم دیا گیا۔ تعمیل نہ کرنے والوں کو ملازمت سے برخواست کرنے، جرمانے یا جیل کی قید کا سزاوار ٹھہرایا گیا۔

ایک طرف چینی حکومت بڑی تعداد میں چین کے دوسرے علاقوں سے آبادی کو یہاں منتقل کر رہی ہے جن میں ایک بڑی تعداد ریٹائر فوجیوں کی ہے جنہیں یہاں بزنس اور زراعت کی اجازت دی گئی ہے اور انہیں reserved فوجی کا اسٹیٹس بھی دیا گیا ہے۔ اس طرح آبادی کا توازن چینی حکومت اپنے حق میں کر رہی ہے اور اس فوجی بیک گراؤنڈ رکھنے والی آبادی سے ایغور مسلمانوں کی نگرانی کا کام بھی لیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف ایغور مسلمان مردوں کا برین واش کرنے کے لئے انہیں ری ایجوکیشن کیمپس میں منتقل کیا جا رہا ہے۔

ایک فرانسیسی صحافی کی ۲۰۱۴ء میں بنائی ہوئی تفصیلی وڈیو کے مطابق' جس میں اس نے پورا ہوم ورک کر کے سیاح کے طور پر اس علاقے کا دورہ کیا اور متعدد انٹرویوز کیے' چین بڑی تعداد میں تین ہزار کلو میٹر دور سے چینی نسل ہان کی آبادی کو سنکیانگ منتقل کر رہا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۱۷ پر)

یہ لہو کاروں کارواں جائے گا

محمد اویس صدیقی

سر زمین انصار ان مہدی و عیسیٰؑ، مسکن انبیاء، ملکِ شام میں دنیا کی موجودہ ترین تاریخ کا سب سے بڑا قتل عام جاری ہے... سات سال سے زائد جاری اس جنگ نے معصوم شامیوں پر ظلم کی انتہا کر دی ہے... کئی لاکھ جام شہادت نوش کر چکے ہیں... نظامِ زندگی درہم برہم ہو چکا ہے... شہر کے شہر کھنڈرات میں تبدیل ہو کر قیامتِ صغریٰ کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ حلب کی چیخیں بشار الاسد کی فضائی و زمینی حملے میں دبائی جا رہی ہیں۔ شام میں جاری جنگ نے بوسنیا، فلسطین چیچنیا میں ہونے والے ظلم و جور کو مات دے دی ہے۔ شام میں بشاری، ایرانی، روسی اور امریکی درندے خوں آشامی ڈھا رہے ہیں، وہاں شام قیامت برپا ہے، چیخوں سے فضا بھر گئی ہے... بشارالاسد کی جارحیت کے سامنے ہلاکو خان، اور ہٹلر بھی مات کھا گئے ہیں... وہ فوجیں جن پر عوام کے تحفظ کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں، وہی اپنے عوام کے خون سے ہولی کھیلنے میں مصروف ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ مظلوم شامی عوام کی مدد کے لیے تو کوئی نہیں آیا لیکن انہیں تہ تیغ کرنے کے لیے ایران، اور لبنان کی تنظیمیں اور روسی و امریکی فوجیں میدان میں کود ی ہوئی ہیں۔

جنگ کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ اسلامی طریقہ جنگ میں بچوں اور بوڑھوں عورتوں پر ہاتھ اُٹھانے سے منع کیا گیا ہے لیکن شام کے ظالم حکمران نے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر فرعونیت کی وہ تاریخ رقم کر رہا ہے کہ شیطان بھی شرمندہ ہے۔ بوڑھوں پر ظلم کی انتہا کر دی گئی، خون اس طرح سے بہہ رہا ہے گویا عید قرباں کا سماں ہو۔ شہدا کے خون کی دھاریں کہہ رہی تھیں کہ یہ لہو کارروان کارروان جائے گا، لیکن ظلم کے آگے سر نگوں نہیں ہو گا۔ شام میں مسلمانوں پر کیے گئے وحشیانہ مظالم کی داستانیں تو بہت ہیں لیکن چند ایک جن سے روح کانپ جائے انسانیت شرمندہ ہو جائے وہ یہ ہیں:

دو سال قبل شامی فوج نے دمشق کے اطراف میں ۸۵ شہریوں کو گھروں سے نکال کر بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ بارہویں صدی ہجری میں بنوامیہ کے دور خلافت میں تعمیر کی گئی ایک شاہ کار اور تاریخی مسجد کو شہید کر دیا گیا اور مسجد کی حرمت کو پامال کیا گیا۔ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر کو کھول کر ایک دوشیزہ کی عصمت دری کی گئی جس سے اس کی چیخیں پورے شہر میں سنائی دیتی رہیں، دنیا خاموشی سے سنتی رہی اور ظالم فرعونیت میں مگن ہو کر بنتِ حوا کی بے بسی کا مذاق اڑاتے رہے۔ شام کے ساحلی شہر بانیاس کے گاؤں بیضاء پر اندھا دھند فائرنگ کرتے ہوئے مسلمان شہریوں کا اجتماعی قتل عام کیا گیا اس قتل عام میں سات سو سے زائد نہتے بچوں، عورتوں اور نوجوانوں کو شہید کیا گیا۔ عمر نامی ایک شامی باشندہ اپنے گاؤں میں ہونے والے قتل عام کا ایک چشم دید گواہ ہے وہ کہتا ہے کہ

> ”میں نے ۴۶ لاشیں اکیلے نکالیں اور پھر اگلے چار دن تک کچھ کھا نہیں سکا۔ ایک چند ماہ کی بچی کی لاش کو میں بالکل بھول نہیں سکتا، جسے زندہ جلا دیا گیا اور پھر ایک ایسی لاش دیکھی جس سے میرے اوسان خطا ہو گئے، میں تڑپ اٹھا... اس لاش کو ماں کے پیٹ سے چیر کر باہر نکال کر ذبح کر دیا گیا تھا“۔

انہوں نے اس کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارے علاقے میں شامی فوج نے حملہ کیا، پہلے بچوں کو الگ کیا جن کی تعداد ۴۰ کے قریب تھی انہیں ماں باپ کے سامنے نیست و نابود کر دیا گیا، کچھ بچوں کو چُھریوں سے ذبح کر دیا گیا، اور پھر عورتوں کو اور بڑوں کو مار دیا گیا، اور کچھ لوگوں کو آگ میں ڈال کر بھون دیا گیا۔ پھر اپنے بچوں اور عورتوں کے موت کے ہولناک مناظر دیکھنے والے ان بے بس نوجوان مردوں کو بھی آخر میں گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔

اسی طرح ایک اور اجتماعی قتل عام میں شام کے علاقہ بائیدہ اور راس النبیہ سے ۳۲۲ لاشیں ملی ہیں۔ لاشیں کیا ہیں، بلکہ ان کی باقیات دستیاب ہوئی ہیں، اس وقت اس علاقہ میں کے ۱۸۰۰ افراد ہنوز لاپتہ ہیں اور عام خیال ہے کہ ان سب کی شامی صدر بشارالاسد حکومت کے لیے بلی چڑھا دیے گئے ہیں۔ کئی بچوں کی جلی ہوئی لاشیں، اس حال میں ملیں کہ وہ خوف سے ایک دوسرے سے چمٹ گئے تھے اور اسی حالت میں ظالم فوجوں نے انہیں سپردِ آگ کر دیا۔ اسی بائیدہ کے قتل عام پر ایک فوجی سے کسی نے کہا کہ تم اس طرح خونخوار کیوں بنے ہوئے ہو تو اس نے کہا کہ اگر ہم نے اس علاقے کے ایک بھی آدمی کو زندہ چھوڑ دیا تو اعلیٰ افسران ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے وہ ہمیں مار دیں گے۔ وہ اپنی سربریت کی داستاں بے شرمی سے سناتے ہوئے کہتا ہے کہ ایک ہال میں ۱۰۰ عورتوں کو اکٹھا کیا گیا پھر سبھی کو باری باری چُھرے سے ذبح کر دیا گیا جب فوجی بائیدہ کو تہ تیغ کر کے واپس جا رہے تھے تو تمام گلیاں اور چوک لاشوں سے اَٹے پڑے تھے۔

رات کی تاریکی تو اپنے مقررہ وقت پر چھٹ جاتی ہے، لیکن شام میں چھائی خوف ناک اور جان لیوا شبِ تاریک خدا جانے کب ختم ہو گی؟ ظلم و ستم کی شام وحشت ناک رات میں بدل چکی ہے۔ دور دور تک سویرے کی کرن پھوٹنے کا نام ونشان نظر نہیں آتا۔

سوشل میڈیا پر پھول سے شامی بچوں کے خون میں لتھڑے لاشے دیکھ کر لاکھ کوشش کے باوجود بھی اپنی آنکھوں کو برسنے سے روک نہیں پایا۔ جب بھی یہ تصاویر سامنے سے گزریں تو اپنی بے بسی اور عالم اسلام کی بے حسی پر رونے کو دل چاہا۔ شام میں روسی بھیڑیوں اور بشار کے درندوں نے جو بھی کیا، وہ کم از کم سینے میں دھڑکتا دل رکھنے والا انسان نہیں کر سکتا، شاید ان کے سینوں میں انسانوں کی بجائے خوں خوار بھیڑیوں کے دل ہیں۔ شام میں بے بس مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، یہ سب کچھ عالم اسلام کی بے حسی کا نتیجہ ہے۔

شام کسی ایک ملک، گروہ یا تنظیم کے نشانے پر نہیں ہے، بلکہ یہ دنیا بھر کی طاقتوں کا اکھاڑہ بنا ہوا ہے۔ امریکہ، اسرائیل، برطانیہ، روس، ایران، بشار اسد سمیت نجانے کون کون شام میں اپنے اپنے مفادات کے حصول کے لیے قتلِ عام جاری رکھے ہوئے ہے۔ دنیا بھر کی طاقتوں کی طرف سے مسلط کردہ اس جنگ میں شام کے عوام کے حصے میں صرف اور صرف قتل وغارت گری، تباہی، بربادی اور خونریزی آئی ہے۔ شام کی اینٹ سے اینٹ بج چکی ہے۔ شام میں انسانیت زندگی کو ترس رہی ہے۔ کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ شام میں ظلم وستم کی شام کب ختم ہوگی؟

لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ وہاں تو بم باری ہو رہی ہے اور ہم خوابِ خرگوش میں مدہوش ہیں۔ ہم وہاں جا نہیں سکتے مگر اتنا تو کرسکتے ہیں کہ ان کے لئے دعا کریں... یہ کیا کہ ہماری دعاؤں میں بھی ان مظلوموں کے لیے کچھ بھی شامل نہیں ہوتا! ہم مختلف ذرائع سے شامی مسلمانوں اور مجاہدین کی نصرت کرسکتے ہیں لیکن ہم اپنے اپنے روز مرہ کے کاموں میں مصروف ہیں... ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں... حالانکہ مسلمان ایک جسم کے مانند ہے پوری دنیا میں کہیں بھی ایک مسلم پر کوئی آفت آئے تو تقاضا یہ ہے کہ پوری امت مسلمہ اس کی نصرت کے لیے سرگرم ہو جائے لیکن نہیں ہمیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اتنا یاد رکھیں...! قیامت کے دن ہم سے یہ ضرور پوچھا جائے گا کہ شام والے کیا انسان نہیں تھے؟ حلب جل رہا تھا لیکن تم سوئے رہے... ماؤں کی عصمتیں تار تار ہوتی رہی تم مدہوش رہے... بہنوں کے دوپٹے جلائے جاتے رہے، تم بے خبری میں پڑے رہے... بچوں کی سسکیاں آسمان تک پہنچتی رہی تمہارے کان بہرے رہے... بوڑھے درد سے کراہتے رہے تم بے درد بنے رہے... وہاں کے نوجوان 'امتِ مسلمہ کی طرف آس لگائے رہے لیکن تم بے حسی کی چادر تانے سوتے رہے!!!

ہر شب کے چاند نے ہمارے بچوں کو، ماں کی آغوش میں دُبکے، اس کے سینے سے سیر اب ہوتے دیکھا۔ پھر اسی قمر نے شام میں بچوں کو دیکھا، ان کی پیاس پیشانی سے ٹپکتے لہو سے بجھ رہی تھی۔ چاند کی روشنی میں یہ منظر بھی ابھرا کہ ہمارے دستر خوانوں پر گرم روٹیاں بھاپ اڑا رہی تھیں، لیکن وہاں شام میں بارود کی بُو لیے اُڑتا غبار ہی میسر تھا رہا۔ ہمارے مرغن کھانوں کی خوشبو چہار سو پھیلتی رہی، وہاں لہو رنگ مٹی سے اٹھتی خونِ شہدا کی خوشبوئیں فلک سے بہت آگے تک رسائی پا گئی۔ چاند کو کوئی فرق تک نہ پڑا! وہ شق نہ ہوا، وہ بے نور بھی نہ ہوا۔ ہماری بے حسی ایسی مؤثر ہوئی کہ چاند بھی بے حس ہو گیا۔ وہ بِنا تڑپے اپنے وقت پر آرام کرنے چل دیا۔ ہماری بے حیائی نے سورج سے بھی شرم کا زیور چھین لیا۔ ہماری جن بہنوں کے بدن رات کی تاریکی نے بھی نہ دیکھے تھے۔ سورج نے وہ عفیف اجسام 'مُردہ حالت سب کو دکھائے۔ شام کا شیر خوار بھی ہم سے ناراض رہا، اس نے اوندھے منہ مرنا پسند کیا کہ کہیں ہماری اندھیری نظریں اس کے چہرے کا نور نہ بجھا دیں۔

اے سرزمینِ شام! تجھے تو قسّامِ ازل نے بڑا خوش قسمت بنایا ہے۔ تیری خاک اجسامِ انبیاء و اولیاء سے پُر ہے، اور معصوم کلیوں کے لہو سے تَر بھی۔ تیرے لیے خوش بختی ہے کہ جنت کے باسی تیرے بطن سے نکلیں گے، جو اپنے محلات میں جاتے ہم پر نظر نہ ڈالنا چاہیں گے۔ ہمارا ان کا رشتہ ہی کیا ہے؟ ان کی چیخوں پر ہمارے جسم نہ تڑپے، قلب نہ لرزے، آنکھ نہ بہی، مسکراہٹ نہ بجھی۔ ہم بیوی بچوں کے پہلو میں پُرسکون رہے۔ ہمارے ہاتھ نہ اٹھے۔ تمہارے لیے نصرت تو کیا مانگتے، اپنے لیے دردِ امت تک نہ مانگا۔ سرزمینِ شام! تُو قابلِ رشک ہے، تیرے شہیدوں کے لیے خدا نے قرآن میں جنات و انہار اور دیدارِ غفّار کا وعدہ کیا۔ تو بے فکر رہ! فکر تو ہمیں ہونی چاہیے کہ ہمارا بھی اُن میں کچھ حصہ ہو گا یا نہیں! یا ہمارے کرتوت جہنم میں ہمیں اوندھے منہ گرا کر رہیں گے۔ شام کے بچو! ہمارے آرام میں تمہاری بلبلاتی آوازیں خلل نہ ڈال سکیں گی۔

اے اللہ! ہم تجھ سے شامی مسلمانوں کے لیے کیا مانگیں؟ ہم تو خود تہی دامن ہیں۔ الٰہی! ہمارے دل کو تڑپا دے۔ خدایا! اشک کا سیلِ رواں عطا فرما۔ مولا! ہمارے گناہوں سے لتھڑے جسموں پر ایک مرتبہ تو لرزہ طاری ہو۔ اللہ! ہم شامیوں کے لیے نہیں، اپنی خاطر مانگتے ہیں، تو اُن کی نصرت فرما۔ ان کا ہر شہید ہمارے خلاف حجت بنتا جارہا ہے۔ یا اللہ! ہماری یہ حالت نہیں کہ ہم تیرا قہر بن کر کافروں پر ٹوٹ پڑیں۔ تو بلا واسطہ ان پر اپنا قہر نازل فرما۔ یارحیم! بس اس قہر کا رخ ہماری طرف نہ کر دینا۔ یارؤف! ہمارے حکّام نے تیرے آگے ہاتھ اٹھانے سے نہیں روکا ہوا، تو ہمارے ان بودہ عذروں پر پکڑ نہ کرنا۔ اللہ! ان کی مدد فرما۔ آمین یارب

"پس امریکیوں کے لیے ہمارا پیغام سورج کی طرح واضح اور شمشیر کی دھار رکھنے والا ہے۔ کہ گیارہ ستمبر کے واقعات ہمارے خلاف تمہارے جرائم کا نتیجہ ہیں۔ وہی جرائم جو تم نے فلسطین، افغانستان اور عراق اور شام اور مالی میں اور صومال و یمن اور مغربِ اسلامی اور مصر میں کیے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے مسلمانوں کے ممالک پر تمہارے قبضے کا اور ان کی معدنیات چرانے کا اور ان پر مسلط فاسد مجرمین کی حمایت کرنے کا جو ان پر مسلسل ظلم کر رہے ہیں اور یاد رکھو اگر تمہارے جرائم یونہی جاری رہے تو باذن اللہ گیارہ ستمبر جیسے واقعات بھی ہزاروں مرتبہ ہی ہوں گے اور پس ہم تمہارا پیچھا کرتے رہیں گے جب تک تم ہماری دشمنی سے ہاتھ کھینچ نہیں لیتے ان شاء اللہ حتی کے قیامت کا دن بھی آن واقع ہو"۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

ایک شامی بچی کی روداد

ابو قانتہ

شامی بچی ملبے سے اپنی گڑیا نکالتے ہوئے روہانسے لہجے میں: ابی ابی! دیکھئے میری گڑیا کا کیا حشر ہو گیا... اس کا سر نہیں مل رہا... دیکھئے!

باپ:

کوئی بات نہیں بیٹی میں نئی لے دوں گا...

بچی:

پچھلے سال بھی آپ نے کہا تھا نئی لوں گا اور اس سے پچھلے سال بھی کہا تھا... آپ نہیں لیتے......

بیٹی! حالات ذرا ٹھیک ہونے دو میں ضرور تمہارے لئے پیاری سی گڑیا لاؤں گا... ابھی تو راستے خراب ہیں اوپر سے بموں کا ڈر بھی ہوتا ہے...

بچی:

ابی کیا آپ بھی ڈرتے ہیں؟؟ وہ ایک بار جب خالدہ نے مجھے مارا تھا تو آپ نے ہی مجھے بچایا تھا اور بولا تھا ڈرنا نہیں میں ہوں نا؟؟ کیا آپ مجھے نہیں بچائیں گے؟؟

باپ لاجواب ہو گیا اور اپنے کمزور ہاتھوں کو گھورنے لگا...

تھوڑی دیر بعد بچی پھر بولی:

ابی!

کیا یہ مجھے بھی ماریں گے؟؟

باپ تلخ مسکراہٹ کے ساتھ:

نہیں بیٹی... وہ میری گڑیا کو کیوں ماریں گے...

بچی پریشانی سے:

مگر انہوں نے میری گڑیا کو تو مار دیا...

باپ پھر لاجواب ہو گیا...

ابی!

میری گڑیا کا سر نہیں مل رہا... اسے تکلیف ہو گی نا؟؟ دیکھئے یہ پاؤں بھی ٹوٹ گیا ہے اسکا... ابی! آپ اس کا علاج کیوں نہیں کرتے...؟؟ ابی! مجھے پتا ہے جب ہم مرتے ہیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے اسے بھی ہو گی...

باپ کسی امدادی ورکر سے رہ جانے والا گیس ماسک اٹھالاتا ہے اور بچی کے سر پر چڑھا دیتا ہے... بچی خوش ہو جاتی ہے... عجیب کھلونا ہے...

اچانک فضا جنگی طیاروں کی آواز سے گونج اٹھتی ہے... زہریلی گیسوں کے بم گرائے جاتے ہیں باپ بچی کو آغوش میں چھپالیتا ہے...

اس کی آنکھوں میں نمی ہے وہ بچی کے ہاتھوں کو چومتا ہے... پھر زہریلی گیس کے زیر اثر ہو کر بے جان سا گر پڑتا ہے... اس کا بدن جھٹکے کھاتا ہے پتلیاں چڑھ جاتی ہے.... بچی کھکھلا کر ہنسنے لگتی ہے....

دو سال پہلے اس کے ابی اِسے ایسا ہی ہنسایا کرتے تھے... آج کتنے ہی عرصے بعد اس کے ابی نے پہلے جیسی حرکتیں کی تھی.... وہ خوشی سے اس سے لپٹ جاتی ہے... کتنی ہی دیر اٹھانے کے بعد جب وہ نہیں اٹھتا تو اس کی ہنسی رونے میں بدل جاتی ہے....

پھر دوبارہ طیارے آتے ہیں وہ ان کی گرج سے خوف زدہ ہو کر پھر باپ سے لپٹ جاتی ہے ابی اٹھئے نا! مجھے بچایئے نا دیکھو وہ مجھے مار رہے ہیں... وہ پھر رونے لگتی ہے...

اچانک آسمان سے کھلونوں کی بارش ہوتی ہے اس کے گھر میں بھی کئی کھلونے گرتے ہیں... وہ پل میں سب بھول کر کھلونوں کی طرف بھاگتی ہے....

آہا!!! وہ خوشی سے چیختی ہے... ایک کھلونا بالکل اس کی گڑیا کی طرح ہے...

وہ اسے اٹھا کر دوبارہ باپ کے پاس آتی ہے... ابی دیکھیے! ابی ابی دیکھئے! آپ میرے لیے گڑیا نہیں لا رہے تھے مجھے انہوں نے دے دی... کتنے اچھے ہیں نا وہ... مجھے انہوں نے گڑیا دی اللہ میاں ان کو بھی گڑیاں دے.... بالکل میری گڑیا کی طرح ہے... آپ تو نہیں بولتے اب یہ میرے ساتھ بولے گی....

جونہی وہ بٹن دباتی ہے ایک دھماکہ ہوتا ہے... موت کی خاموشی پھیل جاتی ہے.... اُس کا دھڑ باپ کے سینے سے لگ جاتا ہے... سر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا ہوتا ہے...

تب تک اسے پتا چل چکا ہوتا ہے کہ وہ غلط تھی کہ موت ہمیں تکلیف دیتی ہے وہ مشک بھرے پانی کی طرح مشک سے نکلی تھی....

☆☆☆☆☆

"بے شک اسلامی ملکوں پر قابض "مسلمان" حکمران ہمارے لیے واضح دشمنوں (کفار) سے زیادہ بڑا خطرہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے لیے مال و دولت اکٹھی کرتے ہیں، طاقت اور قوت اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہیں اور پھر آزادیوں کو سلب کرتے ہیں، انسانوں کو قید کرتے ہیں اور صرف 'ربنا اللہ' کہنے کے "جرم" میں قتل کر دیتے ہیں، بے عزتی کرتے ہیں، زمین پر ناحق خون بہاتے ہیں، اموال کو بے جا غصب کر لیتے ہیں حتیٰ کہ عوام تک کی صلاحیتوں کے ثمرات بھی لوٹ لیتے ہیں"۔

شیخ عمر عبد الرحمٰن رحمہ اللہ

عالمی تحریکِ جہاد کے مختلف محاذ

سعود میمن

افریقہ، مغربِ اسلامی اور جزیرۃ العرب وغیرہ مجاہدین مسلسل کارروائیاں کرتے ہیں، مگر دشمن کی اعلامی جنگ، انتظامی مسائل اور بار بار حذف ہوتے مجاہدین کے میڈیا روابط کے باعث فقط میسر شدہ خبریں ہی جاری کی جارہی ہیں۔ ان شاء اللہ عنقریب اس دقت کا حل ہوتے ہی حسب سابق مجاہدین کے اخبار مسلسل نشر ہوں گے۔[ادارہ]

صومالیہ:

15 اگست: مقدیشو کے علاقے حِلوا میں حرکۃ الشباب المجاہدین کے دستی بم کے حملے میں 3 اہل کار مارے گئے۔

16 اگست: ولایہ شبیلی السفلی کے شہر جلوین میں بارودی سرنگ کے دھماکے میں یوگنڈا کی افواج کی بکتر بند تباہ جب کہ تمام سوار قتل ہوئے۔

دارالحکومت مقدیشو کے علاقے ھروا میں مجاہدین نے لیبان نامی پولیس افسر کو قتل کر کے اس کے ہتھیار غنیمت کر لیے۔

17 اگست: ولایہ شبیلی السفلی کے شہروں افجوی اور شلانبود کے رابطہ روڈ پر امریکی اور مقامی مرتد افواج سے قافلے پر کمین لگائی گئی۔ دشمن سخت مالی و جانی نقصان کا شکار ہوا۔

ولایہ شبیلی السفلی کے شہر مرکا کے نواح میں یوگنڈا کی فوج کی بکتر بند گاڑی مجاہدین نے دھماکے سے تباہ کر دی۔ تمام سوار غاصب فوجی مارے گئے۔

18 اگست: ولایہ بای وبکول کے شہروں بیدوا اور حدر کے درمیانی راستے پر مجاہدین نے 2 سرکاری فوجی قتل کر دیے۔

دارالحکومت مقدیشو کے علاقے دینیلي میں مرتد فوج کے ٹھکانے پر تعارض کے نتیجے میں 5 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے جب کہ کثیر تعداد میں ہتھیار بطور غنیمت بھی حاصل ہوئے۔

بلعد شہر کے نواح میں بارودی سرنگ کے دھماکے سے مجاہدین نے برونڈی کی افواج کی بکتر بند گاڑی تباہ اور اُس میں سوار فوجی ہلاک ہو گئے ۔

19 اگست: ولایہ شبیلی السفلی کے شہر مرکا میں بارودی سرنگ کے کئی دھماکوں میں سرکاری فوج کے 12 اہل کار ہلاک ہوئے۔

20اگست: مقدیشو کے علاقے ہدن میں 2 سرکاری فوجی ہدفی کارروائی میں مارے گئے۔

مقدیشو کے نواحی کے علاقے علی یالي سرکاری فوج کے ایک اڈے پر تعارض میں مجاہدین نے 2 فوجی قتل کر دیے اور ان کے ہتھیار غنیمت بنا لیے۔

23 اگست: دارالحکومت مقدیشو کے علاقے دینیلي میں کٹھ پتلی حکومت کا نائب وزیر دفاع مجاہدین کے حملے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے درجنوں محافظ قتل اور زخمی ہو گئے۔ مجاہدین نے اس کے قافلے کو بارودی سرنگ کے دھماکے سے نشانہ بنایا تھا۔

26 اگست: ولایہ بای وبکول کے شہر بیدوا کے علاقے دینونای میں مجاہدین کا اہم فوجی اڈے پر تعارض۔ 8 ہلاک، اسلحہ اور دیگر عسکری سازو سامان کا ذخیرہ غنیمت۔

28 اگست: دارالحکومت مقدیشو کے علاقے ہدن میں مجاہدین نے بارودی سرنگ کے دھماکے سے دشمن کی فوجی گاڑی تباہ ہو گئی، جس میں سوار 5 فوجی ہلاک ہوئے۔

28 اگست: ولایہ جیذو کے شہر جربھاری میں مجاہدین کی کمین میں فوجی ٹرک تباہ۔ کئی قتل اور درجنوں زخمی ہوئے۔

مقدیشو سٹیڈیم جو کہ 2011ء سے مقدیشو میں غاصب بیرونی افواج کا سب سے بڑا اڈا تھا، اسے افریقی یونین اور یوگنڈا کی غاصب افواج نے خالی کر دیا ہے اور اس کا کنٹرول مقامی صومالی فوج کو دے دیا۔

29 اگست: مجاہدین نے ولایہ جیذو کے علاقے جربھاری میں ایتھوپیا کی غاصب فوج کے اڈے پر ہاون کے گولوں سے بم باری کی۔

دارالحکومت مقدیشو کے علاقے ھروا میں مجاہدین نے دشمن کے مورچوں پر تعارض کیا۔

30 اگست: ولایہ شبیلی السفلی کے ساحلی شہر مرکا میں مجاہدین کا مرتد صومالی فوج کے مورچوں پر تعارض، دشمن سخت ہزیمت کا شکار ہوا۔

دارالحکومت مقدیشو کے علاقے ہدن میں بارودی سرنگ کے دھماکے سے گاڑی تباہ کی گئی جس میں فوج کا اعلیٰ افسر زخمی ہوا۔

31 اگست: مقدیشو کے قریب اَفجوی شہر میں مجاہدین کا سرکاری فوج کے بڑے مرکز پر دھاوا جس کے نتیجے میں فوجی گاڑیاں تباہ، اسلحے کا بڑا ذخیرہ غنیمت ہوا اور 21 سرکاری اہل کار قتل و زخمی ہوئے۔

1 ستمبر: ولایہ جیذو کے شہروں جربھاري اور بوردوبو کے درمیانی روڈ پر غاصب ایتھوپیا کی فوج پر کمین (گھاتوں) اور دھماکوں کا سلسلوں میں درجنوں قتل، کئی زخمی ہوئے۔

ولایہ ھیران کے شہر بولوبردي جبوتی کے 3 فوجی اس وقت زخمی ہو گئے جب مجاہدین نے ان کو بارودی سرنگ کے دھماکے سے نشانہ بنایا۔

2 ستمبر: دارالحکومت مقدیشو کے وسطی علاقے ھولوداق میں بارود بھری گاڑی سے استشہادی حملہ سرانجام دیا گیا جس سے دشمن کا مرکز مکمل منہدم ہوا اور درجنوں اہل کار مارے گئے۔

3 تا 7 ستمبر: دارالحکومت مقدیشو کے عین وسط میں بکارة بازار میں سرکاری فوج کا افسر محافظ سمیت ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہوا۔

ولایہ بای وبکول کے شہر دینسور کے قریب مجاہدین کی کمین کی زد میں آکر 6 سرکاری فوجی ہلاک ہو گئے۔

دارالحکومت مقدیشو کے علاقے ہدن میں سرکاری فوج کا افسر دھماکے کے نتیجے میں شدید زخمی ہو گیا۔

ولایہ بای وبکول کے شہر دینسور میں مجاہدین کی کمین میں 3 سرکاری فوجی قتل اور 4 زخمی ہو گئے۔

دارالحکومت مقدیشو کے فیکٹری روڈ پر مجاہدین کی کارروائی میں فوجی افسر زخمی اور اس کا محافظ مارا گیا۔

7 تا 10 ستمبر: دارالحکومت مقدیشو کے علاقے یاقشید میں سرکاری افواج کے اڈوں پر تعارض کیا گیا۔

ولایہ بای وبکول کے شہر بورھکبا میں افسر سمیت 3 سرکاری اہل کار مجاہدین کی کمین میں مارے گئے۔ گاڑی تباہ ہوئی۔

ولایہ شبیلی السفلی کے شہر جوھر میں سرکاری فوج کے اڈے پر مجاہدین کے حملے میں 2 اہل کار قتل اور ان کا اسلحہ غنیمت ہوا۔

دارالحکوت مقدیشو کے علاقے ہدن میں اللہ کے شیر نے بارود بھری گاڑی دشمن کے مرکز سے ٹکرا دی۔ مرکز منہدم، 33 فوجی مارے گئے۔

کینیا:

20 اگست: جاریسا کے شہر ایجاری پر مجاہدین نے مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے بعد تمام شہر میں پولیس سٹیشن، عسکری اڈے اور صلیبی مواصلاتی کمپنی سفاریکوم کا مرکز بھی منہدم کر دیا۔

29 اگست: ساحلی علاقے لامو میں مجاہدین کی کمین کے نتیجے میں 20 کینین فوجی قتل ہو گئے۔ ایک فوجی ٹرک اور ٹینک تباہ ہو گیا۔ کثیر تعداد میں عسکری سازوسامان غنیمت ہوا۔

یمن:

10 اگست: ولایہ ابین کے علاقے الواضحہ میں مجاہدین نے مرتد افواج کی ایک سپلائی گاڑی پر حملہ کیا۔

13 اگست: ولایہ بیضاء میں مجاہدین نے حوثی جنگ جوؤں کے مورچوں کو بھاری توپ خانے اور درمیانی نوعیت کے ہتھیاروں سے نشانہ بنایا۔

15 اگست: انصار الشریعہ القاعدہ فی جزیرۃ العرب کے گوریلا مجاہدین نے ولایہ حضرموت کے علاقے ترابہ میں نے فائرنگ کر کے قوات النخبۃ حضرموت کے 2 اہل کار قتل کر دیے۔

29 اگست: ولایہ ابین کے علاقے اَحور میں مجاہدین نے عرب امارت کے تابع حزام الامنی کے مرکز پر حملہ کر کے درجنوں سپاہی قتل وزخمی کر دیے۔

10 ستمبر: ولایہ بیضاء کے علاقے مشتعبۃ میں بارودی سرنگ کا دھماکہ کیا گیا جس سے حوثیوں کی گاڑی تباہ، 3 زخمی ہوئے۔

لیبیا:

3 ستمبر: درنہ شہر کا مرتدین و کفار سے رباط کرتے مجاہدین نے سنائپر کے وار میں 3 مصری فوجی زخمی ہوئے جن میں سے 2 کی حالت نازک ہے اور چوتھا ہلاک ہوا۔

7 ستمبر: مجاہدین کے ساتھ ایک جھڑپ میں حفتاری فوج کے 4 اہل کار مارے گئے۔

مالی:

7 ستمبر: جماعۃ نصرۃ الإسلام والمسلمین کے مجاہدین نے بونی اور ہمبوری کے درمیان کمین لگا کر 2 فوجی گاڑیاں تباہ اور 2 غنیمت کر لیں۔ 6 سے زائد سرکاری فوجی ہلاک ہوئے۔

☆☆☆☆☆

"شیخ اسامہ رحمہ اللہ گیارہ ستمبر کے انیس شہداء کا تذکرہ بڑی ہی محبت اور جذباتی لگن کے ساتھ کیا کرتے تھے... آپ کو معلوم ہو گا کہ آغاز جنگ کے بعد شیخ اسامہ رحمہ اللہ نے تورابورا کے مقام پر جو سب سے پہلی گفتگو ریکارڈ کروائی وہ انہیں جانثاروں کی مدح سرائی تھی۔ حالانکہ آپ کو یاد ہو گا کہ اس ویڈیو میں تھکن اور کمزوری کے اثرات شیخ کے چہرے پر عیاں تھے جس کی وجہ شدید سردی، بھوک و پیاس، مسلسل بے خوابی اور لگاتار سفر کی وہ کیفیت تھی جس کا اسوقت ہم سب کو سامنا تھا۔ سردی کا یہ حال کے ہم سے صرف پانچ سو میٹر نیچے پانی مکمل طور پر جم چکا تھا۔ ان کٹھن ترین حالات میں بھی جب کہ ایک جانب دشمن کی پالتو منافق فوج نے ہمیں گھیر رکھا تھا اور اوپر سے صلیبی ہم پر بم باری کر رہے تھے، شدت کی اس کیفیت میں بھی شیخ نے اُن اُنیس شہسواروں کے ساتھ اپنی وفا کے اظہار میں یہ بیان ریکارڈ کروایا۔ گویا آپ کو اس بات کا خطرہ تھا کہ ہو سکتا ہے اِسی جگہ شہادت انہیں اپنی آغوش میں لے لے اور وہ ان ابطال کے تذکرے سے محروم رہ جائیں"۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

سپر پاور کی شکست

سید محمد آصف

امریکہ نے افغانستان پر اکتوبر ۲۰۰۱ء میں حملہ کیا تھا۔ اس جنگ کو اب سترہ برس ہونے والے ہیں۔ اس نے اس دوران میں کئی روپ بدلے ہیں۔ مگر امریکہ کو اس طویل جنگ میں تاحال فتح تو در کنار، طالبان نے سانس تک لینے کا موقع نہیں دیا۔ کیا امریکہ کو افغانستان پر حملہ کرنے کے مقاصد حاصل ہوگئے؟ کیا امریکہ نے ''دہشت گردی'' پر قابو پالیا؟ کیا امریکہ نے افغانستان میں طالبان کی حکومت گرا کر جمہوریت کو بحال کر دیا؟ کیا افغانستان میں امریکی کوششوں سے امن بحال ہو گیا؟ یہ وہ سوال ہیں جو آج ہر ذہن میں گردش کر رہے ہیں اور ان کا ایک ہی جواب ہے کہ ''بالکل نہیں!''۔

امریکہ کی افغان جنگ بے مقصد تھی، بے مقصد ہے اور بے مقصد رہے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ افغانستان میں طالبان کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے، خود امریکہ کو اس بات کا ادراک ہے۔ اس نے اگرچہ ''ہار تا جالالکار تا جا'' والی پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔ مطلب یہ کہ اپنی شکست تسلیم کرنے پر تیار نہیں، کیونکہ وہ دنیا کی واحد سپر پاور ہے، بھلا خاک نشین طالبان کے ہاتھوں شکست کیسے تسلیم کرلے؟ امریکہ اس جنگ میں ساڑھے پانچ کھرب ڈالرز سے زائد کے اخراجات کر چکا ہے۔ جنگ ابھی جاری ہے۔ امریکہ کے ہزاروں فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ لاکھوں فوجی زخمی اور معذور ہو چکے ہیں۔ اس جنگ میں کتنے افغان شہید ہوئے کسی کو بھی اندازہ نہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں افغان شہری مہاجرین کی شکل میں پاکستان میں موجود ہیں۔

امریکہ نے ویت نام کی جنگ میں بھی شکست کا سامنا کیا تھا، اس کے لیے ویت نام کی جنگ کے نتائج انتہائی تکلیف دہ تھے۔ توقع تھی کہ وہ اس جنگ کے نتائج سے سبق حاصل کرے گا، مگر اس نے اسے فراموش کر دیا اور افغانستان میں دوبارہ انہی غلطیوں کا ارتکاب کیا، جو اس نے ویت نام میں کی تھیں۔ امریکہ نے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں افغانستان پر حملہ آور سوویت افواج کی غلطیوں سے بھی کچھ نہ سیکھا۔ برزنسکی 'جو امریکی صدر جمی کارٹر کے دور میں امریکہ کی قومی سلامتی کا مشیر رہا' نے جارج بش کو خبردار کیا تھا۔ مگر بش نے اس کی نصیحت کو نظر انداز کر دیا اور آج نتیجہ سامنے ہے۔

امریکہ ابھی بھی خوش فہمی میں ہیں کہ وہ یہ جنگ جیت لیں گے۔ گزشتہ دنوں طالبان نے افغانستان کے اہم ترین شہر غزنی پر قبضہ کر لیا۔ غزنی 'پشاور سے کابل جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔ امریکہ نے طالبان کی پیش قدمی روکنے کے لیے اپنی ایئر فورس کا بھرپور استعمال کیا۔ امریکی ایئر فورس کے B-1 بم بار طیاروں، A-10 گراؤنڈ اٹیک طیاروں اور AH-64 گن شپ ہیلی کاپٹروں نے طالبان پر خوف ناک ترین بم باری کی، مگر طالبان کی پیش قدمی نہ روک سکے اور تین دن بعد طالبان نے غزنی کا کنٹرول سنبھال لیا۔ اب امریکی فورسز کے کمانڈر اس خوف میں مبتلا ہیں کہ اگر طالبان نے مزید علاقوں کی جانب پیش قدمی شروع کی تو زمینی جنگ کا آغاز ہو سکتا ہے، جس میں امریکی فوجیوں کی ہلاکتیں ناگزیر ہوں گی۔

غزنی پر طالبان کا قبضہ امریکی فورسز کے علاوہ امریکی حکومت کے لیے بھی زبردست شرمندگی کا باعث بنا ہوا ہے۔ کیونکہ امریکہ کو اندازہ ہو چکا ہے کہ طالبان کو روکنا اب اس کے بس کی بات نہیں رہی۔ افغان آرمی اور سیکورٹی فورسز 'جنہیں امریکہ نے تربیت دی تھی' غزنی سے فرار ہو گئے۔ کیونکہ ان میں طالبان سے لڑنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں ہے۔ یہ بات امریکہ کے لیے مزید شرمندگی کا باعث بنی ہے۔ ٹرمپ کے لیے بھی ایک ایک بڑا جھٹکا ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ امریکی فورسز اب بھی طالبان کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ امریکہ کی خوف ناک بم باری بھی طالبان کا راستہ نہ روک سکی۔ یہ بات امریکی ایئر فورس کے لیے بھی یقیناً شرم کا باعث ہو گی۔

طالبان کی موجودہ پیش قدمی کے باعث افغانستان کی سرزمین امریکی فورسز کے لیے مزید خطرناک ہو چکی ہے۔ زمین کے راستے امریکی فورسز کی نقل و حرکت اب تقریباً بند ہو چکی ہے۔ انہیں روڈ سائیڈ بم حملوں کا خوف دامن گیر رہتا ہے، چنانچہ امریکی فورسز کی نقل و حرکت اب ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔ طالبان اس وقت افغانستان کے ۷۰ فی صد علاقوں پر کنٹرول حاصل کر چکے ہیں اور اب ان کی نظریں کابل پر مرکوز ہیں۔ جہاں کٹھ پتلی افغان حکومت صدارتی محل سے آگے اپنا عمل دخل نہیں رکھتی اور اب وہ بھی شدید خطرات سے دوچار ہے۔ اگر امریکی ایئر فورس استعمال نہ کی جائے تو طالبان پورے افغانستان پر قابض ہو جائیں گے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں پورے افغانستان میں طالبان کا کنٹرول ہوتا ہے، جب کہ امریکی اور افغان فورسز اپنے اپنے ٹھکانوں میں دبکی رہتی ہیں۔

امریکی نے افغان جنگ کا آغاز ہی جھوٹ سے کیا تھا اور اس جنگ کے آغاز کے ساتھ ساتھ اب بھی مسلسل جھوٹ بول رہا ہے۔ امریکہ طالبان کو دہشت گرد قرار دیتا ہے، یہ ایک بڑا جھوٹ ہے۔ کیونکہ طالبان نہیں بلکہ امریکہ خود دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔ جس کے تاریخی شواہد اور ثبوت موجود ہیں۔ طالبان نے امریکہ پر حملہ نہیں کیا تھا، بلکہ امریکہ نے اپنی بدنیتی سے افغانستان پر حملہ کیا اور طالبان تو اپنے ملک پر حملہ آور غاصبوں کے خلاف نبرد آزما ہیں اور اپنی سرزمین پر قابض، غاصب افواج کے خلاف دہشت گردی نہیں بلکہ دفاعی جنگ ہوتی ہے!

افغانستان میں جب طالبان کی حکومت قائم تھی تو ملک میں امن وامان قائم تھا، عام شہری پُر امن انداز میں زندگی بسر کر رہے تھے، طالبان کے زمانے میں افغانستان میں پوست کی کاشت تقریباً ختم ہوگئی تھی۔ چنانچہ افغانستان سے منشیات کی تجارت ختم ہو کر رہ گئی تھی اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف پوری دنیا کرتی ہے۔ لیکن افغانستان پر امریکی حملے اور اس کے نتیجے میں طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد افغانستان میں موجود پرانے کمیونسٹوں، شمالی اتحاد سے تعلق رکھنے والے تاجک قبائل نے ایک بار پھر سے پوست کی کاشت شروع کر دی اور افغانستان میں ہیروئن کی تیاریاں زور وشور سے شروع ہو گئیں۔ امریکی قبضے کے بعد افغانستان دنیا بھر میں منشیات کی پیداوار میں ایک بار پھر اول نمبر پر آ گیا ہے اور یہ سب کچھ امریکی اور ایساف افواج کی موجودگی میں ہوا۔ کیونکہ انہوں نے طالبان کے خلاف شمالی اتحاد کی ہمدردیاں اور سپورٹ حاصل کرنے کے لیے انہیں منشیات کی تجارت کی اجازت دی، جس کے نتیجے میں افغانستان میں پوست کی کوشت جو طالبان کے زمانے میں محض پانچ فی صد رہ گئی تھی، ایک بار پھر سو فی صد ہو گئی۔

امریکی ذرائع دعویٰ کرتے ہیں کہ افغانستان میں پوست کی کاشت اور منشیات کی تجارت میں طالبان کا کردار ہے، لیکن یہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ امریکی فورسز کی موجودگی میں بھی افغان سردار یعنی وارلارڈز جو اشرف غنی کی حکومت کو سپورٹ کرتے ہیں، تقریباً افغانستان میں پوست کی کاشت اور اس سے منشیات کی تجارت کو مکمل طور پر کنٹرول کرتے ہیں اور یہی افغانستان میں منشیات کو دیگر ممالک میں بر آمد کرنے میں کردار ادا کرتے ہیں۔ افغان آرمی اور پولیس بھی اس دھندے میں ایک بڑا حصہ وصول کرتی ہے۔ اسی کے تعاون اور امریکی فورسز کے صرفِ نظر کے باعث اربوں ڈالرز مالیت کی منشیات افغانستان سے وسطی ایشیائی ریاستوں کے راستے دنیا بھر میں بھیجی جاتی ہے۔

زیادہ پرانی بات نہیں جب افغانستان مین امریکی اور ایساف فورسز کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی۔ اس وقت تو افغان سرزمین پر ان افواج کا کنٹرول تھا۔ امریکی سی آئی اے کا بہت بڑا انیٹ ورک بھی موجود تھا۔ اس وقت طالبان پاور میں بھی نہ تھے، بلکہ بکھرے ہوئے تھے، لیکن اس وقت پوست کی کاشت اور منشیات کی تیاریاں اور تجارت اپنے عروج پر تھی اور اس دھندے میں امریکی فورسز اور سی آئی اے مشترکہ طور پر ہیروئن کی تجارت کی سرپرستی کر رہے تھے۔ اس حقیقت سے پوری دنیا واقف ہے، جب کہ پینٹا گون اور امریکی حکومت بھی اس بات سے اچھی طرح آگاہ تھی، مگر اس نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ اس دور میں عالمی جرائد میں ایسے درجنوں مضامین شائع ہوئے جن میں اس بات کی نشان دہی کی گئی تھی کہ افغانستان میں منشیات کی تارج میں امریکی سی آئی اے کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ جو اس تجارت کے ذریعے اربوں ڈالرز حاصل کر رہی تھی۔ چند جرائد نے تو یہ انکشاف بھی کیا تھا کہ افغانستان سے امریکہ تک منشیات کی رسائی میں بھی امریکی سی آئی اے کا کردار تھا اور امریکی طیاروں کے ذریعے منشیات افغانستان سے امریکہ پہنچائی جاتی تھیں۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ افغانستان بیرونی حملہ آوروں کے لیے انتہائی مشکل سرزمین ہے، کیونکہ وہاں حملہ آور داخل تو اپنی مرضی سے ہوتے ہیں لیکن اُن کی واپسی افغانوں کی مرضی سے ہوتی ہے۔ افغانستان میں سکندرِ اعظم کے وسیع لشکر کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ چنگیز خان بھی ناکامی سے دوچار ہوا۔ مغلوں کو بھی تمام تر کوششوں کے باجود فتح حاصل نہ ہو سکی۔ برطانیہ نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں دو بار افغانوں کو جھکانا چاہا، مگر دونوں بار شکست اس کے حصے مین آئی۔ سوویت افواج نے بھی ۱۹۸۰ء کی دہائی میں اس مفروضے پر افغان سرزمین پر قدم رکھا کہ ریڈ آرمی جہاں گئی وہاں سے واپس نہ آئی مگر سوویت یونین یہ بھول گیا کہ پولینڈ، ہنگری، چیکوسلواکیہ یا مشرقی جرمنی میں سے کوئی بھی افغانستان نہ تھا۔ اپنی اس بھول کی قیمت سوویت یونین نے شکست کی صورت میں ادا کی اور سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے افغانستان سے نکل گیا۔

اب امریکی نے بھی سوویت یونین والی غلطی دہرائی اور مجاہدین نے اپنی روایات کے مطابق حملہ آور امریکیوں کے خلاف مزاحمت شروع کی تو وہ دہشت گرد قرار پائے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ طالبان دہشت گرد ہیں اور نہ ہی امریکہ افغان قوم کا نجات دہندہ ہے۔ سترہ برس کی طویل جنگ میں امریکہ کی مسلسل ناکامی دراصل ایک سپر پاور کی شکست ہے اور انکل سام کے لیے باعثِ شرمندگی وندامت!

☆☆☆☆☆

ایک مومن کا نظریہ اور عقیدہ ہی اس کی قومیت قرار پایا۔ اور عقیدہ ہی اس کا وطن بنا۔ عقیدہ ہی اس کا خاندان قرار پایا، ایک مومن بھائی کا درجہ سگے بھائی سے بلند اور مضبوط ہو گیا۔

انسانیت کا مستحکم اجتماع اور اکٹھ ہمیشہ عقیدے ہی کی بنیاد پر ہوا۔ انسانیت کبھی بھی حیوانات کی طرح باڑے، چراگاہ، چارے اور ریوڑ کی بنیاد پر جمع نہ ہوئی۔

ذرا دیکھیے تو سہی! مومن کا نسب کس قدر بلند ہے۔ اس کا شجرہ نسب تاریخ انسانی میں دور دور تک جا پہنچا ہے۔ وہ ایسے معزز خاندان کا فرد ہے جس کی قیادت اونچے درجے کے معزز افراد کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ علیہم الصلوۃ والسلام اور بالآخر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان هذه امتكم امة واحدة وانا ربكم فاعبدون

سید قطب شہید رحمہ اللہ

امریکی حکومت کس طرح عوام کو افغانستان کے حوالے سے گمراہ کر رہی ہے؟

۸ ستمبر ۲۰۱۸ء کو امریکی اخبار نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والی یہ رپورٹ بتاتی ہے کہ افغانستان میں ہونے والی بدترین شکست کو امریکی حکام اپنی عوام کے سامنے کس طرح ''فتح مندی'' ظاہر کرتے ہیں اور امریکی عوام کو گمراہ کرنے کے لیے جعل سازی اور جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ رپورٹ تین 'معتبر' صحافیوں ROD NORDLAND, ASH NGU اور FAHIM ABED نے مل کر تیار کی ہے۔[ادارہ]

افغان جنگ کے سترہ سالوں کے دوران میں، امریکی حکام تسلسل کے ساتھ ایسی رپورٹیں جاری کرتے رہے ہیں جو اُن کی کامیاب پیش رفت سے امریکی عوام کو آگاہ کرتی ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ تمام رپورٹیں حقائق کے سراسر منافی اور اصل صورت حال کے برعکس ہوتی ہیں۔ افغانستان میں اب تک ۲۲۰۰ سے زائد امریکی ہلاک ہو چکے ہیں[4] اور امریکہ نے طالبان کی مزاحمت کے خلاف اور دیگر ترقیاتی کاموں کی مد میں ۸۴۰ بلین ڈالر تک خرچ کیا ہے۔ اب تو ڈالرز کے حساب سے یہ جنگ مزید مہنگی ہو چکی ہے، اس مارشل منصوبے سے بھی مہنگی جس کو جنگ عظیم دوئم کے بعد یورپ کی آبادکاری کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس سرمایہ کاری نے امریکی انتظامیہ پر بھاری دباؤ ڈال دیا ہے کہ وہ ثابت کرے کہ طالبان جنگ ہار رہے ہیں اور ملک کی صورت حال بہتر ہو رہی ہے۔

لیکن ۲۰۱۷ء میں زمینی صورت حال یہ ہے کہ ۲۰۰۱ء میں ہونے والے امریکی حملے کے بعد سے طالبان نے سب سے زیادہ علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ پچھلے مہینے صرف ایک ہفتہ میں مزاحمت کاروں نے ۲۰۰ افغان پولیس افسروں اور فوجیوں کو قتل کیا۔ اس کے علاوہ ۲ بڑے مراکز اور غزنی شہر پر بھی ہلہ بول دیا۔

امریکی فوج کا دعویٰ ہے کہ افغان حکومت ملک کے ۵۶ فی صد حصے پر کنٹرول رکھتی ہے یا اثر و رسوخ رکھتی ہے۔ لیکن یہ اعداد و شمار بھی ہاتھ کی سٹیٹس ٹیکل (ہاتھ کی صفائی کی) بنیاد پر بنائی گئی ہے۔ کئی ایک اضلاع میں، افغان حکومت صرف ضلعی صدر مقامات یا پھر فوجی بیرکس پر ہی کنٹرول رکھتی ہے جب کہ باقی طالبان کے قبضے میں ہوتا ہے۔

کاغذوں میں تو افغان فوجیوں کی تعداد طالبان سے کہیں زیادہ ہے یعنی کہ ایک طالب کے مقابلے میں دس فوجی ہیں۔ لیکن بعض افغان ذرائع کے مطابق فوج و پولیس کا ایک تہائی حصہ تو صرف 'بھوت' (گھوسٹ) اہل کاروں پر مشتمل ہے جو ادارے چھوڑ چکے ہیں یا پھر پے رول سے نکال دیے گئے ہیں۔ جو موجود ہیں اُن میں سے بھی کچھ صحیح تربیت یافتہ نہیں ہیں یا نااہل ہیں۔

افغان حکومت کا دعوی ہے کہ پچھلے سال انہوں نے ۱۳۶۰۰ مزاحمت کاروں کو قتل جبکہ ۲۰۰۰ مزید کو گرفتار کر لیا ہے جو تقریباً طالبان کی اس تعداد کا آدھا بنتا ہے جو امریکی رپورٹ ہمیں بتاتی ہے کہ جس کے مطابق ۲۰۱۷ء میں افغانستان میں ۲۵ سے ۳۵ ہزار طالبان جنگ جو موجود ہیں۔ لیکن جنوری میں امریکی سرکاری اہل کاروں نے بتایا کہ طالبان جنگ جوؤں کی تعداد ۶۰ ہزار ہے جبکہ افغان ذرائع کے مطابق ملک بھر میں ۷۷۰۰۰ سے زائد جنگ جو موجود ہیں۔

میدان جنگ کی اس دھندلائے ہوئے منظر نامے میں امریکی عہدے داروں کا کہنا ہے کہ اتحادیوں کی وجہ سے افغانوں کا معیار زندگی کافی بلند ہو گیا ہے ہر چند کے وہ اکثر اس طرح کے معاملات میں بھی مبالغہ آرائی کرتے رہتے ہیں۔ اس تناظر میں سب سے نمایاں مثال زچگی کے کیسز ہیں جو کسی معاشرے کے صحت کے حوالے سے سب سے اہم فیکٹر ہیں۔ ۲۰۰۲ء میں امریکی عہدے داروں کی رپورٹ کے مطابق ہر ایک لاکھ کیسز میں ۱۶۰۰ افغان مائیں وفات پاتی ہیں جو قرونِ وسطی میں یورپ کے اعداد و شمار جتنے ہی ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں امریکی ایجنسی برائے عالمی ترقی نے کہا کہ یہ شمار بہتر ہو کر ۳۲۷ تک آ گیا ہے۔

تحقیق کاروں نے پتہ کیا کہ اینٹی بائیو ٹکس کے دریافت سے پہلے کسی قوم نے زچگی کے کیسز میں اتنی بڑے پیمانے پر بہتری ہوتے نہیں دیکھی۔ ترقیاتی کاموں کی راہ میں یہ طویل مدتی رکاوٹیں جن کا افغانستان سامنا کر رہا ہے یہ بھی صحت کی تحقیق کاروں کے اعداد و شمار میں شامل کر کے رپورٹ مرتب کی گئی ہے۔ برٹش آئرش افغانستان گروپ کی جانب سے شائع کردہ ایک مطالعے کے مطابق آج بھی ہر لاکھ میں سے ۱۵۷۵ افغان عورتیں دورانِ زچگی وفات پاتی ہیں۔ ادارے کی جانب سے جاری کردہ دیگر رپورٹس بھی ۸۷۵ سے لے کر ۱۶۰۰ کے درمیان کا عدد دکھاتی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر سو میں سے ایک افغان خاتون دورانِ زچگی وفات پا جاتی ہے۔ جب کہ امریکہ انتظامیہ کے مطابق یہ تعداد ہر لاکھ میں سے ۲۴ ہے۔

یو ایس ایڈ بھی افغان عوام کی اوسط عمر کی مد میں کچھ اس طرح کے اعداد و شمار بتاتا ہے۔ جو ۲۰۰۲ء میں ۴۱ سال تھی اور ۲۰۱۰ء میں بڑھ کر ۶۳ سال ہو گئی۔ لیکن اس حساب کتاب میں پیدائش کے وقت کی اموات کو نظر انداز کیا گیا ہے جس کو اگر شامل کیا جائے تو نتائج میں کافی تبدیلی آ سکتی ہے۔

---

[4] یاد رہے کہ یہ مغربی اداروں کی جانب سے فراہم کردہ اعداد و شمار ہیں۔ جب کہ مجاہدین کی جانب سے سامنے آنے والے مصدقہ اعداد و شمار کے مطابق ہلاک شدہ صلیبی فوجیوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔[ادارہ]

عالمی ادارہ صحت اس دوران ۲۰۰۹ء میں حساب لگاتا ہے کہ افغانی عوام میں اوسط عمر تقریباً ۴۸ سال ہے۔ لیکن یو ایس ایڈ کے حساب سے تو سی آئی اے بھی متفق نہیں، اس کا کہنا ہے کہ ایک اوسط عمر ۲۰۱۷ء میں ۵۱ سال ہے۔

جنوب مشرقی افغانستان میں واقع سٹریٹیجک اہمیت کے حامل شہر غزنی میں پچھلے ماہ کے آخر کو طالبان نے ہلہ بول دیا اور پورے شہر پر قبضہ کر لیا سوائے چند ایک سرکاری عمارات کے۔ ذرائع کے مطابق مقامی سرکاری ذرائع نے کسی بھی مسئلے کے وجود سے انکار کر دیا اور تیسرے دن صدر اشرف غنی کو انہوں نے بتایا کہ صورت حال کس قدر سنگین ہے۔ انہوں نے شہر کا کنٹرول واپس حاصل کر لیا لیکن چھ دنوں بعد، جس میں ۲۰۰ پولیس افسر اور فوجی مارے گئے۔ جب کہ امریکی فوج ایسے کسی بھی واقعے سے انکاری ہی رہی۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: تم بھی قدسیوں کے اس قافلہ میں شامل ہو جاؤ!

انہوں نے اس راہ کی صعوبتیں اور کٹھن مسافتیں جانتے ہوئے بھی نصرتِ دین اور مجاہدین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے راستے کا انتخاب کیا، صرف اور صرف اس جنت طلب میں جس کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے۔ ابو مصعب حق کی حقانیت کے اثبات اور باطل کی نفی کی خاطر نکل کھڑے ہوئے تا کہ اہل کفر و نفاق اور مرتدین کو یہ پیغام دے سکیں کہ ہم تم سے کسی دنیوی منفعت کے حصول کی خاطر نہیں بلکہ محض تمہارے کفر و نفاق اور ظلم کی وجہ سے مصروفِ جنگ ہیں اور ہمارا اصل غم تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے کلمہ کی سربلندی کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیں۔ اور ہمارا مفاد تو اس دنیا میں ہے ہی نہیں اور نہ ہی اس دنیا کے حوالے سے ہمارا تم سے کوئی مقابلہ ہے کیونکہ یہ ساری دنیا تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں مچھر کے پر کی سی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔

سو تم دیکھ لو کہ یہ سب کچھ جو تم نے اس دنیا میں سے اپنے لیے جاہ و منصب، شہوات کی تسکین اور لذات کے سامان کی صورت میں اکٹھا کر رکھا ہے وہ اس مچھر کے پر میں سے کتنا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ نوجوان عمر میں چھوٹا سہی مگر اس کے دل میں پایا جانے والا ایمان بہت بڑا تھا۔ سو یہ ان علما کی نسبت زیادہ علم والا اور زیادہ فقاہت کا حامل تھا جن کی داڑھیاں محض سلاطین کے محلات میں لوگوں کو دھوکہ دینے کے کام آتی ہیں، تاکہ لوگ بادشاہ کے کفر کے باوجود اس کے سامنے سجدہ و اطاعت بجالاتے رہیں۔ یہ نوجوان ان کی ملمع کاریوں سے دھوکہ میں نہ آیا۔ بلکہ وہ اس بات پر ثابت قدم رہا کہ حکم چاہے بادشاہ کا ہو یا کسی اور کا، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بڑھ کر واجب الاطاعت نہیں، بلکہ یہ تو اصلاً کھلی گمراہی اور قیامت کے دن بہت بڑی ندامت کا باعث ہے۔ جس دن کہنے والے کہیں گے کہ:

وَقَالُوا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (الاحزاب: ۶۷)

"اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کو کہا مانا تو اُنہوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کر دیا"

یہ نوجوان ان لوگوں سے زیادہ عظمت کا حامل تھا... کیونکہ انسان التزام حق سے عظمت پاتا ہے اور اتباع باطل کے سبب حقیر ہو جاتا ہے۔ یہ ان سے زیادہ بڑا عالم تھا... کیونکہ علم تو کل کا کل ہی اللہ تعالیٰ کی خشیت کا نام ہے۔ یہ ان سے زیادہ بڑا فقیہ تھا... کیونکہ اصل فقاہت بھی یہی ہے کہ حکم چاہے زندگی کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والے کسی بھی شخص کا ہو اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مقدم نہ رکھا جائے۔

سو کیسا واضح فرق ہے ان بادشاہوں، ان رؤسا، ان منافق صفت علما کی روش باطل اور ان نوجوانوں کے اختیار کردہ راستے میں۔ ان لوگوں کی زندگی کا کل مقصد دنیوی عیش و عشرت کا حصول اور ان نوجوانوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔ ان لوگوں کا مقصد کفار کو راضی کرنا اور ان نوجوانوں کا مقصد اللہ عزیز و غفار کی رضا کا حصول ہے۔ گویا ان میں سے ہر ایک اپنی زبان سے یہ اعلان کر رہا ہو کہ:

لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ کفار ان سے راضی ہو جائیں
مگر میری مراد تو صرف ایک اللہ کو راضی کرنا ہے

آخر میں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بے شک ابو مصعب ولید الصقلی الشھری اور ان کے بھائیوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے دین کی نصرت کا جو وعدہ کیا تھا وہ انہوں نے سچ کر دکھایا، اور جو نذر انہوں نے مانی تھی وہ بے کم و کاست پوری کر دکھائی۔ ہمارا یہی گمان ہے تاہم اصل اختیار تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ ان کے بعد اسی راستہ سے اسلام کے بہت سے سرفروش گزر گئے، جن میں خصوصاً قابل ذکر اسی قافلہ کے ایک شہسوار اور سالار "احمد فضیل نزال الخلایلہ ابو مصعب الزرقاوی" ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی رحمت واسعہ میں سے وافر حصہ عطا فرمائے۔

البتہ ابھی ہماری باری باقی ہے۔ اس لئے میں امت مسلمہ کے ہر نوجوان سے یہی کہوں گا کہ تمہارے لئے لازم ہے کہ تم بھی قدسیوں کے اس قافلہ میں شامل ہو جاؤ یہاں تک کہ کفایت مکمل ہو جائے اور اللہ برتر و قادر کی نصرت کا یہ کارواں اپنی منزل تک جا پہنچے۔ کہ بے شک بڑے بڑے قائدین اور رہنما تو غائب ہو گئے۔ سوائے شرارہ نور آگے بڑھ! اور کفر کے ان اندھیروں کو زائل کر دے۔

☆☆☆☆☆

ناکام نوکر نئے آقا کے دفاع میں

مصدر: امارت اسلامیہ افغانستان کی اردو ویب سائٹ 'الامارہ اردو'

پینٹا گون کی جانب سے کابل انتظامیہ کے لیے نئے وائسرائے جنرل اسکاٹ ملر نے گزشتہ روز چارج سنبھال لیا ہے۔ سابق درندہ صفت جنرل نکلسن افغانستان سے جارہا ہے۔ اُس نے اپنے دور میں انسانی جرائم کی ایک ایسی تاریخ رقم کی ہے، جو ان کی تاریخ میں بدنامی کا ایک طوق ہے۔ افغان عوام اور آئندہ نسلیں اسے ایک ظالم درندہ کہہ کر یاد کریں گی۔ توقع ہے کہ نیا جنرل ظلم وسربریت کے میدان میں سابقہ جنرل سے سبقت لینے کی کوشش نہیں کرے گا، بلکہ نئے جنرل اسکاٹ ملر کی سمجھ داری یہ ہوگی کہ وہ زمینی حقائق کی روشنی میں اعلانیہ یا خفیہ اپنی شکست کا اعلان کرے اور افغانستان سے اپنی فوج کی واپسی کا فیصلہ کرے۔ کیوں کہ امریکی حکام، خاص طور پر ٹرمپ انتظامیہ اگرچہ یہ سمجھتی ہے کہ جرنیلوں کو تبدیل کرنے سے ان کے سامراجی عزائم کو مدد ملے گی اور ان کی حکمت عملی کامیابی سے ہم کنار ہوگی۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ حملہ آوروں نے کامیابی کی تلاش میں نہ صرف جرنیلوں کو کئی بار تبدیل کرنے کے تجربے کیے، بلکہ جارحیت کے آغاز سے اب تک کئی بار پالیسیاں بھی تبدیل کیں۔ تاہم بھاری اخراجات کے باوجود گزشتہ سترہ برس کے دوران انہیں کامیابی کی کوئی امید نظر نہیں آرہی۔ اس سے پہلے مائیک کرسٹل، جان ایلن، ڈیوڈ پیٹریاس اور نکلسن وغیرہ کو آزمایا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک ذلت اور ناکامی سمیٹ کر گیا ہے۔ البتہ افغان عوام کو غارت گری، تباہی اور قتل عام تحفہ کا دیا گیا ہے۔

نئے جنرل کے ناکام غلام کس طرح غیر معقول انداز میں اپنے آقا کا دفاع کر رہے ہیں۔ اس کا اندازہ کرنے کے لیے اُس گفتگو کو دیکھیں جو امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد اور غیر ملکی قابض فوج کے نئے کمانڈر جنرل ملر نے ایک دوسرے کے ساتھ ٹوئٹر پر چند جملوں کا تبادلہ کی صورت میں کی اور جو عوام کی توجہ کا مرکز بنی رہی۔

ذبیح اللہ مجاہد نے جنرل ملر سے متعلق لکھا:

> "قابض امریکی فوج کا نیا کمانڈر بھی سابقہ کمانڈروں کی طرح ناکامی سے دوچار ہوگا"۔

جس پر نیٹو کے سرکاری ٹوئٹر اکاؤنٹ سے جواب دیا گیا کہ:

> "ہم توقع رکھتے ہیں کہ گالم گلوچ کے بجائے جامع مذاکرات میں مصروف ہوں"۔

جس کے جواب میں ذبیح اللہ مجاہد نے لکھا:

> "ہم جنگ کے آغاز سے پہلے بھی جامع مذاکرات کا مطالبہ کرتے تھے، مگر تم لوگوں نے جنگ کا راستہ منتخب کیا۔ اب بھی موقع ہے کہ زمینی حقائق کا ادراک کو۔ ہماری ریاستی خودمختاری تسلیم کرو۔ باہمی احترام کی روش اختیار کرو۔ ہم نے مذاکرات کی دعوت دی ہے"۔

اس بحث کے بعد ایک سابق ترجمان وزارتِ داخلہ اور موجودہ سربراہ میڈیا سینٹر 'صدیق صدیقی' نے فوراً لکھا:

> "طالبان بیرونی اہداف کی تکمیل کے لیے جہاد اور اسلام کے نام پر افغان عوام کا قتل عام کر رہے ہیں۔ افغانستان میں اب جہاد جائز نہیں ہے۔ غیر ملکی ہماری دعوت پر آئے ہیں، تاکہ وہ ملک کو طالبان دہشت گرد گروپ سے بچانے کے لیے ہماری مدد کریں"۔

اس غلام بچے نے بڑی بے شرمی کے ساتھ طالبان کی قیادت میں افغان عوام کے مقدس جہاد کو بیرونی مقاصد کی تکمیل کے لیے محض ایک جنگ قرار دیا۔ جب کہ وہ خود عملی طور امریکہ کے مسلط کردہ نظام کا ایک ملازم ہے۔ اُس نے غیر ملکی جنرل کے دفاع میں ذبیح اللہ مجاہد کے خلاف محاذ کھولا ہے۔ موصوف نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا، بلکہ خود سے مفتی بن کر فتویٰ بھی جاری کر دیا کہ "افغانستان میں جہاد جائز نہیں ہے"۔ کیوں کہ اس کے بقول غیر ملکی قابض فوج افغان عوام کی دعوت پر آئی ہے، تاکہ طالبان کا صفایا کیا جا سکے۔ اس بے وقوف کو معلوم ہونا چاہیے کہ اب تک اسے یہ بھی علم نہیں کہ غیر ملکی قابض فوج توپوں، ٹینکوں، کروز مزائل اور بی باون طیاروں کے بل بوتے یہاں آئی ہے۔ اُس نے ظالمانہ طور پر افغان عوام کی اسلامی حکومت کا خاتمہ کیا ہے۔ اس کے بعد مغربی ممالک کے ہوٹلوں میں ملازم رہنے والے چند جرائم پیشہ افغان عناصر کو بون شہر میں جمع کر کے انہیں ڈالر اور عہدے تقسیم کیے گئے۔ بعد ازاں انہیں کابل حکومت کے نام پر افغانستان بھیج کر اُن نے امریکی مفادات کی چوکیداری کرائی جا رہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ غیر ملکی قابض قوتوں کی آمد میں افغان عوام کی رضامندی شامل ہے؟ کیا ان کے خلاف جہاد کرنے والے مجاہدین دہشت گرد ہیں؟ کیا ان جرائم پیشہ عناصر کے ہمراہ آنے والے غیر ملکی افغان عوام کی رضامندی سے یہاں قابض ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اتنی بے شرمی کے ساتھ جھوٹا دعویٰ ابھی تک جارحیت پسندوں نے بھی نہیں کیا کہ ہم رضاکارانہ طور پر افغان عوام کی دعوت پر آئے ہیں اور نہ ہی انہوں نے ان کے خلاف برسرپیکار افغان عوام کے جہاد کو ناجائز قرار دیا اور نہ ہی طالبان کے لیے دہشت گرد کا لفظ استعمال کیا ہے۔

وہ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ انہوں نے ایک آزاد اور خودمختار اسلامی ملک پر جارحیت کی ہے۔ ان کے پرامن اسلامی نظام کا خاتمہ کیا ہے۔ افغان عوام کی رضامندی کے بغیر چند جرائم پیشہ عناصر اور بدعنوان افراد کو حکومت کے نام سے ان پر مسلط کیا ہے۔ غیر ملکی قابض عناصر اس جرم کا اعلانیہ نہیں، بزبان حال اعتراف کرتے ہیں۔ مگر صدیق صدیقی جیسے کم عقل اور ناکام نوکر بڑی بے شرمی کے ساتھ حقیقت کو تسلیم کرنے کے بجائے چشم پوشی کر رہے ہیں۔ وہ قابض جرنیلوں کی قربت حاصل کرنے کے لیے ان کے دفاع کی شرمناک کوشش میں مصروف ہیں۔

☆☆☆☆☆

جہانِ کوئے دوست

مطیع اللہ فانی

اس چھوٹی سی بچی کی اپنے پردے سے محبت دیکھ کر ایسا رشک آیا جس کا بیان ممکن نہیں... آہ کہ مسلمان عورت اپنا مقام پہچان لے، اور جان لے کہ کتنی عزت اور سکینت اللہ نے پردے میں رکھی ہے... میں آج تک اس بچی کی شرم و حیا نہیں بھول سکا، اگرچہ اس سے ملے ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں... بھلا کیسے بھول سکتا ہوں... اس دن اس بچی سے میں نے کیا کچھ نہ سیکھا... کتابوں، تقریروں، تحریروں کے انبار بھی لگ جائیں، تو حیا اور پردے کا وہ سبق اور اثر نہیں دے سکتے، جو اس بچی نے زبان ہلائے بغیر ہماری روحوں تک میں راسخ کر دیا، سبحان اللہ! ابھی عمر ہی کیا تھی، صرف پانچ سال یا اس سے بھی کچھ کم... لیکن مقام و مرتبے میں وہ ہم سب سے بڑی تھی...

وہاں سے اٹھ کر ہم دوبارہ اپنی منزل کی طرف سفر شروع کر چکے تھے... پھر نجانے کتنا راستہ طے کر لیا یاد نہیں، کہ اچانک امیر صاحب نے اعلان کیا: "ٹھیک پندرہ منٹ بعد مرکز ہمیں نظر آنے لگے گا، جب کہ وہاں تک پہنچنے میں مزید بیس منٹ درکار ہوں گے"... یہ سن کے ہمارے قدم مزید تیز ہو گئے... منزل جوں جوں قریب آتی جا رہی تھی تھکاوٹ کا نام و نشان تک مٹتا جا رہا تھا، اور آتشِ شوق مزید بھڑکتی جا رہی تھی... میرے دل میں مختلف قسم کے تصورات قائم ہو رہے تھے... نجانے کیسا ہو گا مرکز؟ وہاں موجود مجاہدین کس مزاج کے ہوں گے؟ اور وہاں کے امیر صاحب، جن کے بارے میں سنا ہے کہ کافی سخت طبیعت کے مالک ہیں... پھر سب سے بڑھ کر وہاں کی کارروائیاں، جن کی کشش مجھے یہاں کھینچ لائی تھی، کہ رات دن وہاں دشمن کے خلاف حملے جاری رہتے ہیں، اور مجاہدین کو وہاں آرام کے مواقع بھی کم کم میسر آتے ہیں...

وہ سامنے جو بڑا سا حویلی نما گھر نظر آ رہا ہے، وہ مرکز ہے! امیر صاحب کی پر مسرت آواز سنائی دی... میرے دل کی دھڑکن مزید تیز ہو گئی، غور سے دیکھنے کی کوشش کی تو آنکھوں میں پانی آ گیا... جلدی سے چشمہ اتار کر آنکھیں صاف کیں، اور چشمہ بھی صاف کیا... دوبارہ دیکھنے کی کوشش کی... دل تھا کہ عجیب بے چینی پہ تلا ہوا تھا، یوں لگا جیسے ہر دھڑکن سے آواز آ رہی ہو: مرکز......... مرکز......... مرکز.........

پھر جب ہم لوگ مرکز پہنچے تو ایک مقامی مجاہد نے ہمارا استقبال کیا اور بڑی ہی گرم جوشی سے کیا... میں ان کے وقار اور وجاہت سے مرعوب سا ہو گیا... انہوں نے رسمی سلام دعا کے بعد ہمیں اندر چلنے کو کہا... اتنے میں ہمارے اپنے مجموعے کے ساتھی بھی ہمارے استقبال کو آن پہنچے... اس محل نما مرکز میں ہم 'پنجابی' مہاجرین کا الگ سے ایک حصہ مقرر تھا... جیسے ہی ہم اپنے کمرے میں داخل ہوئے ہم سب کو چونکانے کے لیے کئی ساتھی موجود تھے... ماشاء اللہ، ماشاء اللہ کی آوازیں پورے کمرے گونجنے لگیں... سب ساتھی بڑے پرتپاک انداز میں مل رہے تھے... کئی نئے چہرے متعارف ہو رہے تھے، اور کچھ پرانی یادوں اور رفاقت کی نکہت لیے مہک رہے تھے... ارے فانی بھائی بھی آئے ہیں! زہے نصیب، چشمِ ما روشن دلِ ماشاد!! اچانک ایک جانی پہچانی آواز میری طرف متوجہ ہوئی... میں نے غور سے دیکھا تو خوشی کے مارے اچھل پڑا... ارے ابو عیسیٰ بھائی آپ! آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ میں نے بڑی مسرت سے ان سے لپٹتے ہوئے پوچھا... یہ یہاں گدھے ہانکتے ہیں! کسی نے لقمہ دیا، پورا ہال قہقہوں سے گونج اٹھا... اسی طرح کی خوش گپیوں میں عشاء کا وقت ہو گیا... مرکز کے قریب ہی مسجد میں ہم نے نماز ادا کی... بعد از نماز واپس اپنے کمرے میں ہم پہنچ گئے... مجھے شدید بھوک لگ رہی تھی، لیکن اظہار کرنے سے شرما رہا تھا... شاید ابو عیسیٰ بھائی نے میری بے چینی بھانپ لی تھی... بس فانی بھائی تھوڑی دیر میں کھانا لگ جائے گا... انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا: نہیں نہیں میں کوئی اتنا بھی بے چین نہیں ہو رہا کھانے کے لیے... میں نے جھینپتے ہوئے کہا... ارے چھوڑیں! مجھے پتہ ہے بھوک آپ کی کمزوری ہے، برداشت نہیں ہو سکتی آپ سے... ویسے ان کی بات سو فیصد درست تھی، میں اس معاملے میں کچا واقع ہوا تھا... پھر واقعی تھوڑی دیر میں کھانے کے لیے ایک ساتھی بلانے آ گئے... بڑے سے صحن میں چٹائی پر ایک دستر خوان لگایا گیا تھا... کچھ ساتھی جو کہ خدمت پر مامور تھے روٹیاں اور سالن کے کاسے رکھ رہے تھے... ابھی مقامی مجاہدین سے باقاعدہ تعارف نہ ہوا تھا... اور ان کے امیر صاحب ابھی تک نظر نہیں آئے تھے... جن کے رعب اور نظم وضبط کے کافی چرچے تھے... اپنے ساتھیوں سے معلوم ہوا کہ وہ کہیں گئے ہوئے ہیں، شاید رات گئے آئیں گے...

بہر حال کھانا بہت مزے کا تھا... تازہ تازہ 'شڑنبے' (لسی) بھی بہت لذیذ تھی... کھانے سے فراغت کے بعد چائے کا دور چلا، اور اسی دوران سب سے تعارف حاصل ہوا... ماشاء اللہ ہر ایک کچھ اس انداز سے ہمیں مخاطب کرتا تھا کہ جیسے برسوں کی پہچان ہو... اجنبیت کا نام و نشان بھی نہ تھا... کیسی عجیب بات ہے کہ جس معاشرے میں ہم برسوں رہے، آج ہم اس میں اپنے دین کی وجہ سے اجنبی ہیں... اور جن کی شکل تک کبھی نہیں دیکھی ہوتی، راہِ جہاد میں پہلی ہی ملاقات کے بعد وہ جان سے پیارا ہو جاتا ہے... اس کی اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی سوائے اس کے کہ جو اللہ تعالیٰ کے سچے جاں نثار ہیں اور اس کے دین پر مر مٹنے والے ہیں، وہ سب ایک کنبے کی مانند ہیں... چاہے ان کے درمیان میلوں اور ملکوں کے فاصلے ہوں، یا پھر سالوں اور صدیوں کے... یقیناً یہی وجہ ہے کہ دنیا کسی بھی خطے میں جب کوئی لہو کا قطرہ کسی مومن اور عاشق صادق کا گرتا ہے، اور اسی کنبے کے دوسرے فرد تک یہ خبرِ جانکاہ پہنچتی ہے تو اس کی بھی نیندیں عنقا ہو جاتی ہیں، چین و سکون رخصت ہو جاتا ہے، طبیعت مچل جاتی ہے اور اپنے اس بھائی کی تکلیف رفع کرنے پہ کمربستہ ہو جاتا ہے... اسی طرح جب کوئی فنا فی اللہ مجاہد اپنے اسلاف کی تاریخ پڑھتا ہے تو محسوس کرتا ہے جیسے وہ بھی اسی قافلے کا بچھڑا ہوا ایک فرد ہے... آج بھی جب وہ حضرت حسینؓ و حضرت ابنِ

زبیرؓ کی دردناک شہادت کا واقعہ پڑھتا ہے، تو آنسوؤں کی ایک جھڑی سی لگ جاتی ہے... دل غم سے ایسے دکھنے اور تڑپنے لگتا ہے جیسے ابھی ابھی یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو... یا پھر اسلامی فتوحات کرتے حضرت خالدؓ و حضرت ابنِ ابی وقاصؓ کے کارنامے پردۂ تاریخ پر دیکھتا ہے تو ایسی ہی خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہے، اور اپنے اندر یہی کچھ کرنے کی لگن اور طلب پاتا ہے، جیسے وہ خود اسی زمانے میں موجود ہو اور عینی مشاہدہ کرتا ہو... میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ چاہے فاصلہ میلوں، ملکوں کا ہو یا سالوں صدیوں کا، یہ سب ایک ہی کنبے کے افراد ہیں... ایک ہی گھر کے رکھوالے ہیں... ایک ہی ذات میں فنا ہیں... ایک ہی جنت کے متلاشی ہیں... ایک ہی تان پہ سب کے دل دھڑکتے ہیں اور ایک ہی غم پر ان کے دل تڑپتے ہیں... سو یہ اللہ والے کبھی بھی، کہیں بھی جب یہ ایک دوسرے سے ملیں تو قطعاً ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہیں ہوتے... اور ایک دوسرے کے لیے وہی کشش اور انس محسوس کرتے ہیں جو ایک ہی گھر کے مکینوں میں ہوا کرتی ہے...

رات کے کھانے اور چائے کے بعد تعارفی نشست تقریباً ایک گھنٹے تک رہی، پھر ہم سب اپنے کمرے میں آ گئے... تھکن چونکہ شدید تھی اس لیے بغیر محفل جمائے ہی سو گئے... ساتھیوں نے بھی ہماری رعایت کرتے ہوئے زیادہ مجبور نہیں کیا... صبح فجر میں ابو عیسیٰ بھائی نے اٹھایا تو الحمدللہ ذہنی وجسمانی طور پر تر و تازہ ہو چکا تھا... کمرے میں نظر دوڑائی تو سب اپنے اپنے بستروں میں بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے دیکھ کر مسکرا رہے تھے... جب غور سے دیکھا تو ان کے ہونٹ ہلکی ہلکی جنبش کر رہے تھے... اور آنکھیں کسی خمار میں ڈوبی ڈوبی سی لگ رہی تھیں... جیسے رتجگا کیا ہو... میں فوراً سمجھ گیا، کہ یہ سب رات کی تنہائیوں میں اپنے رب سے رازونیاز کر چکے ہیں... اور یہ اسی کی لذت ومٹھاس ہے، جو ان کے چہروں پر عیاں ہے... فانی بھائی! کیسی طبیعت ہے؟ جسم میں کوئی درد وغیرہ تو نہیں؟ ابو عیسیٰ نے فکر مند لہجے میں پوچھا... جی الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں، بھائی آپ مجھے بھی اٹھا دیتے تہجد میں! میں نے شرمندگی سے کہا... دراصل ابھی تک باوجود کوشش کے میں تہجد میں نہیں اٹھ پاتا تھا، جب کہ باقی سب ماشاء اللہ رات کے راہب تھے... یار فانی بھائی معذرت! آپ اصل میں کافی تھکے ہوئے تھے، اس لیے جگانا مناسب نہیں سمجھا، بس دو تین آوازیں دیں پھر چھوڑ دیا... ابو عیسیٰ ماشاء اللہ یہاں ہر دل عزیز تھے، پھر مجھ سے تو عمر میں بھی چھوٹے تھے (عمر میں، نہ کہ ایمان و تقویٰ میں) اس لیے میں بھی ان کو چھوٹے بھائیوں کی طرح ہی چاہتا تھا... بہر حال جلدی سے اٹھا اور نماز کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا... امام صاحب نے خوب صورت آواز میں تلاوت کی... نماز سے فراغت کے بعد ہم واپس اپنے کمرے میں آ گئے جہاں امیر صاحب نے درس دینا تھا...

الحمدللہ محاذوں پر ہوتے ہوئے بھی مجاہدین کی علمی سرگرمیاں بالکل متاثر نہیں ہوتیں... مقامی مجاہدین کا درس پشتو زبان میں ان کے امیر صاحب دیتے تھے، جب کہ ہمارا درس الگ سے اردو میں ہمارے امیر صاحب دیتے تھے... پھر ظہر کے بعد ایک مشترکہ درس ہوتا تھا، جس میں سب ہی شریک ہوتے تھے... اور وہ بڑے امیر صاحب خود دیتے تھے، پشتو اور اردو دونوں زبانوں میں... یہ روزانہ کا معمول تھا... بڑے امیر صاحب باقاعدہ عالمِ دین تھے، اور صاحبِ افتا بھی تھے... پاکستان کی معروف دینی درس گاہوں میں اپنی علمی پیاس بجھا ہی رہے تھے کہ امت کا درد انہیں پہاڑوں کی اس گمنام زندگی میں لے آیا... میں نے ابھی تک انہیں دیکھا نہ تھا...

امیر صاحب! وہ مولانا صاحب آ گئے ہیں کیا؟ درس کے اختتام پر میں نے بڑے امیر صاحب کے بارے میں پوچھا... یہاں سب انہیں مولانا صاحب کہتے تھے... جی وہ آ گئے ہیں، ہم ابھی چلتے ہیں ان کے پاس... چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں ہم ان کے کمرے کے سامنے پہنچ چکے تھے... مولانا صاحب کمرے میں نہیں تھے... پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ باہر میدان میں ہیں... ہم باہر گئے تو بڑا ہی دلچسپ منظر دیکھا... ایک بڑا سا بھورے رنگ کا سرخی مائل گھوڑا اپنی میٹھی آواز میں ہنہنا رہا تھا... اور اس کی پیٹھ پر ایک لمبے قد اور ورزشی جسم کے حامل صاحب بیٹھے ہوئے تھے... خوبصورت بال کندھوں تک آ رہے تھے... اور جب گھوڑا اُچھلتا تو وہ بال ہوا میں یوں لہراتے کہ بس لطف آ جاتا... لمبی گھنی داڑھی گندمی چہرے پہ کیسی جچ رہی تھی...

گھوڑے کے ساتھ عجیب کھیل کھیلا جا رہا تھا... پہلے اس کو ایڑ لگا کے دوڑنے پہ جوش دلاتے، پھر جب وہ دوڑنے کی کوشش کرتا فوراً اس کی لگام کھینچ لیتے، اور اس زور سے کھینچتے کہ گھوڑا اگلی دونوں ٹانگیں اٹھا کر پچھلی ٹانگوں پہ کھڑا ہو جاتا، اور اپنی آواز اتنی بلند کرتا کہ قریبی کہساروں میں دور دور تک گونج اٹھتی... یاالٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ میں حیران تھا کہ 'خود ہی مہمیز کرے خود ہی عناں کھینچتا ہے'... امیر صاحب یہ کیا ہو رہا ہے، اور یہ صاحب کون ہیں؟ میں نے حیرانگی سے پوچھا... ارے فانی بھائی! یہی تو ہیں مولانا صاحب... یہ گھوڑے کو سدھار رہے ہیں گھوڑا بھی ایسی مستیاں شوق سے کرتا ہے... ابھی یہ عمل جاری تھا کہ اچانک مولانا صاحب کی نظر ہم پر پڑی تو وہ رک گئے، اور فوراً گھوڑے سے نیچے اتر آئے... اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھتے وہ خود ہی تیز تیز قدم اٹھاتے ہم تک پہنچ گئے، سلامِ مسنون کے ساتھ ہی وہ امیر صاحب سے معانقہ کرنے لگے... چہرے پر عجیب سی انکساری اور ہلکا سا تبسم تھا، باری باری سب سے ملے... مجھے بڑے غور سے دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے... دراصل میں سب ساتھیوں میں کچھ زیادہ ہی نحیف و نزار تھا، اور بات کرنے کا انداز بھی کچھ دھیما اور نزاکت والا تھا... اس لیے یار لوگ بھی مجھے 'ممی ڈیڈی بچہ' کہہ کر چھیڑا کرتے تھے... شاید مولانا صاحب بھی یہی سوچ رہے تھے کہ یہ کچھ زیادہ ہی 'ممی ڈیڈی بچہ' آ گیا... اور پھر مسکرا بھی اسی لیے رہے تھے کہ کوئی بات نہیں، کچھ ہی دنوں میں ان شاء اللہ سخت جان بن جائے گا... ایک تو ان کا علمی مقام ومرتبہ، دوسرا ان کا مجاہدانہ تشخص اور وقار، میں تو اس بسطۃ فی العلمِ والجسم کی آنکھوں دیکھی تفسیر سے متاثر و مرعوب ہوا جا رہا تھا... یہی وجہ ہے کہ ان سے

نظریں بھی نہیں ملا پا رہا تھا... خیر وہ ہمیں لیے ہوئے اندر آئے اور صحن میں بچھی چٹائی پر بیٹھ گئے، ہم سب سے مسکرا مسکرا کر سفر کے احوال، جہادی سرگرمیاں، سرزمینِ ہجرت و جہاد کے تاثرات وغیرہ پوچھنے لگے...اسی اثنا میں دستر خوان بچھ گیا اور ناشتہ لگنا شروع ہو گیا، مولانا صاحب کے رویے سے قطعاً معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ اتنے بڑے امیر اور ذمہ دار ہیں، ماشاء اللہ بڑے ہی خوش مزاج اور زندہ دل واقع ہوئے ہیں...ناشتے کے بعد مولانا صاحب اپنے کمرے میں چلے گئے، غالباً یہ ان کے مطالعے کا وقت تھا... باقی سب منتشر ہو گئے، اور جو کام جس کے ذمے تھا اس کو سر انجام دینے لگا اور جو فارغ تھا وہ بستر آباد کرنے لگا۔

چلیں یار فانی بھائی! آپ کو مرکز کی سیر کراتا ہوں...ابو عیسیٰ بھائی نے کہا... ہاں جی چلتے ہیں، میں فوراً تیار ہو گیا...ماشاء اللہ کافی بڑا مرکز تھا...ایک حصے میں مویشی وغیرہ بھی تھے... ابو عیسیٰ بھائی یہ مویشی کیوں رکھے ہوئے ہیں، کیا فائدہ ہے ان کا؟! اچھا کیا فائدہ ہے ان کا! یہ جو رات کو اور صبح آپ نے چائے اور شیر نبے کے مزے لوٹے ہیں، کیا یہ بازار سے آئے تھے انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا...بات واقعی درست تھی...دراصل یہ انتظام دیکھ کر حیران ہونا فطری بات ہے... ہم تو یہی سوچا کرتے تھے کہ راہِ جہاد میں بس بے سروسامانی کی حالت میں رہنا پڑتا ہو گا... کھانے کو تو کچھ ملتا ہی نہ ہو گا، شاید پتے وغیرہ کھا کر گزر بسر ہوتی ہو گی...رہنے کو بھی گھر تو کجا، معلوم نہیں چھت بھی میسر ہوتی ہو گی کہ نہیں وغیرہ وغیرہ...وہی زمانۂ قدیم کے جہادی تصورات قائم تھے...اور اگر کہیں سے سن لیتے کہ فلاں فلاں جگہ کے مجاہدین کے پاس یہ اور یہ سہولیات ہیں، چاہے وہ کھانے پینے سے متعلق ہوں یا دیگر ضروریات ہوں تو ذہن فوراً بس ایک ہی بات کی طرف منتقل ہوتا کہ یہ تو امریکی ایجنٹ ہوں گے، یا یہ ایجنسیوں کے مہرے ہیں، اور وہی ایجنسیاں ان کو پال رہی ہیں...وگرنہ مجاہدین تو کوئی فقیر قسم کی 'مخلوق' ہوتی ہے...استغفر اللہ... کند ذہنی کی انتہا دیکھئے کہ اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ساری دنیا کے مالی وسائل واسباب سے ہٹ کر ایک 'الرازق' بھی تو ہے، جو سارے جہانوں کا پالنہار ہے...جو نہ ہی کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو بھولتا ہے...

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

بقیہ: تجارتی مفادات: ایغور مسلمانوں کو بھلا دینے کا سبب

امریکہ میں مقیم ایک صاحبِ درد بھائی کا ہے کہ انہوں نے ٹورنٹو میں ایک ایغور بہن سے ملاقات کی جن کی چھ خالائیں یا پھپھیاں سنکیانگ میں رہتی ہیں۔ چھ کی چھے خواتین کے شوہروں کو ان کیمپس میں منتقل کر دیا گیا ہے اور عورتیں اور بچے مردوں کے بغیر زندگی گزار رہی ہیں۔ بی بی سی کی وڈیو کے مطابق، ایک اور تشویش ناک بات یہ ہے کہ اب تک ان جبراً کیمپوں میں منتقل شدہ افراد میں سے کسی کو بھی رہا نہیں کیا گیا۔

چین کی کمیونسٹ ظالم حکومت نے مقبوضہ مشرقی ترکستان میں ایغور مسلمان کے گھروں کے دیواروں پر ایسے بورڈ لگا دیے ہیں جس میں موجود ایک خفیہ کوڈ کے ذریعے سیکورٹی اہلکار کسی بھی وقت گھر کے سربراہ اور اس کی فیملی کو ٹریس کر سکتے ہیں ان کی گفتگو سن سکتے ہیں اور ان کو تلاش کر سکتے ہیں۔

یہ سخت حیران کن ہے کہ پوری مسلم دنیا کا چینی حکومت کی جانب سے کیے جانے والے مظالم پر کوئی ردعمل ہے ہی نہیں، نہ ہی حکومتی سطح پر اور نہ ہی عوامی سطح پر۔ دوسری طرف امریکہ اور یورپ میں چینی حکومت کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر آواز اٹھائی جا رہی ہے اور چین پر پابندیاں لگائے جانے کی بھی بات ہو رہی ہے۔ ان اقدامات کے پیچھے چاہے ان ممالک کے اپنے مفادات ہی کیوں نہ ہو۔

امریکی سینٹر مارکو روبیو اور نیو جرسی کے نمائندہ کرس سمتھ نے سیکریٹری آف سٹیٹ مائیکل پومپیو کو لکھے گئے خط میں کہا کہ ہم امید کرتے ہیں کہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ انسانی حقوق کی ان خلاف ورزیوں کی سخت مذمت کے ساتھ ساتھ ٹھوس اقدامات کرے گا اور دوسری ہم خیال حکومتوں کے ساتھ اور بین الاقوامی فورمز پر یہ مسئلہ اٹھائے گا۔ پاکستان، سعودی عرب اور دوسری خلیجی ریاستوں کے علاوہ انڈونیشیا اور ملائیشیا کی جانب ابھی تک اس بابت کوئی بیان جاری نہیں کیا گیا ہے۔ ترکی جس نے چند ایغور مہاجرین کو پناہ دے رکھی ہے بھی فی الحال خاموش دکھائی دیتا ہے۔

چینی حکومت اس امر کو یقینی بنانے کے لیے کہ کسی قسم کی ویڈیو اور خبر بیرونی دنیا تک نہ پہنچنے پائے کہ یہ عوامی رائے عامہ پر گہرا اثر ڈالتی ہیں، چینی حکومت کی جانب سے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی مانیٹرنگ بڑے پیمانے پر کی جا رہی ہے چہروں کی جانچ والے کمپیوٹرائزڈ کیمروں کا جال بچھایا گیا ہے۔

بین الاقوامی تعلقات کے ماہرین اور تجزیہ نگار مسلم امہ کی خاموشی کی وجوہات کو بے خبری کے ساتھ ساتھ تجارتی تعلقات کو بھی ایک بڑی وجہ قرار دیتے ہیں۔ اور اگر بالخصوص پاکستان کے معاملے کو دیکھا جائے تو جہاں پاکستان سی پیک منصوبے کو اپنی خوش حالی اور ترقی کی چابی سمجھ رہا ہے وہیں دوسری جانب سیکورٹی کونسل میں پاکستان کے خلاف پیش کی جانے والی قراردادوں سے بچاؤ کے لیے چین کی جانب دیکھتا ہے۔ کہ یہ قراردادیں پاکستان کو ملنے والی امداد (جس کا کثیر حصہ جرنیل ٹولے کی جیب میں جاتا ہے) میں کٹوتی اور رکاوٹ کا سبب بنتی ہیں۔ چلیے مان لیا یہ مجبوری تو ان بھکاری حکمرانوں کی ہوئی لیکن پاکستان کی اکثریت' جن کے دل دنیا بھر کے مسلمانوں کے دھڑکتے ہیں، ان کی تکلیفوں پر دکھ محسوس کرتے ہیں، ان کی خاموشی کو کیا نام دیں۔ یہاں ہمارا ذہن ماؤف ہونے لگتا ہے اور سوائے بے بسی اور لاچارگی کے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

☆☆☆☆☆

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب وتدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ اگست ۲۰۱۸ء میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیش خدمت ہے۔ یہ تمام اعدادوشمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں۔ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ http://www.urdu-alemarah.com پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یکم اگست:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں چوکیوں اور آپریشن کرنے والے فوجیوں، پولیس اہل کاروں اور جنگ جوؤں پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 9اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک میں شیوان دشت کے علاقے میں مجاہدین نے ڈرون طیارہ کو نشانہ بنا کر مار گرایا۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغہ میں کابل، گردیز شاہراہ پر ہونے والے حملے میں ایک ٹینک 'راکٹ لگنے سے تباہ اور اس میں سوار اعلیٰ فوجی افسر سمیت 3اہل کار ہلاک ہوگئے۔

2اگست:

☆صوبہ بادغیس کے ضلع قادس میں برگل اور شہر ارمان کے علاقوں کے 63 گاؤں پر مشتمل 2500 خاندانوں نے جناب فضل احمد اخندزادہ اور عبد القدیر خان کے سرپرستی میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین سے اعلان بیعت کیا۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع احمد خیل میں 14 پولیس اہل کاراور فوجی 'مجاہدین کی دعوت کو لبیک کہہ کر ان سے آملے

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں گونگی کے علاقے میں بم دھماکہ سے پولیس رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 5اہل کار ہلاک جب کہ 2زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ میں آپریشن کرنے والے امریکی غاصبین اور نام نہاد کمانڈوز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2ٹینک تباہ، 3امریکی فوجی ہلاک، 3زخمی، جب کہ نام نہاد کمانڈوز کے اہم کمانڈر سمیت 3ہلاک، 4زخمی ہوئے۔

3اگست:

☆صوبہ بلخ کے ضلع چمتال میں مجاہدین نے جنگ جوؤں کی چوکی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2کمانڈروں مسعود اور محمد داد سمیت 4شر پسند ہلاک جب کہ 3زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں نصرو قلعہ کے علاقے میں جارح امریکی فوجوں کے بکتر بند ٹینک پر ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور اس میں سوار 5امریکی فوجی واصل جہنم ہوئے۔

☆صوبہ اورزگان کے صدر مقام دار ترینکوٹ شہر میں ناوہ پایں کے بلاغ، کشخنجک، یکلنگئی اور چولنگر کے علاقوں میں فوجیوں پر حملے ہوئے، جس سے 2ٹینک اور 2رینجر گاڑی، ایک موٹر سائیکل تباہ، 12 اہل کار ہلاک، جب کہ 5زخمی ہوئے۔

4اگست:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں واقع پولیس چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، گاڑی تباہ، 7اہل کار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر، 2کار مولی، ایک پستول اور پانچ کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں شاول کے علاقے میں واقع فوجی چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، ٹینک تباہ، اور اس میں تعینات 5اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں برق کے علاقے میں پولیس پر مجاہدین حملہ کیا، جس سے 6ٹینک تباہ اور ان میں سوار اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں امریکی بکتر بند ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار غاصبوں میں سے 4موقع پر ہلاک جب کہ 2زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں مجاہدین نے 4فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ایک ٹینک، ایک اینٹی ائیر کرافٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ اورزگان کے ضلع چنارتوں کے مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر، فوجی یونٹ اور چوکیوں پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس سے ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر، فوجی یونٹ اور 3چوکیاں فتح، 4ٹینک، 3گاڑیاں تباہ، 55 اہل کار ہلاک، جب کہ 6 گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے 4 ٹینک، 2 رینجر گاڑیاں، ایک ایمبولینس گاڑی، 4 کار مولی بندوق، 2ایس پی جی 9اور مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

5اگست:

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع سرحوضہ کے سرحوضہ گاؤں کے قریب جنگ جوؤں کی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 9 ہلاک جب کہ ایک گرفتار اور مجاہدین نے 6کلاشنکوفیں، 2ہیوی مشین گنیں، ایک راکٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لی۔

☆صوبہ پروان کے صدر مقام چاریکار شہر میں خلازئی کے علاقے میں امریکی فوجیوں کی پیدل گشتی پارٹی پر ہوا، جس کے نتیجے میں 15امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں شین گاؤں کے علاقے میں واقع چوکی میں تعینات رابط مجاہد نے دشمن پر حملہ کیا، جس سے 8پولیس ہلاک ہوئے۔ رابط مجاہد ایک ہیوی مشن گن اور 3کلاشنکوفوں سمیت مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

☆صوبہ اورزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر واقع چوکیوں پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس سے 3 چوکیاں فتح، ٹینک تباہ، 25 اہل کار ہلاک ہوگئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے ایک چوکی فتح، 9 اہل کار ہلاک، جب کہ 8 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع سرحوضہ میں جنگ جوؤں کی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات وحشی کمانڈر عثمان سمیت 13 ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 8 کلاشنکوفیں، 2 ہیوی مشین گنیں، ایک راکٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع مٹھاخان میں مجاہدین نے فوجی کارروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 9 اہل کار ہلاک جب کہ کمانڈر وددو سمیت 5 زخمی اور 2 ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع لجہ منگل میں مجاہدین نے ضلعی مرکز، فوجی یونٹ اور آس پاس دفاعی چوکیوں پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تمام مراکز فتح ہونے کے علاوہ انٹیلی جنس چیف مدیر نذیر سمیت 14 اہل کار ہلاک جب کہ 8 زخمی اور 2 ٹینک، 2 رینجر گاڑیاں تباہ ہوئیں، اس کے علاوہ مجاہدین نے دو ٹینک، ایک رینجر گاڑی اور کافی مقدار میں ہلکے وبھاری ہتھیار غنیمت کر لی اور ساتھ ہی دو اہل کاروں کو گرفتار کر لیا۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع سمکنئی میں مجاہدین نے تازہ دم اہل کاروں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ڈسٹرکٹ پولیس چیف سمیت 14 اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی ہوئے۔ 2 فوجی ٹینک اور ایک رینجر گاڑی بھی تباہ ہوئی اور مجاہدین نے 2 ہیوی مشین گنیں اور دیگر فوجی سازوسامان قبضے میں لے لیا۔

6 اگست:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں ناقل آباد اور خوشحال گاؤں کے علاقوں میں واقع اہم چوکی پر حملہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور 11 اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع واشیر میں مجاہدین نے سکربیس توپ سے ائیر بیس میں امریکی فوجیوں کی رہائش گاہوں کو نشانہ بنایا، جس سے دشمن کو نقصانات کا سامنا ہوا۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع ارغستان میں ژڑئی بالا اور نرغل کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے اہم چوکی فتح، 17 فوجی ہلاک، 10 زخمی، جب کہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔ مجاہدین نے ایک ٹینک، 2 رینجر گاڑیاں، 4 موٹر سائکل، 3 ہیوی مشن گن، اور پانچ کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

7 اگست:

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں مجاہدین نے ائیر بیس میں امریکی رہائش گاہ پر میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر دشمن کے لیے نقصانات کا سبب بنے۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ میں کٹھ پتلی فوجوں اور سپیشل فورس اہل کاروں نے آپریشن کا آغاز کیا، جنہیں مجاہدین نے حملوں اور دھماکوں کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں 14 اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی اور ایک ٹینک اور ایک رینجر گاڑی بھی تباہ ہوئی۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع جغتو میں قیاغ درہ، گل سرخ اور پیرہ کہ کے علاقوں میں دشمن کے مراکز اور چوکیوں پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مفتوحہ ضلع رشیدان کا جعلی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور پانچ چوکیاں مکمل طور پر فتح ہوئیں اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 25 ہلاک جب کہ 16 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع ازرہ میں صنم خیل اور کٹوال کے علاقوں میں جنگ جوؤں کی چوکی پر وسیع حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں تمام علاقے فتح اور وہاں تعینات جنگ جوؤں میں سے 19 ہلاک جب کہ 6 گرفتار اور دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغہ میں مجاہدین نے امریکی وکٹھ پتلی فوجوں پر حملہ کیا اور ساتھ ہی دشمن پر دھماکے بھی ہوئے اور اس دوران امریکی فوجیوں کا بکتر بند ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار امریکی غاصب ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک میں دھزکئی اور خواجہ خضر کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے اہم یونٹ فتح، رینجر گاڑی تباہ، اور 21 اہل کار ہلاک، جب کہ 2 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 13 جلسئی بندوق، 3 ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر اور ایک مارٹر توپ سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ روزگان کے ضلع دھراود کے مرکز کے قریب امریکیوں پر حملہ ہوا، جس سے ایک امریکی فوجی ہلاک، جب کہ دوسرا زخمی ہوا۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع گردہ سیڑئی میں سوری خیل کے علاقے میں مجاہدین نے سپیشل فورس کارروان پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 فوجی رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 9 اہل کار ہلاک جب کہ 8 زخمی ہوئے۔

8 اگست:

☆صوبہ غزنی کے ضلع غزنی شہر میں مجاہدین نے فوجی کارروان پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 فوجی ٹینک اور 5 بڑی گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 20 اہل کار ہلاک جب کہ 11 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہرات ضلع گلران میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 4 اہل کار ہلاک، جب کہ کمانڈر (عبدالحق) سمیت 3 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر اور 3 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ ہرات کے ضلع پشتون زرغون میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 8 فوجی ہلاک، جب کہ 2 فوجی مجاہدین نے گرفتار کر لیے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں فوجیوں سے جھڑپیں ہوئے، جس سے 2 ٹینک تباہ، 6 اہل کار موقع پر ہلاک، جب کہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔

9 اگست:

☆صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی میں مرکز کے قریب فوجی کارروان پر حملہ ہوا، جس سے 2 ٹینک اور 3 گاڑیاں تباہ اوران میں سوار اہل کاروں کو ہلاکتوں کا سامنا ہوا۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع چاردرہ میں سرک بالا کے علاقے میں امریکی اور کٹھ پتلی فوجیوں نے مجاہدین کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا، جنہیں مجاہدین کے حملوں اور دھماکوں کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 15 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پکتیکا کے وزاینخوا، خیر کوٹ اور وڑممائی اضلاع کے رہائشی 19 سیکورٹی اہل کار حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبردار ہوئے اور مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع غورماچ میں فوجیوں پر حملہ ہوا، جس سے کمانڈر سمیت 4 اہل کار ہلاک، جب کہ 2 اہل کار زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ٹینک تباہ، 11 اہل کار ہلاک، جب کہ پانچ مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں ہزارگان کے علاقے کے پارچاوپل کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 11 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع بولدک میں چوکی پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 10 اہل کار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک کار، 4 موٹر سائکل، 6 کلاشنکوف، 3 راکٹ لانچر، 2 ہیوی مشن گن اور ایک رات والے دوربین سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مقر میں آپریشن کرنے والے فوجیوں پر یکے بعد دیگر بم دھماکے ہوئے، جس سے 2 ٹینک تباہ اور کمانڈر سمیت 12 اہل کار ہلاک، جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

10 اگست:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں فوجی مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے اہم مرکز فتح، ٹینک تباہ اور 22 فوجی و پولیس اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں پورک کے مقام پر انٹیلی جنس سروس اہل کاروں کی گاڑی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں گاڑی تباہ اور اس میں سوار مخبروں میں سے 3 ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں ناوہ پایں اور سرخوم کے علاقوں میں واقع فوجی مراکز پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس سے 2 مراکز فتح، 10 پولیس اہل کار اور جنگ جو ہلاک، جب کہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع دولت آباد میں فوجی کارروان پر حملہ ہوا، جس سے 3 ٹینک تباہ اور ان میں سوار 3 اہل کار موقع پر ہلاک، جب کہ پانچ مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے لیس سربکف مجاہدین نے منظم منصوبے کے تحت چار اطراف سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 25 چوکیاں، 6 پولیس اسٹیشن، انٹیلی جنس سروس ڈائریکٹوریٹ، فوجی مراکز مکمل طور پر فتح ہوئے، وہاں تعینات سیکڑوں اہل کار ہلاک، زخمی اور سرنڈر ہوئے ہیں، اس کے علاوہ مجاہدین نے کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے وبھاری ہتھیار اور فوجی گاڑیاں غنیمت کرلی ہیں۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں دشمن نے مجاہدین کے محاصرے میں آئے اعلیٰ حکام کی نجات کی خاطر فوجی ہیلی کاپٹر بھیجے، جن میں سے ایک کو مجاہدین نے نشانہ بنا کر مار گرایا اور اس میں سوار تمام اہل کار عملہ سمیت لقمہ اجل بن گئے۔ شہر کے آس پاس فوجی مراکز اور چوکیاں مکمل طور پر فتح ہوئی اور سیکڑوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے، جب کہ درجنوں سیکورٹی اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں غزنی جانے والے سپیشل فورس اہل کاروں کے کارروان پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے کابل، قندہار قومی شاہراہ پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 12 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ متعدد کمانڈوز اور سپیشل فورس اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی میں صوبائی پولیس ہیڈکوارٹر، بالاحصار، پی آر ٹی نامی فوجی مرکز، 6 پولیس اسٹیشن، ریزرف فوجی یونٹ، کوئیک رسپانس فورس یونٹ، شہر اور اس کے آس پاس 29 چوکیوں پر مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی نصرت سے قبضہ جمالیا اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 200 تک اہل کار ہلاک اور زخمی اور درجنوں اہل کار کمانڈروں اور اعلیٰ افسروں کے ہمراہ گرفتار ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر کے ائیربیس میں امریکی رہائش گاہ پر مجاہدین نے میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر دشمن کے لیے نقصانات کا سبب بنے۔

11 اگست:

☆صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان میں مجاہدین نے جنگ جوؤں کی چوکی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح ہوئی اور وہاں تعینات فوجی بیس کمانڈر امن گجر اور چوکی کمانڈر زمرئے سمیت 14 فوجی اور مقامی جنگ جو ہلاک جب کہ 4 زخمی اور 3 کو مجاہدین نے گرفتار کر لیے اور ساتھ ہی کافی مقدار میں اسلحہ وغیرہ بھی غنیمت کرلی۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ کے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر اور آس پاس دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا جس سے ٹینک تباہ اور 15 اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں فوجیوں پر حملے اور دھماکے ہوئے۔ جس سے رینجر گاڑی تباہ اور 13 اہل کار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ دائی کنڈی کے ضلع اجرستان میں ضلعی مرکز میں اہم یونٹ پر فدائی مجاہد نے حکمت عملی کے تحت بارودی مواد سے بھری گاڑی کو مرکز داخلی کرتے ہوئے شہیدی حملہ انجام دیا، جس سے مرکز منہدم، سیکڑوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے جب کہ 25 کمانڈوز مجاہدین نے گرفتار کرلیے۔

12 اگست:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع چھلگزئی میں چنائی کیمپ کے علاقے میں واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے اہم چوکی فتح، 2 کمانڈروں (کمانڈر اعظم اور کمانڈر جان آغا) سمیت 14 اہل کار ہلاک، 27 زخمی، جب کہ سات گرفتار ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع سمکنیئ کے رہائشی 18 پولیس اہل کار مخالفت سے دستبردار ہو کر مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں کابل، قندہار قومی شاہراہ پر ملی خیل، سلطان خیل، شیر ازی بابا، سالار، منگلی اور دیگر علاقوں میں غزنی کی جانب جانے والے جارح امریکی، کٹھ پتلی فوجوں اور سپیشل فورس اہل کاروں کے کاروان پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا گیا اور اس دوران دشمن پر شدید دھماکے بھی ہوئے۔ جس میں اب تک غاصب صلیبی فوجوں کے تین ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 10 صلیبی فوجی واصل جہنم جب کہ متعدد زخمی ہوئے ہیں، جب کہ مذکورہ علاقوں میں مجاہدین کے خونریز حملے کے دوران 35 سپیشل فورس اہل کار اور کٹھ پتلی فوجی ہلاک جب کہ درجنوں زخمی ہونے کے علاوہ 16 سے زائد فوجی ٹینک بھی تباہ کیے جاچکے ہیں۔

☆صوبہ دائی کنڈی کے ضلع اجرستان میں دشمن کے آخری مرکز پر فدائی مجاہد نے شہیدی حملہ کیا، جس سے مرکز منہدم ہوگیا، کمانڈر بیدو سمیت 43 اہل کار ہلاک، جب کہ انٹیلی جنس ڈائریکٹر سمیت 39 کمانڈوز گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ایس پی جی 9، 2 پستول، 21 ایم 4، 16 رات والے دوربین، 3 رینجر گاڑیاں اور 17 گاڑیاں گولہ بارود غنیمت کرلی۔

13 اگست:

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں مجاہدین نے دو چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دونوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات 12 اہل کار ہلاک جب کہ متعدد اور دیگر فرار ہوگئے اور دشمن کی 2 رینجر گاڑیاں بھی تباہ ہوئی، اس کے علاوہ مجاہدین نے ایک فوجی ٹینک ایک رینجر گاڑی، دو مارٹر توپ، دو اینٹی ایئر کرافٹ گنیں، تین ہیوی مشین گنیں، تین رائفلیں، ایک ہینڈ گرنیڈ، ایک سنائپر گن اور کافی مقدار میں مختلف فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں 2 چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دونوں چوکیاں فتح اور ساتھ قلعہ جوز کے مقام پر قائم تین چوکیوں کا مجاہدین نے کنٹرول حاصل کرلیا اور وہاں تعینات درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہونے کے علاوہ دو فوجی رینجر گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں اور ایک رینجر گاڑی اور کافی اسلحہ کو مجاہدین نے غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں شاہ گل خیل کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے رات کے وقت حملہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا اور وہاں تعینات 9 اہل کار قتل ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع گیلان میں مجاہدین کے حملوں میں 10 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 2 فوجی ٹینک اور 2 رینجر گاڑیاں بھی مکمل طور پر تباہ کردی گئیں۔

☆صوبہ کنڑ کے ضلع سرکانو میں نظامی عونڈی کے قریب واقع جارح امریکی وکٹھ پتلی فوجوں کے مشترکہ مرکز پر مجاہدین نے میزائل داغے، جس کے نتیجے میں دشمن کو مالی نقصان پہنچنے کے علاوہ 2 امریکی اور 6 کٹھ پتلی فوجی ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ تخار کے ضلع دشت قلعہ میں واقع فوجی مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز مکمل طور پر فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 18 ہلاک جب کہ 10 شدید زخمی اور مجاہدین نے کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے وبھاری ہتھیار غنیمت کرلی۔

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر پولیس وفوجی چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 6 چوکیاں فتح، 18 اہل کار ہلاک، 6 زخمی ہوئے۔ 2 راکٹ لانچر، ایک کارمولی، 6 کلاشنکوف اور ایک ہوی مشن گن سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا گیا۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں واقع ائیر بس میں تعینات امریکیوں کے مرکز پر مجاہدین نے میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر دشمن کے لیے نقصانات کا سبب بنے۔

14 اگست:

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد کے میں مجاہدین نے جارح امریکی اور کٹھ پتلی فوجوں کے کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 5 فوجی ٹینک اور رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 7 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع غورماچ میں واقع نظامی کیمپ نام سے اہم مرکز میں تعینات 57 اہل کاروں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مرکز، 8 ٹینک، پانچ اینٹی ائیر گرافٹ گن، 100 سے زائد کارمولی اور کلاشنکوف مختلف النوع فوجی سامان سمیت مجاہدین کے حوالے کردیا۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے مربوطہ علاقے میں جلال آباد۔ طورخم قومی شاہراہ پر کمانڈوز کے قافلے پر مجاہدین نے گھات لگا کر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 11 صلیبی غلام ہلاک جب کہ 17 شدید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع غورماچ میں نظامی کیمپ پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز میں تعینات اہل کاروں میں سے 86 اہل کار حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین کی

مخالفت سے دست بردار ہوئے۔ مجاہدین نے 12 ٹینک، ایک ایس پی جی 9، 4 اینٹی ائیر گرافٹ گن، 2 بم آفگن، 17 مارٹر توپ، ایک ایم ایم 82 توپ، 45 امریکین ہیوی مشن گن، 12 روسی ہیوی مشن گن، 12 راکٹ لانچر، 100 کارمولی بندوق، 4 سی ونوف بندوق، 27 کلاشنکوف اور مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔ مذکورہ مرکز تین روز سے مجاہدین نے محاصرے میں رکھا تھا، اور 19 فوجی ہلاک، جب کہ 14 زخمی ہوئے تھے۔

15 اگست:

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل میں مورچہ زن کمانڈوز کو مجاہدین کی مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 11 کمانڈوز مارے گئے، جب کہ 17 زخمی، دیگر فرار ہو گئے۔

☆صوبہ بغلان کے صدر مقام بغلان شہر میں علاؤالدین کے علاقے میں واقع تین فوجی مراکز اور چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا جس کے نتیجے میں 2 فوجی مراکز اور جنگ جو کمانڈر مؤمن اللہ کی چوکی فتح ہوئی ہے اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے کمانڈر امان اللہ سمیت 70 جنگ جو اور سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوئے ہیں اور ان میں اعلیٰ فوجی افسر بھی شامل ہیں۔ مجاہدین نے دو فوجی ٹینک، دو رینجر گاڑیاں، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، 60 عدد ہلکے وبھاری ہتھیار اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع خاکریز میں اروغ کے علاقے میں فوجی کارروان پر حملہ ہوا، جس سے 4 ٹینک تباہ، 15 فوجی ہلاک، جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع سنگ آتش میں کمانڈر سمیت 100 اہل کاروں نے مجاہدین کی مخالفت سے دست برداری کا اعلان کیا۔ سرنڈر ہونے والوں نے 10 ہیوی مشن گن، 3 راکٹ لانچر اور 87 کلاشنکوف مجاہدین کے حوالے کردیا۔

16 اگست:

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں مجاہدین کے کارروائی کے دوران 2 پولیس چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 11 ہلاک جب کہ متعدد زخمی اور دیگر فرار ہو گئے۔ ایک فوجی رینجر گاڑی اور کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے وبھاری ہتھیار غنیمت کرلیے۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغہ کے رہائشی 5 افغانی فوجی مخالفت سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے مجاہدین سے آملے

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع وازیخوا کے رہائشی 25 پولیس اہل کار حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبردار ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں پولیس چوکی پر مجاہدین حملہ کرکے اس پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات 16 اہل کار ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوئے، 2 فوجی ٹینک اور ایک گاڑی بھی تباہ ہوئی اور مجاہدین نے 3 عدد امریکی گنیں، 2 کلاشنکوفیں، ایک راکٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

17 اگست:

☆صوبہ تخار کے ضلع خواجہ غار میں قرلق اور کوتل کے علاقوں میں واقع مجاہدین کے مراکز پر کٹھ پتلی فوجوں نے حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 9 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 7 زخمی اور 4 فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع میوند میں مندوزئی کے علاقے میں مجاہدین نے گشتی پارٹی پر گھات کی صورت میں حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے صدر مقام قلات شہر میں امند کے علاقے میں واقع فوجی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے چوکی فتح اور وہاں تعینات 15 اہل کار ہلاک ہوئے۔

18 اگست:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ واقع دشمن کے مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی مراکز اور پانچ چوکیاں فتح ہوئیں اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 6 ہلاک، زخمی اور 20 نے ہتھیار ڈال دیے، جنہوں نے 3 عدد ہیوی مشین گن، 17 کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان مجاہدین کے حوالے کردیے اور مجاہدین نے مفتوحہ مراکز سے دوراکٹ، 10 عدد وائرلیس سیٹیں، 10 عدد موٹر سائیکلیں وغیرہ غنیمت کرلیں

☆صوبہ قندوز کے ضلع چاردرہ میں سرک بالا، وردگان، عربان، گل باغ اور قریہ خانی کے علاقوں میں کٹھ پتلی فوجوں اور مجاہدین کے درمیان چھڑنے والی لڑائی تین روز تک وقفے وقفے سے جاری رہی، جس کے نتیجے میں 10 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے

19 اگست:

☆صوبہ پکتیا کے ضلع سمکنی میں مجاہدین نے کٹھ پتلی کمانڈوز اور فوجیوں پر شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 7 کمانڈو اور فوجی ہلاک جب کہ 5 زخمی اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں جارح امریکی فوجوں کے سب سے بڑے اڈے بگرام ایئربیس پر مجاہدین نے میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر صلیبی دشمن کے لیے جانی ومالی نقصانات کے سبب بنے۔

20 اگست:

☆صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر میں کارروان پر ہونے والے حملے میں دو فوجی رینجر گاڑیاں تباہ اور 4 اہل کار ہلاک جب کہ 3 شدید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پروان ضلع شینوار کے رازگرد کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں غوربند درہ کے جنرل جنگ جو کمانڈر مشتاق ہلاک جب کہ ان کا نائب کمانڈر نجم الدین ایک جنگ جو سمیت زخمی ہوا اور ان کا ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ بغلان کے صدر مقام ضلع مرکزی بغلان میں شہر جدید اور شہر کہنہ کے درمیانی علاقے چنار نامی چوکی میں تعینات ایک بااحساس فوجی نے وہاں موجود سیکورٹی اہل کاروں

پر فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں 8 اہل کار ہلاک ہوئے اور بااحساس فوجی اسلحہ سمیت محفوظ مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع شوراوک میں 29 افراد کو بھی امیر المؤمنین کے خصوصی فرمان کی رو اور عید کی مناسبت سے رہا کر دیے گئے۔ مذکورہ افراد کو کچھ عرصہ قبل مجاہدین نے کٹھ پتلی فوجوں سے تعاون کے بنیاد پر گرفتار کر لیے تھے اور عدالت نے انہیں سات سات اور چار چار ماہ کی قید کی سزائی تھی، ان کی سزا کی مدت تاحال باقی تھا اور مجاہدین نے انہیں رہا کر دیے۔ مجاہدین نے کُل 44 افراد گرفتار کیے تھے، جن میں سے 13 عدالتی کارروائی کے بعد بے گناہ ثابت ہوئے اور 2 افراد بیمار تھے، جو اسی وقت رہا کر دیے گئے تھے۔

25 اگست:

☆صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغہ کے رہائشی 10 پولیس اہل کار، مقامی جنگ جو اور فوجی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین سے آملے

☆صوبہ بلخ کے ضلع شورتپہ کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے 13 مقامی جنگ جو اور پولیس اہل کار' افسر سمیت مخالفت سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع وازیخوا کے رہائشی کابل انتظامیہ کے 20 سیکورٹی اہل کاروں نے کمانڈر سمیت مخالفت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔

28 اگست:

☆صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک کے رہائشی 8 اہل کار حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع زازئی آریوب کے مختلف علاقوں کے رہائشی نام نہاد قومی لشکر کے 31 جنگ جوؤں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔

☆صوبہ بدخشان کے ضلع راغستان کے مربوطہ علاقے میں نام نہاد قومی لشکر کے 11 جنگ جوؤں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے

30 اگست:

☆صوبہ پکتیا کے ضلع گردہ سیڑئی میں سمن خیل کے علاقے میں مجاہدین نے سپیشل فورس اہل کاروں پر حملہ کیا، جس میں 5 وحشی فوجی ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پروان کے ضلع سالنگ کے مربوطہ علاقے کابل، مزار شریف ہائی وے پر مجاہدین نے دشمن کے کاروان پر حملہ کیا، جس میں ایک فوجی رینجر گاڑی اور 2 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 5 اہل کار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ نورستان ضلع برگمٹال میں مجاہدین نے کابل انتظامیہ کی فوجی رسد ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا کر مار گرایا اور اس میں سوار پائلٹ سمیت 3 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں امریکی فوجوں کے سب سے بڑے اڈے بگرام ایئر بیس پر مجاہدین نے میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر صلیبی دشمن کے لیے جانی ومالی نقصانات کے سبب بنے۔

31 اگست:

☆صوبہ پکتیا کے صدر مقام گردیز شہر میں واقع جارح امریکی فوجوں کے کمپائن اور کٹھ پتلی فوجوں کے قول اردو نامی مرکز پر مجاہدین میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر صلیبی و کٹھ پتلی فوجوں کے لیے جانی ومالی نقصانات کے سبب بنے۔

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں امریکی فوجوں کے سب سے بڑے اڈے بگرام ایئر بیس پر مجاہدین نے میزائل داغے۔

☆☆☆☆☆

''تمام تعریفوں کے لائق ایک اللہ ہی ہے جس نے آج بھی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے عاشقانِ رسول پیدا کیے جو اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کر رہے ہیں۔ فرانس، ڈنمارک، بنگلہ دیش اور پاکستان وغیرہ میں گستاخانِ دین اور گستاخان رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عبرتناک انجام سے دوچار کر رہے ہیں۔ جس کی خبر سن کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے سینے ٹھنڈے ہوتے ہیں اور منافقین کے دل جلتے ہیں۔

اللہ کی مدد سے القاعدہ برِصغیر کے مجاہدین نے اپنے یمنی بھائیوں کی طرح کئی گستاخان رسول و گستاخان شریعت کو واصلِ جہنم کیا ہے۔ کراچی میں ڈاکٹر شکیل اوج، انیقہ ناز اور بنگلہ دیش میں احمد رجب حیدر، (راجشاہی یونیورسٹی کا زندیق پروفیسر) اور ابھی حال ہی میں انٹرنیٹ بلاگر امریکی نژاد ہندو ابھیجیت رائے کو القاعدہ برِصغیر کے مجاہد نے گوشت کے ٹوکے ہی سے کاٹ کر رکھ دیا اور جدید ٹیکنالوجی سے لیس عالمی قوتوں کو ایک بار پھر بتا دیا کہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

الحمد للہ یہ کاروائیوں کا ایک سلسلہ ہے جو القاعدہ کی مختلف شاخوں نے امیر محترم شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی ہدایت پر اور شیخ اسامہ رحمہ اللہ کی قسم کو پورا کرنے کی غرض سے شروع کیا ہے''۔

امیر جماعۃ قاعدۃ الجہاد برصغیر، مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ

اک نظر ادھر بھی!

زاہد مصطفیٰ

شنگھائی تعاون تنظیم کے تحت پاکستان بھارت مشترکہ فوجی مشقیں:

پہلی بار پاکستان اور بھارت کے فوجی دستوں نے روس میں مشترکہ فوجی مشقیں کی ہیں جن کا مقصد "دہشت گردی کے خلاف جنگ" میں تعاون اور استعداد کو بڑھانا ہے۔ انڈین میڈیا پر ایک موسیقی کی تقریب میں پاکستانی اور بھارتی فوجیوں کو مختلف انڈین گانوں پر ایک ساتھ کافی دیر تک رقص کرتے دکھایا گیا۔ تقریب میں دونوں ملکوں کے فوجی افسران کے سامنے ہندو روایات کے مطابق مذہبی رسومات ادا کی گئی، آرتی اتاری گئی اور ماتھے پر سندھور کا ٹیکا اور تلک لگایا گیا۔ اس ویڈیو پر پاکستانی میڈیا میں تو کوئی تبصرہ نہ ہو سکا مگر سوشل میڈیا پر یہ ویڈیو خوب وائرل ہوتی رہی اور فوجی جوانوں کے انڈیا کے خلاف عزائم کی قلعی کھولتی رہی۔ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اگر ایسی کسی تقریب میں کوئی پاکستانی سیاست دان کسی ہندوستانی سیاست دان کے ساتھ ناچتا تو اس کا پاکستانی میڈیا کیا حشر کرتا لیکن چونکہ ناچ ناچ کر مدہوش ہونے والے پاکستانی فوجی جوان ہیں لہٰذا کسی قسم کی تنقید کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وجہ یہی ہے کہ اگر ملکہ ترنم کے نغموں اور گیتوں سے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں دشمن کو "شکستِ فاش" کا مزہ چکھایا جاسکتا ہے تو اب ملکہ ترنم کے گزر جانے کے بعد یہ ذمہ داری بھی فوجی جوانوں کے کندھوں پر آپڑی ہے، لہٰذا یہ صرف سریلے گانے ہی نہیں گائیں گے بلکہ ناچ ناچ کر بھارت کو ناکوں چنیں چبوا کر چھوڑیں گے!

فیصل مسجد اسلام آباد میں فلمی مناظر کی شوٹنگ:

انٹرنیٹ پر وائرل ہونے والی ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ چار افراد کے گروپ پر مشتمل ایک ٹیم، جس میں ایک کیمرہ مین، ایک ہیلپر اور ایک مرد و عورت ہیں، کسی رومانوی فلمی منظر کی شوٹنگ فیصل مسجد کے احاطے میں کر رہے ہیں۔ ممکن ہے یہ شوٹنگ کسی اشتہار کے لیے ہو کہ آج کل اشتہارات میں بھی فلمی طرز کے ناچ گانے والے مناظر ہی ہوتے ہیں۔ اس ٹیم کے ساتھ روشنی کو کنٹرول کرنے کے لیے سامان بھی تھا جو مسجد میں داخلے کے وقت ضرور دیکھا گیا ہو کہ یہ ٹیم شوٹنگ کی غرض سے ہی آئی ہے۔ کاش یہ ویڈیو ان سرکاری مفتیوں تک بھی پہنچ جائے جنہوں نے اس ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھانے والوں کے خلاف فتاویٰ دیے کہ وہ دیکھ سکیں کہ مسجدوں کو کھنڈر بنا کر کفار و منافقین کی تسکین نہ ہوئی تو اب اس طرح اللہ کے گھروں کی بے حرمتی کی جانے لگی ہے۔ ویڈیو تو انٹرنیٹ پر بہت سی وائرل ہوتی رہتی ہیں، مثال کے طور پر ایک ویڈیو لیگی کارکنان کی وائرل ہوئی جس میں وہ فوج اور آئی ایس آئی کے خلاف نعرے بازی کر رہے ہیں۔ اس پر ادارے حرکت میں آتے ہیں اور انہیں گرفتار کیا جاتا ہے۔ ایک اور ویڈیو وائرل ہوتی ہے جس میں کسی کتے کو تحریک انصاف کے پرچم میں لپیٹ کر گولی ماری جاتی ہے، ادارے پھر حرکت میں آتے ہیں جرم کا ارتکاب کرنے والے کی نشاندہی ہوتی ہے اور گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ لیکن کیا مسجد کی بے حرمتی کی اس ویڈیو پر قانون اور خفیہ ادارے حرکت میں آئیں گے اور کیا سرکاری و درباری علما بھی اس پر لب کشائی کی جرات کر سکیں گے۔ فوج اور سیکورٹی اداروں کا دین دار طبقے سے بغض و عناد کس درجے پر ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ جب شناختی کارڈ کے ادارے نادرا (نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی) کی جانب سے از خود ایکشن لیتے ہوئے سانحہ تعلیم القرآن واقعے میں ملوث رافضی درندوں کی شناخت کی گئی اور سیکورٹی اداروں کو فراہم کی گئی تو نتیجتاً نادرا سربراہ کو تبدیل کر دیا گیا۔ اسی طرح فوج کی جانب سے شہریوں پر کیے جانے والے غیر انسانی تشدد اور قتل کی کتنی ہی ویڈیوز وائرل ہوتی رہی ہیں جو بین الاقوامی میڈیا میں بھی رپورٹ ہوئیں مگر کسی ایک واقعے کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہ ہوئی نہ ہی چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان کی جانب سے کبھی کوئی سوموٹو نوٹس لیا گیا۔

پاکستان بھارت کے مقابلے میں زیادہ لبرل، برداشت کی حامل اور متوازن ریاست ہے: وفاقی وزیر برائے اطلاعات ونشریات فواد چوہدری

ان حقائق کو بھی عجوبہ ہی سمجھا جانا چاہیے کہ جس ریاست کو عوام کے سامنے "اسلامی ریاست" اور "مدینہ ثانی" ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، وہی ریاست خود کو بیرونِ دنیا کے سامنے لبرل اور سیکولر ثابت کرنے کی کوششوں میں ہلکان ہوئے جاتی ہے۔ کہ اسی بہانے کہ بھیک کے چند ٹکے اسے سیکولر ثابت کر کے زیادہ آسانی سے مل سکیں گے۔ یہ صرف ایک حکومت یا سیاسی پارٹی کا طرز عمل نہیں بلکہ پاکستان کے سویلین و فوجی ادارے بھی اسی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ ایک طرف یہ چارلی ایبڈو حملے کے سوگ میں گھل گھل کر اپنا غم مغرب کو دکھائیں گے، دوسری طرف عوام میں اس تاثر کو پھیلانے کی کوشش کریں گے کہ ہم تو آپ اور اسلام کی خدمت و تحفظ کر رہے ہیں۔

منافقین کی اس خصلت کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (البقرۃ: ۷۶)
>
> "اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے اور جب تنہا ہوتے ہیں ایک دوسرے کے پاس تو کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو ان سے جو ظاہر کیا ہے اللہ نے تم پر تا کہ جھٹلائیں تم کو اس سے تمہارے رب کے آگے کیا تم نہیں سمجھتے"۔

امریکہ سے تعلقات میں بہتری کے لیے افغانستان میں امریکی ضرورتوں کا ادراک کرنا ہوگا، شاہ محمود:

آئندہ پاکستان کی خارجہ پالیسی کتنی مضبوط ہو گی اس کا اندازہ لگانے کے لیے نئے وزیر خارجہ کا یہ بیان ہی کافی ہے۔ ویسے بھی یہی جمہوریت کا اصل حسن ہے کہ اقتدار میں آنے سے پہلے لمبے چوڑے دعوے کیے جائیں، لیکن ضروری نہیں کہ اقتدار میں آنے کے بعد ان پر عمل بھی کیا جائے۔ یہ بیان اسی جماعت کے رہنما کا ہے جس جماعت کا مرکزی رہنما ڈرون حملوں، پاکستانی افواج کے قبائل میں آپریشن، اور امریکی جنگ کا حصہ بننے کا سخت مخالف رہا اور اسی وجہ سے موصوف کو "طالبان خان" کے نام سے بھی مشہور ہونا پڑا لیکن اب حکومت میں آتے ہی حسب عادت ایسی تیزی سے یوٹرن لیے ہیں کہ ناقدین بھی شش و پنج میں ہی رہیں گے کہ ان کے کس کس اقدام پر ان کو سابقہ بیانات اور تقریریں یاد دلائی جائیں۔

ایسے پاکستان کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں قانون سے بالاتر کوئی نہیں ہو گا: آرمی چیف جنرل قمر باجوہ

جنرل باجوہ اس بیان میں وضاحت کرنا بھول گیا کہ قانون کے یکساں اطلاق کی بات 'بلڈی سویلین' کے متعلق ہو رہی ہے! وردی والے ڈاکوؤں پر کسی بھی قسم کے قانون کا اطلاق ممکن ہی نہیں۔ ہاں مگر ایسے خدمت گار سویلین جن کی پشت پر یہ ڈاکو جتنی مدت تک ہاتھ رکھیں تو انہیں بھی استثنیٰ حاصل رہے گا۔ جبھی آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں افراد کا قاتل، مقدمات میں مطلوب اشتہاری مشرف کس طرح بآسانی ملک سے فرار ہوتا ہے... اسی طرح راؤ انوار جیسا درندہ، جس کا کام ہدایات کے مطابق قتل کرنا، لاشیں پھینکنا تھا' بآسانی رہا ہوتا ہے اور پورا ملک منہ میں انگلیاں دبائے سکتے کی حالت میں یہ تماشہ دیکھتا ہے۔ جنرل رضوان اختر کو چونتیس ارب کی کرپشن ثابت ہونے پر گارڈ آف آنر کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے... یہ ڈاکو اپنی مرضی کے سیاست دان، افسر اور ججز سامنے لانے کے لیے ملکی وسائل اور طاقت کا بھرپور استعمال کریں ان کا کوئی بھی عمل غیر قانونی نہیں کہا جاسکتا کہ ایسا کرنے سے سیاچن کی برف میں ٹھٹھرتے سپاہی کو نقصان پہنچے گا۔ یہ بات آپ کی عقل میں بیٹھے یا نہ بیٹھے مگر ایسا ہی پڑھایا اور سمجھایا گیا ہے۔ فوج کے کسی بھی کام کا احتساب، اس پر تنقید، یا کسی قانون کا نفاذ، فوج کے وقار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا ہے۔ جبھی یہ اصول وضع کیا گیا ہے کہ سویلین میں سے جن پر یہ چاہیں، انہی پر قانون کا یکساں اطلاق کیا جائے گا۔

دارالامان ڈیرہ غازی خان جسم فروشی کے اڈے میں تبدیل عیاش پرست نام نہاد شرفا کو فل نائٹ پر لڑکیاں سپلائی کیئے جانے کا انکشاف

ایک دل دہلا دینے والا واقعہ مورخہ ۱۶/ اگست ۲۰۱۸ء کو صبح ۹ بجے دستی پل خیابان سرور میں پیش آیا۔ جہاں چار پانچ غنڈہ صفت افراد ضلع کوہلو کی رہائشی ۱۸ سالہ رفعت بی بی کو زبردستی گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کر رہے تھے، لڑکی کی چیخ و پکار پر لوگ جمع ہو گئے اور زبردستی کرنے والے افراد کو قابو کر لیا۔ جہاں ان افراد نے لوگوں کو بتایا کہ یہ لڑکی دارالامان سے بھاگی ہوئی ہے لیکن دوسری طرف ۱۸ سالہ رفعت دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے یہ کہہ رہی تھی کہ میرے ساتھ ظلم ہوا ہے، مجھے ان درندوں کے حوالے نہ کیا جائے۔ مجبور رفعت کا یہ کہنا تھا کہ پولیس کو بلاؤ میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس معصوم رفعت کے ساتھ ایسا کیا ہوا کہ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ میرے ساتھ بہت برا ہوا ہے؟ صرف یہی نہیں بلکہ اس سے قبل بھی اس جیسے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں جن میں دارالامان میں قید خواتین مختلف امیر زادوں کے بنگلوں میں بے ہوش پائی گئیں اور دارالامان انتظامیہ نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ یہ دارالامان سے بھاگی ہوئی ہے۔ اگر دارالامان عملہ کی اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ وہ وہاں سے بھاگی ہوئی ہیں تو کیا وہاں پر موجود عملہ جو ہر ماہ لاکھوں روپے تنخواہیں وصول کرتا ہے کیا وہ ساری رات جھک مارتا ہے؟ پہلے تو یہ کسی صورت ممکن ہی نہیں کہ کوئی خاتون یا لڑکی وہاں سے بھاگ سکے کیونکہ دارالامان کی ۲۰ فٹ سے زائد اونچی دیواریں بھاری بھرم آہنی گیٹ اور لوہے کی مضبوط ترین اونچی اونچی گرلیں، مین انٹری اور عمارت کے گیٹ کو بڑے بڑے تالے اور دو دو چوکیدار... پھر بھی ایسی جگہ سے کوئی بھاگ جائے یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے اور سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ یہ دارالامان سینٹرل جیل کے نزدیک انتہائی حساس علاقہ میں واقع ہے۔ جہاں ہر وقت سیکورٹی کے غیر معمولی انتظامات دکھائی دیتے ہیں۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ شہر کے بڑے بڑے امیر زادوں سے بھاری رقم وصول کر کے دارالامان میں مقید مجبور خواتین اور لڑکیوں کو رات بھر کے لیے درندوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے، دارالامان عملہ اور افسران کی ملی بھگت سے آج تک یہ کالے کرتوت سامنے نہ لائے جاسکے۔ دارالامانوں میں جسم فروشی کے اس غلیظ دھندہ کی روک تھام کے لیے آج تک کوئی سنجیدہ توجہ نہیں دی گئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ضلع کوہلو کی رہائشی ۱۸ سالہ رفعت بی بی کو انصاف فراہم کیا جاتا ہے یا تھانہ گدائی پولیس دارالامان افسران سے نذرانہ لے کر ایک بار پھر رفعت کو دارالامان کے دلالوں کے حوالے کر دیتی ہے جہاں رفعت اور نجانے اس جیسی کتنی مجبور لڑکیاں قید ہیں اور دارالامان عملہ کی کمائی کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ یہاں ایسے واقعات کا پس منظر بھی ذہن میں رہے کہ پسند کی شادی کرنے کے لیے گھر سے بھاگنے والی بہت سی لڑکیاں بالآخر دارالامان پہنچتی ہیں جہاں انہیں بدکردار لڑکی اور عورت کے طور پر ہی دیکھا اور سمجھا جاتا ہے۔ یہ حال صرف ایک شہر نہیں بلکہ تمام ہی شہروں کا ہے۔ اسی طرح کئی دوسرے نام نہاد فلاحی ادارے جن میں ایدھی بھی سر فہرست ہے میں بے سہارا لڑکیوں کی باعزت رہائش پر سوالیہ نشان ہے۔ نہ تو ان کی تعلیم کا بندوبست کیا جاتا ہے نہ ہی شادیوں کا، نتیجتاً ان کے جنسی استحصال کی خبریں بھی منظر عام پر آنے لگی ہیں۔

کراچی میں قادیانیوں کے 14 نیٹ ورک فعال:

کراچی میں قادیانیوں کی سرگرمیاں بڑھنے لگی ہیں۔ شہر کے ۷ علاقوں میں ۱۴ نیٹ ورک فعال ہو چکے ہیں۔ جہاں مفت علاج، راشن، بیرون ملک ملازمتوں اور مالی امداد کا لالچ دے کر غریب مسلمانوں کو جال میں پھانسا جا رہا ہے۔ دوسری جانب نیشنل ہائی وے پر قادیانیوں کا قبرستان 'باغ احمد' بھی گمراہ کن عقائد کے پرچار کا اڈا بنا ہوا ہے۔ یہاں قادیانیوں کی خفیہ میٹنگوں کا سلسلہ جاری ہے۔ کراچی میں قادیانیوں کی سرگرمیاں ۲۰ سال پہلے تک شاہ فیصل ٹاؤن کے علاقے ڈرگ روڈ کینٹ بازار، جمشید ٹاؤن کے علاقے منظور کالونی، صدر کے علاقے میں پریڈی تھانے کے قریب میگزین لائن کے عبادت خانے اور گلشن اقبال اور عزیز آباد کے علاقوں میں واقع ان کی عبادت گاہوں تک محدود تھیں۔ تاہم آہستہ آہستہ دیگر علاقوں میں بھی اُن کے نیٹ ورک پھیلتے گئے۔ شاہ فیصل کالونی نمبر ۳، عظیم پورہ قبرستان کے مرکزی گیٹ کے سامنے جب قادیانیوں کی عبادت گاہ قائم ہوئی تو دو سو سے زائد قادیانیوں نے وہاں رہائش اختیار کر لی۔ جب کہ گلشن حدید، النور سوسائٹی، فیڈرل بی ایریا گلشن اقبال بلاک ۲، مارٹن کوارٹر، جمشید کوارٹر، طارق روڈ، نارتھ کراچی سیکٹر 11/B بلدیہ اور ماڑی پور کے علاقے میں جہاں ان کی عبادت گاہیں بن چکی ہیں، وہاں مرزائیوں کے عقائد کا پرچار جاری ہے۔

قادیانیوں کے تبلیغی نیٹ ورک سے وابستہ افراد خاص طور پر مضافاتی اور ساحلی آبادیوں میں خیراتی طبی عملے کی آڑ میں جاتے ہیں۔ اس دوران میں وہ غریب، بیمار افراد کو گھیرتے ہیں اور ان کو مفت علاج کا لالچ دیتے ہیں۔ اس حوالے سے قادیانیوں کی ''فضل عمر ویلفیئر ڈسپنسری'' اور موبائل ڈسپنسری زیادہ سرگرم ہے۔ اسی طرح ان علاقوں میں لوگوں کو مالی امداد کر کے یا راشن دے کر بھی گھیرا جاتا ہے اور پھر ان کو قادیانیوں کی عبادت گاہوں سے متصل گیسٹ ہاؤسز میں لایا جاتا ہے۔ جہاں ان کو مختلف اوقات میں قادیانیت کی تبلیغ کی جاتی ہے اور جرمنی اور دیگر ممالک کے چینلز سے قادیانیوں کی تقریریں سنائی جاتی ہیں۔ ڈرگ روڈ کینٹ بازار میں واقع قادیانیوں کی عبادت گاہ، احمد بیت المبارک کے ساتھ ساتھ فضل عمر ویلفیئر ڈسپنسری اور گیسٹ ہاؤس بھی ہے۔ جب کوئی مریض قادیانیوں کی ڈسپنسری میں جاتا ہے تو اُس سے ایک فارم پُر کرایا جاتا ہے۔ اس فارم میں مریض کے کوائف لکھے جاتے ہیں تا کہ بعد میں اس سے رابطہ کیا جا سکے۔ قادیانیوں نے اپنے تبلیغی نیٹ ورک شہر کے ۷ مضافاتی علاقوں گڈاپ، ملیر، منگھوپیر، ماڑی پور، ریڑھی گوٹھ، سرجانی ٹاؤن اور شاہ لطیف ٹاؤن کے علاقوں میں قائم کر رکھے ہیں۔ جب کہ قادیانیوں نے ڈیفنس، طارق روڈ، گلشن اقبال، نارتھ ناظم آباد اور دیگر علاقوں میں بھی خفیہ نیٹ ورک قائم کرنے شروع کر دیے ہیں۔

شہر میں قادیانیوں کا واحد قبرستان نیشنل ہائی وے پر پورٹ قاسم موڑ کے قریب بن قاسم ٹاؤن میں واقع ہے۔ ''باغ احمد'' نامی اس قبرستان کی دیواریں کافی اونچی بنائی گئی ہیں۔ گیٹ کے ساتھ ہی چوکیداروں کا کمرہ ہے۔ ایک چوکیدار نے اپنی شناخت ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ وہ گزشتہ ۱۰ سال سے یہاں پر چوکیداری کر رہا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کا بچہ بہت بیمار تھا۔ علاقے میں آنے والے قادیانی طبی عملے نے اس کی بہت مدد کی تھی اور بچے کا اسٹیڈیم روڈ پر واقع ایک نجی ہسپتال میں علاج کرایا تھا۔ اس لئے وہ بیوی بچوں سمیت قادیانی ہو گیا تھا۔ جس کے بعد اس کے رشتہ داروں نے اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور اب وہ یہاں چوکیداری کرتا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ پہلے اس قبرستان میں قادیانیوں کی تدفین امانتاً ہوتی تھی اور بعد میں لاشوں کو چناب نگر میں تدفین کے لئے بھیج دیا جاتا تھا۔ تاہم اب یہ سلسلہ کم ہو چکا ہے۔

چوکیدار کا مزید کہنا تھا کہ اکثر اوقات بڑی کاروں میں دولت مند قادیانی یہاں آتے ہیں۔ اس موقع پر قبرستان کے گیٹ بند کر دیے جاتے ہیں اور چوکیداروں کو باہر نکال کر ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ کسی کو یہاں آتے دیکھیں تو اطلاع کر دیں۔ چوکیدار کے مطابق آنے والے افراد قبرستان میں واقع ہال کے اندر میٹنگ کرتے ہیں۔ اس دوران ہال کے باہر اُن کے ساتھ آئے اسلحہ بردار نوجوان پہرہ دے رہے ہوتے ہیں۔ زیادہ تر یہ کام اتوار والے دن ہوتا ہے، کیونکہ اس روز قادیانی ''یومِ وقارِ عمل'' مناتے ہیں اور اپنے عبادت خانوں اور قبرستانوں کی صفائی کرتے ہیں۔

بلدیہ ٹاؤن میں قادیانیوں کے پہلے دو نیٹ ورک کام کر رہے تھے۔ جن میں ایک نیٹ ورک بلدیہ رانگڑ محلہ اور دوسرا یوسف گوٹھ کے قریب کام کر رہا تھا۔ تاہم کالعدم تنظیموں کی جانب سے قادیانیوں کو ٹارگٹ کرنے کے واقعات کے بعد قادیانیوں نے اپنے تبلیغی نیٹ ورک مبارک ولیج اور ماڑی پور کے علاقے میں منتقل کر دیے تھے۔ قادیانیوں کے نیٹ ورک ایم کیو ایم کے عروج کے دنوں میں زیادہ سرگرم ہوئے تھے اور ایم کیو ایم کے ۲۶ سیکٹرز کی حدود میں ان کو سرپرستی فراہم کی جاتی رہی اور اس دوران میں فیڈرل بی ایریا میں النور سوسائٹی میں قادیانیوں کا بڑا عبادت خانہ بنایا گیا اور تبلیغی نیٹ ورک قائم ہوا، جو کہ اب بھی خاصا سرگرم ہے۔ سرکاری ہسپتالوں میں قادیانی افراد غریب مریضوں کو تلاش کرتے ہیں اور انہیں بڑے ہسپتالوں میں مہنگا علاج کرانے اور مفت دوائیں دلوانے کا لالچ دے کر گھیرتے ہیں۔ اس حوالے سے جناح ہسپتال میں توفیق احمد نامی قادیانی، ایمرجنسی وارڈ کے اطراف خاص طور پر گھومتا ہے جو نارتھ کراچی سیکٹر 11/B کا رہائشی ہے۔

برطانیہ میں نیپالی خواتین کو جنگجو بنانے کی تیاری:

نیپالی جریدے کے مطابق برطانوی فوج اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانے والی گورکھا رجمنٹ میں مرد فوجیوں کے ساتھ اب نیپالی خواتین کی بھرتی بھی

ہو گی۔ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے اینگلو نیپال جنگ سے قبل ۱۸۱۵ء میں گورکھا رجمنٹ قائم کی تھی جس کے بعد تقسیم ہند کے وقت گورکھا رجمنٹ کو اس کی سابقہ خدمات کے سبب بھارت یا نیپال کو دینے کے بجائے لندن منتقل کیا گیا اور پھر بعد میں اس کا نام بریگیڈ آف گورکھا رکھا گیا۔

خواتین کی گورکھا رجمنٹ کے قیام میں ملکہ برطانیہ کی خواہش کا بھی عمل دخل ہے۔ دوسری جانب نیپالی حکومت نے بھی اس سلسلے میں اپنے تعاون کا یقین دلایا ہے۔ دورِ جدید میں معاشرت اور بین الاقوامی تعلقات کا یہ رخ بھی نرالا ہے کہ کرائے کی فوج کہلانا اب معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ خود ہمارے ہاں کی افواج بھی اپنی صلاحیتوں کی بہتر سے بہتر مارکیٹنگ کر کے کبھی امریکہ، روس اور چین کو اپنی خدمات پیش کرتی ہیں تو کبھی سعودی عرب کو۔

سعودی حکومت کی جانب سے حق گو علما کے لیے سزائے موت کا مطالبہ:

سعودی اٹارنی جنرل کی جانب سے مطالبہ کیا گیا کہ شیخ سلمان العودہ کو سزائے موت دی جائے۔ شیخ کو پچھلے سال ستمبر میں ایک بیان کے بعد گرفتار کیا گیا جو انہوں نے قطر اور سعودی عرب کے درمیان تنازعے کو ختم کرنے کے حوالے سے دیا تھا۔ ان کے صاحب زادے کے مطابق سعودی اٹارنی جنرل کی جانب سے ان پر سینتیس الزامات عائد کیے گئے ہیں جن میں بادشاہِ وقت کے لیے دعا نہ کرنا، کویت میں ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی غرض سے قائم کی جانے والی تنظیم کو منظم کرنا اور یورپی فتویٰ کونسل کا رکن ہونا شامل ہے۔ جیل میں انہیں ہاتھ اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر رکھا گیا ہے اور ان کی صحت روز بروز خراب ہو رہی ہے۔ سعودی حکومت کی جانب سے اسی ہفتے دو اور علما شیخ عوض القرنی اور شیخ علی العمری کے لیے بھی سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ دوسری طرف سعودی حکمرانوں کی جانب سے فحاشی و عریانی اور خرافات کے جس سیلاب کو طویل مدتی منصوبوں کے ذریعے سعودی عرب پر مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' اہلِ نظر اسے سعودی حکمرانوں کے زوال کی بنیاد قرار دے رہے ہیں کہ اپنی ان غلیظ حرکتوں سے یہ عوام کو اٹھ کھڑے ہونے پر مجبور کر رہے ہیں۔ کون جانتا تھا کہ شام میں ایک بچے پر ہونے والا ظلم شامی انقلاب اور جہاد کی راہ ہموار کر دے گا اور شامی عوام تاریخ کے بھیانک ترین ظلم کے باوجود ظالموں کے سامنے ڈٹی رہے گی۔ اسی طرح سعودی عرب کے حالات بھی یہی بتا رہے ہیں کہ ایک چنگاری کی دیر ہے جو ان ظالموں کے محلات جلا کر رکھ دے گی۔

سعودی عرب قطر کو جزیرہ میں تبدیل کرنے کے لیے اس کے گرد نہر کھودے گا:

سعودی ولی عہد کے سینئر مشیر سعود القحطانی کی جانب سے اس بابت تصدیق کی گئی ہے کہ اس منصوبے پر سعودی عرب حکومت کام شروع کر چکی ہے۔ اندازاً اس منصوبے پر ۷۵ کروڑ ڈالر لاگت آئے گی۔ اس منصوبے کا مقصد قطر کو سعودی سرزمین سے الگ کر دینا ہے۔ واضح رہے کہ قطر سعودیہ تنازع کے باعث سعودی اتحادیوں کی جانب سے قطر کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا اور قطر کے لیے ان ممالک کی فضائی حدود کے استعمال پر بھی پابندی لگائی گئی۔ ساتھ ہی ساتھ قطری شہریوں کو بھی ان ممالک سے بے دخل ہونا پڑا۔ ایک ایسے وقت میں جب امت کا ایک کثیر حصہ شام عراق افغانستان، فلسطین و برما میں کفار کے ظلم و سربریت کے علاوہ بھوک و افلاس کا شکار ہے۔ یہ عرب حکمران اپنی داخلی لڑائیوں پر کروڑوں ڈالر خرچ کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے۔ اور بھلا کیوں کریں جب سالہا سال سے امت کے وسائل کو کوڑیوں کے مول کفار کو دے رہے ہیں۔ امام انور العولقی رحمہ اللہ کا یہ قول انہی خنزیر صفت حکمرانوں کے لیے ہے کہ

> ''آج کے بادشاہ، امرا و صدور قومی قیادت تو درکنار بھیڑوں کا ریوڑ ہانکنے کی صلاحیت نہیں رکھتے''۔

اگر اس تنازع کا محرک جاننے کی کوشش کی جائے تو اس میں جہاں الجزیرہ چینل کی نشریات اور مصری تنظیم اخوان سے تعلق ہے وہیں سب سے بڑا اعتراض انہیں قطر کے ایران کے ساتھ تعلقات پر ہے۔ اور اب جب کہ قطر کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا ہے تو ایران نے قطر کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا ہے۔ اس طرح ایران ہی کو معاشی اعتبار سے اس معاملے کے سبب فائدہ پہنچ رہا ہے۔

بنگلہ دیش میں روہنگیا مہاجرین حکومتی غنڈوں کے نشانے پر:

مصدقہ اطلاعات کے مطابق بنگلہ دیش میں روہنگیا مہاجرین جنہیں کیمپوں میں خوراک، صاف پانی، علاج معالجے اور صفائی کی سہولیات سرے سے میسر ہی نہیں اب بنگلہ حکومت کی سرپرستی میں چلنے والے جرائم پیشہ گروہوں کے نشانے پر ہیں۔ آئے روز جھونپڑیاں چھین کر دوسرے خاندانوں کو بیچی جاتی ہیں اور مزاحمت کرنے پر تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

یہ غنڈے باقاعدہ حکومتی سرپرستی میں پولیس کے تعاون سے پناہ گزین خاندانوں سے بھتہ لیتے ہیں۔ پے درپے ہونے والی قاتلانہ کاروائیوں کے سبب بھی کیمپ میں خوف و ہراس کی فضا ہے۔ حال ہی میں قتل ہونے والا روہنگیا عارف' جسے مقامی مسلح گروہ جھونپڑی خالی کرنے کا کہہ رہے تھے' کو انکار کرنے پر سرعام سڑک پر چاقوؤں کے وار سے قتل کر دیا گیا۔ عارف کی سولہ سالہ بیٹی نے بھی تصدیق کی کہ عارف کو جھونپڑی خالی نہ کرنے کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ جب بھی ان لوگوں کے خلاف روہنگیا پناہ گزین پولیس کو شکایت کرنے کے لیے کال کرتے ہیں تو پولیس اتنی دیر سے پہنچتی ہے کہ یہ غنڈے فرار ہو چکے ہوتے ہیں۔ کوٹوپلانگ پناہ گزین کیمپ کی سیکورٹی پر مامور افسران کے مطابق اس سال جون تک کیمپ میں قتل کے اکیس واقعات رجسٹر ہوئے ہیں۔ یہ بھی اطلاعات ہیں کہ

مجبور اور بے سہارا خاندانوں کی لڑکیوں کو نوکری اور کام دلانے کا جھانسہ دے کر اغوا کیا جاتا ہے اور پھر انہیں جسم فروشی سے منسلک گروہ کے ہاتھوں بیچ دیا جاتا ہے۔

عمومی طور پر کیمپ کے باسیوں پر حکومت کی جانب سے باہر نکل کر محنت مزدوری اور کام کرنے پر بھی پابندی ہے:

روہنگیا مسلمانوں کے مسئلے کے حوالے سے اقوام متحدہ کی جانب سے ان کی شہریت اور بنیادی حقوق کی فراہمی کے لمبے چوڑے منصوبوں کے فریم ورک بننے کی بھی خبریں منظر عام پر آئیں جن کا حقیقت کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ انٹرنیشنل کرمنل کورٹ کی جانب سے جنگی جرائم کے ٹریبونل بنائے جانے کے فیصلے کو بھی برمی حکومت نے یکسر مسترد کر دیا ہے۔ صدارتی پریس ریلیز میں کہا گیا کہ برما کی حکومت پر انٹرنیشنل کرمنل کورٹ کے کسی فیصلے کی پابندی لازم نہیں ہے۔ اس سے قبل اقوام متحدہ کی جانب سے برمی فوجی جرنیلوں پر جنگی جرائم کا ارتکاب کرنے پر عالمی عدالت میں مقدمہ چلانے کا مطالبہ بھی سامنے آیا تھا جس کے بعد فیس بک انتظامیہ نے برمی جرنیلوں کے فیس بک پیجیز بند کر دیے تھے۔ برمی عدالت کی جانب سے رائٹرز کے دو صحافی جو برمی باشندے ہی ہیں، کو برمی فوجیوں کے ہاتھوں ہونے والے قتل عام کی تفتیش کرنے کے جرم میں سات سال کی سزا سنائی تھی۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر برما جیسا چھوٹا اور دفاعی و معاشی لحاظ سے کمزور ملک کس طرح اقوام متحدہ، انٹرنیشنل کرمنل کورٹ سمیت عالمی دباؤ کو نظر انداز کرتے ہوئے بدستور روہنگیا مسلمانوں کے خلاف ظلم پر مبنی پالیسی جاری رکھے ہوئے اور کسی بھی قسم کی کوئی لچک نہیں دکھا رہا۔ اس کے لیے ہمیں برما کی پشت پر چھپے اس دیو کو پہچاننا ہو گا جو اس ظلم و بربریت اور قتل عام کا اصل محرک ہے۔ جی ہاں یہ چین ہی ہے جو برمی حکومت کی پشت پر کھڑا ہے اور اس کی پالیسیوں پر ویسے ہی اثر انداز ہوتا ہے جیسے بھارت بنگلہ دیش اور بھوٹان کی پالیسیوں پر اثر انداز ہوتا ہے اور برمی حکومت کی ویسے ہی امداد کرتا ہے جیسے امریکہ اسرائیلی حکومت کی امداد کرتا ہے۔ برما کی معیشت، سڑکوں، پلوں اور ترقیاتی منصوبوں کا انحصار چین کی امداد پر ہی ہے۔ اس کے علاوہ اسلحے اور جنگی سازوسامان کی فروخت کے ساتھ چین برمی سیکورٹی فورسز کو تربیت بھی فراہم کرتا رہا ہے۔

اگر برما کی ملٹری برآمدات کا جائزہ لیا جائے تو ان میں بڑے سپلائرز میں چین، روس، انڈیا، اسرائیل اور یوکرین شامل ہیں۔ چین' جو اس وقت روس اور امریکہ کے مقابلے میں اسلحے اور جنگی سازوسامان کے بڑے سپلائر کے طور پر سامنے آیا ہے' کی ۲۰۱۲ء سے ۲۰۱۶ء کی ملٹری ایکسپورٹ کا جائزہ لیں تو صرف ان چار سالوں کے دوران چین کی ملٹری ایکسپورٹ میں ۷۴فی صد اضافہ ہوا۔ اس عرصے میں چین نے ۴۴ ممالک کو جنگی ساز وسامان فراہم کیا۔ اس ایکسپورٹ کا ۶۰ فی صد پاکستان، بنگلہ دیش اور برما کو فروخت کیا گیا جب کہ ۲۲ فی صد ایکسپورٹ افریقی ممالک کو ہوئی۔

صومالیہ: الشباب کی جانب سے ایک بار استعمال کے بعد پھینک دیے جانے والے پلاسٹک کے بیگز پر پابندی۔

صومالیہ میں حرکۃ الشباب کے زیر انتظام چلنے والے ریڈیو اسٹیشن 'ریڈیو اندلس' سے نشر ہونے والی خبروں میں اس پابندی کا اعلان کیا گیا۔ نشریے میں کہا گیا کہ پلاسٹک کے تھیلوں کا استعمال ترک کر دیا جائے کیونکہ وہ انسان اور حیوان دونوں کے لیے ہی نقصان دہ ہیں۔ اس کے علاوہ درختوں کی کٹائی پر بھی پابندی لگانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ پلاسٹک کے بیگ، اس طویل فہرست میں شامل ہو گئے ہیں جن پر الشباب نے پہلے سے پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ اس فہرست میں موسیقی، فلمیں، سیٹلائٹ ڈشز، اور غیر ملکی این جی اوز شامل ہیں جنہیں، مشکوک سرگرمیوں کی وجہ سے ان کے قلمرو میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ مغربی میڈیا میں اس خبر کی اشاعت سے ان جھاگ اُڑاتے دانش وروں کی طبیعت ضرور بوجھل ہو گئی ہو گی جو مجاہدین کو جاہل و وحشی ثابت کرنے پر تُلے رہتے ہیں۔ واضح رہے اس سے قبل دورانِ قحط اور خشک سالی' الشباب کی جانب سے بڑے پیمانے پر اشیائے خورد ونوش اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے انتظامات کیے گئے تھے۔

اگر ہم امارت اسلامیہ افغانستان کی فلاحی سرگرمیوں کا جائزہ لیں تو اس میں تعلیم، صحت سمیت سڑکوں اور پُلوں کی تعمیر کا کام سرفہرست نظر آئے گا جو اس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کہ مجاہدین صرف جنگ کے میدانوں میں ہی نہیں بلکہ دیگر تمام شعبوں میں مہارت کے حامل افراد کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ملکی نظم و نسق کو بہتر انداز میں چلانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

میں امتِ مسلمہ کو دل میں ایمان کو مضبوط کرنے اور فتنہ و نفاق سے محفوظ رہنے کے لیے یہ تلقین کروں گا کہ ہماری زبانیں ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیں۔ اس حوالے سے روزانہ غور و فکر کے ساتھ قرآن کریم کے ایک پارے کی تلاوت دل کو جلا بخشنے اور عقل کو منور کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ تلاوتِ قرآن سے ہمیں وہ ایمانی بصیرت بھی حاصل ہوتی ہے جس سے دشمنانِ دین کی پہچان ہو سکے، چاہے وہ مشرکین میں سے ہوں یا منافقین میں سے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آچکی اور یہ شفا ہے ان بیماریوں کے لیے جو دلوں میں ہیں، اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے"۔

محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ

میں شہیدانِ راستی کا سلام لکھوں

خیال آیا...

کہ میں شہیدانِ راستی کا سلام لکھوں!

تڑپ تھی دل میں

غمِ امامِ ہمام لکھوں

مگر میرے دل گرفتہ بھائی

گھٹن تھی ماحول میں کچھ ایسی

کہ میں نے بے اختیار چبھتی صداقتوں پہ نگاہ ڈالی

مہیب صحرا ہے جس میں ہم سب گھرے کھڑے ہیں

نہ یاں ہے سبزہ کہیں دمیدہ

نہ یاں ہے شبنم کہیں چکیدہ

تمام ماحول کی رگوں میں لہو شہیدوں کا ہے دویدہ

یہ عصرِ حاضر کی کربلا ہے

جدید دورِ مشین وزر میں یزیدیت کے ہزار پیکر

بہت سے کوفے ہیں، شمر صدہا

یزیدیت کے قشونِ قاہر محاصرہ کر چکے ہمارا

نہیں ہے راہ فرار کوئی

لگاؤ خیمے!

یہیں رکو، اب یہیں مریں گے!

ہم اپنی تاریخ کو نیا اپنا خون دیں گے!

میں سوچتا ہوں میں ڈھونڈتا ہوں

میں پوچھتا ہوں

حُسین اس دور کا کہاں ہے؟

امامِ عالی مقام کی جستجو میں میری نظر ہے مضطر

سنو رفیقو! صدائے اقبال آ رہی ہے

وہ کہہ رہا ہے کہ قافلے میں ملا نہ مجھ کو حُسین (رض) کوئی

اگرچہ اب تک

فرات و دجلہ کے گیسوؤں میں وہی ہے پہلی سی تابداری

تو اے رفیقو!

حُسین کی گر تلاش ہو تو حُسین کے کیش پر چلیں ہم

نئے زمانے کے سب یزیدوں کی بیعتِ جبر توڑ دیں ہم

عدو کی کثرت سے لڑتے لڑتے شہید ہو ہو کے جب گریں ہم

تب اپنے خوں سے سبھی شہیدانِ دینِ سرکارِ مصطفیٰ کا

سلام لکھیں

حیاتِ نو کا پیام لکھیں

نئے زمانے کی کربلا کی

تپی ہوئی لوحِ ریگ پر طرزِ نو سے ذکرِ امام لکھیں

خیال آیا

کہ میں شہیدانِ راستی کا سلام لکھوں!

نعیم صدیقیؒ

ہجرت اور جہاد تمہارے لیے لازم ہے !!!

اے فرزندان امت !اے مسلمانو! کفار تمہارے سیاہ وسفید کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔اب اپنے اوپر سے ان حکومتوں کے خوف کی چادر اتار پھینکو اور سوائے ایک اللہ وحدہ لاشریک کے کسی اور سے مت ڈرو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"یہ تو شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے سو ان سے مت ڈرو بلکہ صرف مجھ ہی ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو"(آل عمران:۱۷۵)

میں اپنی اس وصیت میں خصوصاً نوجوانوں سے مخاطب ہو کر کہوں گا کہ اے سعد رضی اللہ عنہ اور خالد رضی اللہ عنہ کے بیٹو! کیا ذلت اور پستی کی کوئی انتہا تمہارے لیے ابھی باقی ہے ؟ کیا ابھی تک تمہارے اندر حقیقی شجاعت اور میدان معرکہ کی تڑپ پیدا نہیں ہو سکی؟ کیا تمہیں اپنے اسلاف کی طرح اپنے خون سے تاریخ رقم کرنے کا کوئی شوق نہیں؟ کیا تم حوران جنت کے مشتاق نہیں ؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ جب تم اپنے رب سے ملو تو اس حال میں ملو کہ وہ تم سے راضی ہو ؟ اگر تم یہ سب کچھ چاہتے ہو تو پھر تمہارے لیے ہجرت اور جہاد لازم ہے۔تم بھی ویسے بن جاؤ جیسے اصحاب نبی تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر حج کرنے والے ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جبکہ ان میں سے مدینہ منورہ میں دفن ہونے والے دس ہزار سے زیادہ نہیں۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ باقی سب کہاں گئے ؟ ان میں سے اکثر کی تو قبریں تک معلوم نہیں یہ سب لوگ دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے تا کہ ہمارے لیے ایک ایسی تاریخ رقم کر سکیں جو اس سے پہلے کسی امت کو نصیب نہ ہوئی۔پس نکلو اللہ کی راہ میں ! تا کہ اپنی امت کا کھویا ہوا وقار دوبارہ سے لوٹا سکو اور اپنے مقدس مقامات اور کھوئی ہوئی زمینیں دوبارہ حاصل کر سکو۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"نکلو چاہے ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اور اگر سمجھو تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے"(التوبہ:۴۱)

سو کیا چیز تمہیں گھروں سے نکلنے اور ہجرت اور جہاد سے روکے ہوئے ہے ؟ کیا تم جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے والے ان علماء کی طرف سے فتووں کے منتظر ہو ؟ تو جان لو کہ یہ لوگ ہر گز ہر گز فتوے نہیں دیں گے سوائے اس کے کہ اگر اللہ چاہے۔یا تم ان درباری علماء سوء کی جانب سے فتوے کے انتظار میں بیٹھے ہو جو دین ودنیا دونوں کے فساد کا اصل سبب ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہی ان سے بدلہ لے۔ویسے بھی تم لوگ فتووں کے پیچھے کیوں پڑے ہو ؟ حالانکہ خود اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد کا حکم اور اس کی جانب ترغیب دیتا ہے۔ یا یہ کہ تمہارے اس بیٹھ رہنے اور اس فرض سے فرار کی اصل وجہ یہ دنیا ہے ؟ اگر ایسا ہے تو میں تم سے کہوں گا کہ کیا ہی گھٹیا چیز ہے جو تم نے اپنے لیے پسند کی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ نکلو اللہ کی راہ میں تو تم زمین پر بھاری ہوئے جاتے ہو کیا تم آخرت کے مقابلہ پر دنیوی زندگی پر راضی ہو بیٹھے ہو؟ سو دنیا کا یہ سازوسامان آخرت کے مقابلہ پر تو بہت ہی تھوڑا ہے۔اگر تم نہ نکلے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ تمہارے علاوہ ایک قوم لے آئے گا ۔اور ایسا کرنے سے تم اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے "۔(التوبہ:۳۸،۳۹)

البتہ جسے اللہ تعالیٰ کا کلام بھی قائل نہ کر سکے اور وہ اس کے بعد بھی ماننے پر آمادہ نہ ہو تو پھر ایسے شخص کو سمجھانے والا کوئی نہیں۔اے اللہ میں تیرے سامنے ان کافر حکام اور طواغیت اور ان کے طرز عمل سے اعلان برأت کرتا ہوں۔اور ان علماء کے عمل سے جنہوں نے امانت کا حق ادا نہ کیا اپنی معذرت پیش کرتا ہوں۔

یا اللہ کیا میں نے اپنی طرف سے پہنچا نہ دیا؟ یا اللہ تو اس پر گواہ رہنا۔اے اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس سبب سے کہ ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ تو ہی ایک اکیلا واحد ہر ایک سے بے نیاز معبود ہے جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور جس کا کوئی ہمسر نہیں۔اے حیّ !اے قیوم !اے صاحب جلال واکرام !اے کہ جس نے عاد کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی کہ اس کا کچھ بچا ہی نہیں اور ان بستیوں کو کہ جنہیں الٹا دیا گیا۔اے اللہ ان امریکی اور صہیونی یہود ونصاریٰ کو تباہ وبرباد کر دے !اے اللہ ہمیں ان کے اوپر اپنی تلواروں میں سے ایک تلوار بنا کر مسلط فرمادے !اے اللہ انہیں ہمارے ہاتھوں قتل فرما!اور ہمیں ان کی تباہی کا باعث بنادے !اے اللہ تو ہمارے خون کو اپنے دین کی نصرت کے لیے قبول فرمالے !اور اسے اہل ایمان کے سینوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنادے !اے ہمارے رب تو ہم سے قبول فرمالے !بے شک تو سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

اور رحمت اور سلامتی ہو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور ہر اس شخص پر جس نے ان کی پیروی کی۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

[گیارہ ستمبر کے مبارک حملوں میں شامل ۱۹ جاں بازوں میں سے ایک نوجوان ابو مصعب ولید الشہری شہید رحمہ اللہ کی وصیت سے اقتباس]